

نماز احناف و غیر مقلدین کا فرق مع مسائل

علامہ محمد ریاض قادری محمدی سیفی
فاضل دارالعلوم رحمانیہ و فاضل عربی (ملتان)

مؤلف

جامعہ انوار مدینہ محمدیہ سیفیہ

E-ہلاک شاہ رکن عالم کالونی (نزد انڈر بائی پاس) لاری اڈا ملتان

منہ کا پتہ

کتاب هذا بطور تحفه خواجہ محمد عادل
کیلیے

۱۳-۶-۱۷
۲۰ روز سووار

مؤلف کی طرف سے

مستور

نماز احناف

و غیر مقلدین کا فرق مع مسائل



مؤلف:- علامہ محمد ریاض قادری ثم السنی

فاضل دارالعلوم رحمانیہ و فاضل عربی (ملتان)

ملنے کا پتہ:-

☆ مسجد جنازہ گاہ، آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ، شاہ رکن عالم کالونی، ملتان۔

☆ مکتبہ سیفیہ، مرکزی آستانہ عالیہ سیفیہ، فقیر آباد شریف، لاہور۔

☆ مکتبہ محمدیہ سیفیہ، آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ، راوی ریان شریف، لاہور۔

عرض مؤلف

کافی عرصے سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ غیر مقلدین حضرات اختلافی مسائل سے متعلق چند احادیث پیش کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ احادیث پر تو اہل حدیث ہی عمل کرتے ہیں۔ حنفی لوگ احادیث پر کہاں عمل کرتے ہیں بلکہ وہ تو احادیث کی مخالفت کرتے ہیں تو کچھ سادہ لوح مسلمان ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور اپنا عقیدہ و مسلک تک بدل لیتے ہیں تو لہذا شیخ طریقت رہبر شریعت ڈاکٹر محمد عمران محمدی حنفی سیفی اعلیٰ اللہ مقامہ و اعادہ اللہ من شر الاعداء کے حکم سے احقر نے یہ جملہ مواہد علماء اہل سنت کی تحریرات سے لے کر ایک ایسی کتاب کو مرتب کیا جس میں ان احادیث و آثار کو جمع کیا ہے۔ جن پر احناف عمل کرتے ہیں اور غیر مقلدین جن سے بغاوت کرتے ہیں۔

اس کتاب میں مکمل نماز حنفی مع مسائل اور قرآن و احادیث و آثار و اجماع امت کے موافق مسلک احناف کو بیان کیا گیا ہے جبکہ قرآن و احادیث و آثار و اجماع امت کے خلاف مسلک غیر مقلدین کو بیان کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس حقیری محنت کو بوسیلہ خاتم الانبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قبول فرما کر اپنے بندوں کیلئے نفع کا ذریعہ بنائے اور قارئین کی اصلاح و ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

نوٹ:

کتاب ہذا میں غیر مقلدین کے جتنے فتاویٰ جات نقل کئے گئے ہیں ان میں سے کسی ایک فتویٰ میں بھی حدیث کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ دعویٰ تو احادیث پر عمل کرنے کا ہے مگر دور دور تک احادیث سے ان کا تعلق نظر نہیں آتا۔

جملہ حقوق بحق مؤلف و ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب : نمازِ احناف وغیر مقلدین کا فرق
نام مؤلف : علامہ محمد ریاض قادری محمدی سیفی
ناشر : فاضل دارالعلوم رحمانیہ و فاضل عربی ملتان
علامہ محمد ریاض

0301-4988607

صحیحین : حضرت خواجہ مفتی عبدالولی صاحب
حضرت خواجہ مفتی عبدالباقی صاحب
حضرت علامہ محمد اسلم مدنی صاحب

کمپوزنگ : رانا علی رضا

0315-7478578

قیمت: 170 روپے

حصہ اول

﴿مکمل نمازِ احناف مع مسائل﴾

صفحہ نمبر	مضمون	البواب
5-1	وضو، وضو کے فرائض، سنن، مستحبات	1-
7-6	وضو کی عائیں	2-
11-7	غسل کے فرائض، سنن، مکروہات	3-
14-11	تیمم کے فرائض و متفرق مسائل	4-
16-15	موزوں پر مسح اور اس سے متعلق ضروری مسائل	5-
18-17	پانی کے مسائل	6-
21-18	نجاتیں اور ناپاکی اور ان کی اقسام و احکام و استنجا کا بیان	7-
25-22	پنجگانہ نمازوں کے اوقات	8-
32-25	اذان کا بیان و طریقہ اور اس سے متعلق مسائل و مؤذن کی فضیلت	9-
33	اقامت اور اس کے مسائل	10-
36-34	آداب مسجد	11-

انتساب

احقر اپنی اس اولین جدوجہد کو عظیم روحانی پیشوا تاجدار سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ مجدد عصر حاضر قیوم زماں امام الاولیاء والصلحاء والاتیقلاء والاصفیاء حضرت اخوندزادہ سیف الرحمن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر، پروردہ نگاہ مجدد، طیب روحاں، عارف یزداں، شیخ المشائخ، شیخ العلماء والفضلاء پیر طریقت رہبر شریعت حضرت میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی بارک اللہ عمرہ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے جن کے فیضان سے بے شمار لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آگیا۔

مصنف

علامہ محمد ریاض

نماز احناف وغیر مقلدین کا فرق

107-101	29-	جنازہ و مکمل نماز جنازہ کا بیان
109-107	30-	نماز تہجد و اشراق و چاشت اور صلوٰۃ الاوائین

حصہ دوم

﴿نماز احناف وغیر مقلدین کا فرق مع مسائل﴾

ابواب مضمون صفحہ نمبر

114-110	ابتدائیہ	غیر مقلدین حدیث پر عمل کرتے ہیں یا اس سے بغاوت۔
118-115	1-	تھوڑا پانی نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہو جاتا ہے تھوڑی نجاست ہو یا زیادہ۔
120-119	2-	منی ناپاک ہے۔
124-121	3-	شراب ناپاک ہے۔
127-125	4-	مردار، خون، مخزیر سب ناپاک ہیں۔
129-128	5-	کتنا ناپاک ہے۔
131-130	6-	حلال و حرام سب جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے۔
134-132	7-	وضو کے فرائض، پگڑی پر مسح صحیح نہیں۔
137-135	8-	وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔
139-138	9-	گردن پر مسح کرنا مستحب ہے۔
141-140	10-	بدن کے کسی حصے سے خون بہہ کر نکل پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
143-142	11-	قے آنے اور نکسیر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

نماز احناف وغیر مقلدین کا فرق

38 - 37	12-	اجکام مسجد
49 - 39	13-	نماز باجماعت کی فضیلت و ترک جماعت پر وعید اور اس کے مسائل
50 - 49	14-	نماز میں امام کو لقمہ دینا اور اس کے چند مسائل
60 - 50	15-	نماز کے مسائل و شرائط و ارکان نماز مع واجبات و سنن و مستحبات و مفسدات و مکروہات نماز
62 - 61	16-	فاتحہ کے بعد سورۃ اور اس کے چند ضروری مسائل
67 - 63	17-	سجدہ سہو کے مسائل اور اس کا طریقہ مع ضروری مسائل
69 - 67	18-	قضا نماز کی ادائیگی اور ان کا فدیہ
70 - 69	19-	نماز توڑنے کے مسائل
72 - 70	20-	نماز کی سختی کے لوازم
75 - 73	21-	مسافر کی نماز اور اس کے مکمل مسائل
78 - 76	22-	عورتوں اور بچوں کی نماز
80 - 78	23-	نماز جمعہ کی فرضیت و تاکید اور شرائط جمعہ و خطبہ جمعہ کے احکام و آداب
86 - 81	24-	نماز عید الفطر و اس دن مسنون کام اور اس کے ضروری مسائل
91 - 86	25-	نماز عید الاضحیٰ اور اس کے ضروری مسائل
93 - 91	26-	نماز تراویح اور اس کے ضروری مسائل
98 - 94	27-	دنیا سے بے رغبتی کا علاج اور مرنے کے بعد کیا کیا جائے
101-98	28-	غسل و کفن میت کا بیان

نماز احکامات وغیر مقلدین کا فرق

145-144	12-	نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
148-146	13-	اعضاء وضو میں سے ذرا سی خشک جگہ رہ گئی ہو وضو نہیں ہوگا۔
150-149	14-	پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا اور پیٹھ کرنا منع ہے۔
152-151	15-	تیمم میں دو ضربیں ہیں۔
154-153	16-	حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت۔
156-155	17-	طہارت کے بغیر قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں۔
160-157	18-	کپڑوں اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے۔
163-161	19-	جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔
165-164	20-	ستر کا چھپانا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے۔
168-166	21-	فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے۔
170-169	22-	ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنی چاہیئے۔
172-171	23-	تین اوقات میں نماز پڑھنا کچھ وہ تحریمی ہے۔
176-173	24-	پلائے رد و نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں۔
179-177	25-	اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہے جائیں۔
182-180	26-	تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا سنت ہے۔
185-183	27-	نماز میں دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے۔
188-186	28-	نماز میں بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیئے۔
198-189	29-	امام کے پیچھے قرائت نہیں کرنی چاہیئے۔
214-199	30-	خلفاء راشدین امام کے پیچھے قرائت کرنے سے منع کرتے تھے۔

نماز احکامات وغیر مقلدین کا فرق

217-215	31-	جس نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے وہ رکعت پالی۔
225-218	32-	نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے۔
237-226	33-	تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے۔
240-238	34-	نماز میں جلسہ استراحت نہیں کرنا چاہیئے۔
242-241	35-	نماز میں جدے سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہیں اٹھنا چاہیئے۔
246-243	36-	دونوں قعدوں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون اور توڑک مسنون نہیں۔
249-247	37-	پہلے قعدے میں تشہد سے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے۔
253-250	38-	فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعائے انگنا صحیح ہے۔
257-254	39-	عورت و مرد کی نماز ایک جیسی نہیں۔ بلکہ دونوں میں فرق ہے۔
259-258	40-	نابالغ کی امامت جائز نہیں۔
261-260	41-	امام بہترین شخص ہونا چاہیئے۔
264-262	42-	جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور پتہ چلے کہ امام بے وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز کو لوٹائیں۔
268-265	43-	نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرائت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔
272-269	44-	نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جان بوجھ کر کلام کرے یا بھولے سے۔
277-273	45-	وتر کی تین رکعتیں ایک سلام سے پڑھنی چاہئیں۔
282-278	46-	وتر میں دعائے قنوت سارے سال واجب ہے اور دعائے قنوت کے لئے تکبیر کہنا اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیئے۔

47-	فجر کی سنتیں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی پڑھنی جائز ہیں۔	285-283
48-	فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے۔	287-286
49-	مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مسنون نہیں ہے۔	289-288
50-	تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں۔	313-290
51-	جو نمازیں قضاء ہو گئی ہوں بلا عذر یا کسی عذر کی وجہ سے ان کا ادا کرنا ضروری ہے۔	316-314
52-	سجدہ سہو واجب ہے اور وہ سلام پھیر کر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد التیحات پڑھ کر سلام پھیرا جاتا ہے۔	318-317
53-	مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں۔	320-319
54-	سجدہ تلاوت کیلئے وضو شرط ہے بے وضو سجدہ تلاوت جائز نہیں۔	322-321
55-	کتنی مسافت پر قصر کرنی چاہیے۔	326-323
56-	مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہ کر لے اس وقت تک قصر کرے گا۔	328-327
57-	جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے۔	331-329
58-	جمعہ کی دو اذانیں مسنون ہیں۔	334-332
59-	خطبہ جمعہ کے درمیان نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا مکروہ ہے۔	336-335
60-	کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو اس دن جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوتی اس کا پڑھنا فرض ہی رہتا ہے۔	339-337
61-	نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیے باقی میں نہیں۔	341-340
62-	فکر غیر مقلدین۔	343-342
63-	ماخذ و مراجع	347-344

شیخ طریقت کے بارے میں چند معروضات

ایک ایسی شخصیت جو دنیاوی اور دینی علوم و معارف کا حسین امتزاج ہیں۔ جن کی زندگی شریعت مطہرہ کی مظہر ہے اور ہر ادا سنت مصطفیٰ ﷺ کی پیکر ہے۔ یہ کسی مکتب کی کرامت نہیں بلکہ فیضانِ نظر کی کامل و مکمل دلیل ہے۔ یقیناً یہ تو کامل مرشد امام الاولیاء و الاتقیاء والاصفیاء، طبیبِ روحان، عارفِ یزداں، شیخ المشائخ، شیخ العلماء پیر طریقت رہبر شریعت حضرت میاں محمد حنفی سیفی دامت برکاتہم العالیہ کی نگاہ پر انوار نے ہی عشق و محبت، جذب و مستی اور حقیقت و معرفت کا ایسا رنگ چڑھایا ہے کہ آج خود مرشد گرامی جس پہ نگاہ ڈالتے ہیں ان پر بھی وجد و حال اور شریعت و معرفت کا رنگ چڑھادیتے ہیں میری مراد سیدی و مرشدی شیخ طریقت، رہبر شریعت، صوفیاء باصفاء، عاشقِ رسول ﷺ ڈاکٹر محمد عمران محمدی سیفی اعلیٰ اللہ مقامہ ہیں۔ آپ نے ایف۔ ایس۔ سی (Fs.c) تک تعلیم کیڈ کا کالج حسن ابدال سے حاصل کی۔ اور ایم۔ بی۔ بی۔ ایس (M.B.B.S) نشتر میڈیکل کالج سے کیا۔ اور اب نشتر ہسپتال ملتان میں ہی اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ چند اداروں کے بانی بھی ہیں۔

جہاں طلباء و طالبات کو دینی و عصری تعلیم ہمہ وقت دی جا رہی ہے۔ خود جمعۃ المبارک کی خطابت بھی فرماتے ہیں۔ بارگاہِ الہی میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت بوسیۃ حبیب کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کے علم و عمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو تاقیام قیامت اس چشمہ فیض سے سیراب فرمائے (آمین بجاہ النبی لائین ﷺ)

تیری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں کہ یہ چار سو بدل جائے

ہے تابع تقدیر تو کافر ہے مسلمان
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الہی

گر قبول افتدز ہے عز و شرف :- احقر محمد ریاض قادری محمدی سیفی

کر لے۔

(رواہ البخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطَّيْبُورُ۔

ترجمہ: ”جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے“

(رواہ احمد)

وضو کے فرائض:

وضو کے فرائض چار ہیں۔ ان کے بغیر وضو نہیں ہوتا۔

(1) چہرہ دھونا (2) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا

(3) چوتھائی حصہ سر کا مسح کرنا (4) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا

نوٹ: ایک مرتبہ دھونا فرض ہے۔ جبکہ تین مرتبہ دھونا سنت۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اعضائے وضو کو تین مرتبہ سے زیادہ ظلم و اسراف ہے۔

اگر چہ نہر کے کنارے ہی پر کیوں نہ ہو۔

(مشکوٰۃ شریف)

وضو کی سنتیں:

وضو کی سنتیں تیرہ ہیں۔ ان کے چھوٹ جانے سے وضو تو ہو جاتا ہے مگر ناقص ہوتا ہے۔

1۔ وضو کی نیت کرنا۔

2۔ بسم اللہ (مکمل) پڑھ کر وضو شروع کرنا جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

☆ لا وضوءَ لمن لم يذكر اسمَ الله عليه

ترجمہ: جس شخص نے اللہ کا نام لئے بغیر وضو کیا، اس کا وضو (کامل) نہیں۔

(رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب اول: وضو

احکام:

نماز سے پہلے وضو کرنا فرض ہے۔ قرآن شریف بھی با وضو ہو کر پڑھنا چاہیے۔ جیسا کہ وضو کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے۔

☆ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا

وَجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ

وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو! جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولیا کرو اور سر کا مسح کر لیا کرو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو۔“

وضو کے بارے میں چند فرامین مصطفیٰ بھی ملاحظہ فرمائیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

☆ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ مَنْ أَخَذَتْ حَتَّى يَتَوَضَّاءَ۔

ترجمہ: ”جس شخص کا وضو نہیں اس کی نماز اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک وہ وضو نہ

3- پہلے تین بار دونوں ہاتھ گٹھوں تک دھونا۔

4- مسواک کرنا۔

5- تین بار کلی کرنا (غرغہ کرنا بھی سنت ہے) لیکن روزہ کی حالت میں نہ کیا جائے۔

6- تین بار ناک میں پانی ڈالنا لیکن روزہ کی حالت میں پانی سانس سے نہ کھینچیں۔

7- داڑھی کا خلال کرنا۔

8- ہاتھ، پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔

9- ہر عضو کو تین بار دھونا۔

10- ایک بار تمام سر کا مسح کرنا یعنی غیر مستعمل بھیگا ہوا ہاتھ سر پر پھیرنا۔

11- کانوں کا مسح کرنا یعنی کانوں کے اندر مسح شہادت کی انگلی سے کرنا چاہیے۔

12- وضو ترتیب وار کرنا۔

13- بے درپے وضو کرنا یعنی ایک عضو خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھولینا۔

وضو کے مستحبات:

وضو کے مستحبات پانچ ہیں۔

1- گردن کا مسح کرنا، دھونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پشت گردن پر پھیرنا۔

2- وضو کے تمام کام خود کرنا کسی سے مدد نہ لینا۔

3- قبلہ رو ہو کر وضو کرنا۔

4- اونچی پاک جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔

نواقض وضو:

جن امور سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1- پیشاب، پاخانہ کرنا، یا یہاں سے کسی اور چیز کا نکل جانا۔

2- ریح (ہوا) خارج ہونا۔

3- بدن کے کسی حصہ سے خون یا پیپ نکل کر بہہ جانا۔

4- منہ بھر کے قے کرنا، بلغم سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

5- لیٹ کر یا سہارا لے کر سو جانا کھڑے کھڑے سو جانے یا سہارا لگائے بغیر سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

6- بیماری یا کسی اور وجہ سے بیہوش ہو جانا۔

7- دیوانہ (پاگل) ہو جانا۔

8- نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنے۔

معذور کا وضو:

درج ذیل اشخاص معذور تصور کیے جائیں گے۔

1- ایسا زخم آجائے کہ خون رستا ہی رہے۔

2- نکسیر چھوٹے اور جاری رہے۔

3- بواسیر کا خون مسلسل آتا ہی رہے۔

4- ریح کا مرض ہو اور وہ بند نہ ہو۔

5- پیشاب کے قطرے مسلسل ٹپکتے ہوں۔

ایسی ہی کوئی اور لاعلاج صورت ہو۔ تو ان لوگوں کو یہ رعایت حاصل ہے کہ جب تک

معذوری کی یہ صورت باقی رہے۔ ہر نماز کے وقت ایک بار وضو کر لیا کریں۔ جب تک اس نماز کا

وقت رہے گا تو ان کا وہ وضو کافی ہوگا۔ البتہ اس نماز کا وقت ختم ہو جانے پر یا وہ عذر ختم ہو جانے پر یا

کسی دوسری وجہ سے وضو ٹوٹ جانے پر انہیں دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

تحیۃ الوضو:

وضو کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ الوضو کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ جیسا کہ فرمان

مصطفیٰ ہے کہ جو مسلمان اچھی طرح وضو کر کے حضور قلب (دل میں اللہ اور اس کی محبت و خشیت کا

حاضری) کے ساتھ دو رکعت (اس طرح قلبی کیفیت سے) پڑھے تو اس کے لئے جنت واجب

ہوگئی۔

اسی طرح رسول اکرمؐ نے شب معراج جنت میں حضرت بلال کے قدموں کی آواز سنی تو آپؐ نے پوچھا کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ (ایسے معلوم ہوتا تھا) کہ تم میرے آگے چل رہے ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ دو کام میرے معمولات میں ہیں۔ ایک تو ہمیشہ با وضو رہتا ہوں، جب وضو ٹوٹ جاتا ہے تو فوراً دوسرا وضو کر لیتا ہوں۔ دوسرا یہ ہے کہ جب وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نفل پڑھ لیتا ہوں۔

ان روایات سے تحیۃ الوضو کی اہمیت اور اجر و ثواب کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

نوٹ:

ان نوافل کی پہلی رکعت میں سورۃ کافرون اور دوسری سورۃ اخلاص

پڑھنا مستحب ہے۔

(ذرا مختار)

وضو کے فضائل:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا جب کوئی مسلمان بندہ وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے۔ تو پانی کے ساتھ اس کے وہ سارے گناہ نکل جاتے ہیں جو اس کی آنکھ سے ہوئے تھے۔ جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے وہ تمام گناہ خارج ہو جاتے ہیں جو اس کے ہاتھوں سے ہوئے تھے۔ جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو وہ سارے گناہ اس کے پاؤں سے خارج ہو جاتے ہیں۔ جو اس کے پاؤں سے ہوئے تھے۔ کلی اور ناک کے پانی سے زبان ومنہ اور ناک کے گناہ دھل جاتے ہیں اور کانوں کے سچ سے کانوں کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وضو سے فارغ ہونے کے ساتھ وہ گناہوں سے بالکل پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

(مسلم، نسائی)

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جو شخص کامل وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھے ”فَتَبَحْثْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ“ تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى ظَهْرِ كِتَابٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ

ترجمہ:

”جس شخص نے با وضو ہونے کے باوجود (تازہ) وضو کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔“

(ترمذی)

وضو کی دعائیں

ہاتھ دھوتے وقت:

☆ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْيُمْنَ وَالْيُوكَةَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشُّومِ وَالْهَلَكَاهُ

”اے اللہ! میں تجھ سے بھلائی اور برکت مانگتا ہوں اور بد بختی اور ہلاکت سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

کلی کرتے وقت:

☆ اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَحَسَنِ عِبَادَتِكَ

”اے اللہ! میری مدد فرما قرآن مجید کی تلاوت اور اپنی عبادت کی خوبی پر۔“

ناک میں پانی ڈالتے وقت:

☆ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تَرْحُفْنِي رَائِحَةَ النَّارِ

”اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سگھادے اور نہ سنگھادوزخ کی بو۔“

منہ دھوتے وقت:

☆ اللَّهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي يَوْمَ تَبْيِضُ وُجُوهُ وَ تَسْوَدُّ وُجُوهُ

”اے اللہ! میرا منہ روشن کرنا جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ سیاہ ہوں گے۔“

سر کا مسح کرتے وقت:

☆ اَللّٰهُمَّ اَظْلِنِيْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ۔

”اے اللہ! مجھے اس دن اپنے عرش کے سایہ تلے جگہ دینا جس دن تیرے عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔“

گردن کا مسح کرتے وقت:

☆ اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِيْ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ۔

”اے اللہ! میری گردن دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیجئے۔“

پاؤں دھوتے وقت:

☆ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَيَّ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزُلُّ الْاَقْدَامُ۔

”اے اللہ! مجھے پل صراط پر ثابت قدم رکھنا۔ جس دن قدم ڈگ گائیں گے۔“

غسل کے فرائض، سُنن، مکروہات:

قارئین کی سہولت کے لئے اب ہم فقہی مسائل بیان کرتے ہیں:

(الف) غسل کے فرائض:

(جن کے بغیر غسل نہیں ہوتا)

☆ گلی کرنا

☆ ناک میں پانی ڈالنا

☆ تمام بدن پر پانی بہانا

(ب) غسل کی سنتیں:

☆ دونوں ہاتھ دھونا

☆ استنجا کرنا، جہاں نجاست لگی ہو اُسے دھونا

☆ ناپاکی دور کرنے کی نیت کرنا

☆ پہلے وضو کر لینا

☆ تمام بدن پر تین بار پانی بہانا

”جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال بھر جگہ بھی دھونے سے چھوڑ دی تو اس کو دوزخ کا ایسا ایسا عذاب دیا جائے گا۔۔۔ ارشاد نبویؐ روایت کرنے کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا۔ ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن بن گیا ہوں۔“ (میں نے معمول بنالیا ہے، ذرا بڑھے تو اُن کا صفایا کر دیا) یہ جملہ آپ نے تین بار دہرایا۔

(سنن ابی داؤد، مسند احمد، مسند دارمی)

دانت:

☆ دانتوں کے درمیان چھالیہ وغیرہ کا ریزہ ہو تو اُسے خلال سے نکال کر رکھی کریں۔

☆ متی (دانتوں کی چمک کے لئے مصنوعی چیز) کی تہہ جی ہو تو اُسے بھی چھڑا کر رکھی کریں۔

☆ مصنوعی دانتوں کو بھی نکال کر رکھی کرنا لازم ہے۔ اگر نکالنے سے تکلیف اور نقصان کا اندیشہ ہو تو اجازت ہے۔

کان:

کان میں عطر وغیرہ کا پھایہ یا روٹی ہو تو اُس کا نکالنا بھی ضروری ہے۔ مستورات خیال

رکھیں کہ کان میں بالی وغیرہ ہو تو اسے خوب ہلا لیں تاکہ سوراخ میں پانی پہنچ جائے اور خشک نہ رہ جائے۔

ناک:

ناک میں بیڑی یا تمباکو لگا ہو تو اسے صاف کر کے ناک میں پانی ڈالیں، ورنہ غسل پورا

نہ ہوگا۔

آنکھ:

آنکھ میں اگر چیڑ سڑکھ گیا ہو تو اس کو چھڑا کر آنکھ کو دھونا ضروری ہے۔

سر کے بال:

تمام بالوں کا بھگوننا اور ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔ اگر کسی خاتون کی چوٹی بندھی ہو تو اس کا کھولنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن تمام بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا لازم ہے۔ اس کے بغیر غسل نہ ہوگا۔ اگر بیماری کے سبب سر میں پانی ڈالنا نقصان کرے تو سر نہ دھونے کی اجازت ہے۔ لیکن صحت ہو جانے پر سر کا دھونا بھی ضروری ہے۔

غسل پردہ میں:

اس بارہ میں کسی تمہید کے بغیر ہم ایک حدیث کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ ایک صحابی حضرت یعلیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر ایک شخص پر پڑی جو کھلے میدان میں (برہنہ) غسل کر رہا تھا۔ آپ (یہ دیکھ کر) منبر پر چڑھے اور خطبہ ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ اللہ پاک خود ہدایت کرنے والا اور پردہ کرنے والا ہے۔ وہ (بندوں کی پردہ داری فرماتا ہے) وہ اپنے بندوں کے لئے بھی حیا داری اور پردہ داری کو ہی پسند کرتا ہے۔ لہذا:

☆ إِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْزِلْ

”جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ کر لیا کرے“

(سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

☆ لَا تَقْرُءُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پاس کے اُن لوگوں کے لئے جن کے دروازے ابتدائے اسلام میں مسجد نبویؐ کے صحن میں کھلتے تھے فرمایا کہ ان کا رخ مسجد کی طرف سے پھیر دو، صحن مسجد کے بجائے دوسری طرف کھول لو کیونکہ

فَإِنِّي لَا أَحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ

مختصر یہ کہ غسل ان حالتوں میں فرض ہو جاتا ہے:

- 1- نفسانی خواہش کے ساتھ اپنی جگہ سے مٹی نکلنے پر، خواہ سوتے ہوئے احتلام ہو یا جاگتے ہوئے جماع سے یا جماع کے بغیر ایسا ہو جائے۔
- 2- مرد کا سر عضو اندام نہانی میں داخل ہونے پر خواہ مٹی نکلے یا نہ نکلے۔
- 3- عورت کا حیض (ماہواری خون) بند ہونے پر۔
- 4- عورت کا نفاس (زچگی کا خون) بند ہونے پر۔

☆ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ

”جب تم میں سے کوئی جمعہ کو آئے تو غسل کر لے“

☆ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْأَضْحَى

”اللہ کے رسول ﷺ عید الفطر اور عید قربان کے دن غسل فرمایا کرتے تھے“

(ابن ماجہ)

مستحب غسل:

1- حج اور عمرہ کے لئے احرام باندھنے سے قبل اور عرفات میں نویں ذوالحجہ یعنی عرفہ کے

دن غسل کرنا مستحب ہے۔

۲۔ اسی طرح بالغ ہونے پر اور بے ہوشی اور جنون سے نکلنے پر غسل کرنا مستحب ہے۔

۳۔ نیز چاند گرہن، سورج گرہن اور استسقا کی نمازوں کے لئے غسل کرنا بھی مستحب ہے۔

(ب) دوسری حدیث کی راویہ حضور اکرم ﷺ کی دوسری زوجہ مطہرہ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ ہیں، فرماتی ہیں:

”میں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے غسل جنابت کے لئے پانی بھر کر آپ ﷺ کے پاس رکھ دیا۔ تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دو یا تین بار دھویا، پھر دھلا ہوا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا اور اس سے پانی لے کر مقام استنجا پر ڈالا اور بائیں ہاتھ سے اس کو دھویا۔ پھر اپنا وہ بائیں ہاتھ زمین پر مارا اور خوب مٹی سے ملا اور رگڑا۔ پھر وضو کیا۔ جیسے آپ ﷺ نماز کے لئے وضو فرماتے تھے۔ اس کے بعد تین مرتبہ پانی کے لپ بھر کر سر پر ڈالے۔ پھر سارے جسم کو دھویا۔ پھر اس جگہ سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو رومال دیا تو آپ ﷺ نے اس کو واپس کر دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ رومال استعمال کرنے کی بجائے آپ نے جسم مبارک سے پانی کو سونت دیا اور جھاڑ دیا۔“

(صحیح بخاری و مسلم)

تتم

شدید مجبوری، پانی کی نایابی، یا بیماری وغیرہ کے خوف سے شریعت مقدسہ نے غسل اور وضو کے بجائے تیمم کر لینے کی اجازت دی ہے۔ یہ اپنے بندوں پر اللہ کریم کا بڑا احسان ہے۔ اگر ایسے حال میں بلا غسل اور بدون وضو ہی اجازت ہوتی تو نہ صرف یہ کہ کمزور طبیعت انسان ترکِ طہارت کے عادی ہو جاتے بلکہ وضو اور غسل سے دربار الہی میں حاضری کی عظمت اور تقدس کا جو

اہتمام اور احساس ہوتا ہے وہ مجروح ہو جاتا۔

مٹی اور پتھر سے تیمم کرنے کے حکم میں بڑی حکمتیں ہیں۔ اہل تحقیق کا کہنا ہے کہ پورے کرۂ ارض کے دو ہی حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ کی سطح پانی ہے اور دوسرے کی مٹی، پتھر وغیرہ۔ اس اعتبار سے پانی اور مٹی میں خاص مناسبت ہے، پھر انسان کی تخلیق بھی پانی اور مٹی سے ہوئی ہے۔ مٹی میں ہی انسان کو جانا ہے۔ سمندر کے علاوہ مٹی ہی ایسی چیز ہے جو انسان ہر جگہ پا سکتا ہے۔ پھر مٹی کو ہاتھ لگا کر منہ پر پھیرنے میں عاجزی اور خاکساری کی ایک خاص شان ہے (باقی اللہ تعالیٰ اپنے اسرار کو خوب جانتا ہے)

تیمم کی اجازت:

تیمم کے بارے میں ارشاد خداوندی یہ ہے:

”اور اگر تم بیمار ہو (اور پانی کا استعمال مضر ہو) یا سفر پر ہو، یا تم میں سے کوئی شخص انتہی سے فارغ ہو، یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو، اور تم کو پانی نہ ملے تو فَتَيِّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا“ پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو“ (یعنی مٹی پر دونوں ہاتھ ماکر) ”اپنے چہرے اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور بڑا بخشنے والا ہے۔“

(النساء ۴: ۴۳)

تیمم کب جائز ہے؟

(۱) جب پانی نہ ملے۔ یعنی ایک میل دور ہو، یا کسی دشمن کے خوف سے یا کسی اور رکاوٹ

کے سبب پانی نہ لیا جاسکتا ہو۔ بے شک پانی قریب ہی موجود ہو لیکن اس کا حاصل کرنا خطرہ سے خالی نہ ہو۔ یا پانی موجود تو ہو لیکن تھوڑا ہو اور اندیشہ ہو کہ وضو یا غسل میں خرچ کر لیا تو پیاس بھجانے کے لئے پانی میسر نہ ہوگا۔

(۲) پانی کے استعمال سے بیمار ہو جانے یا بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ اندیشہ محض وہم کی بنا پر نہیں بلکہ گمان غالب ہو یا سعالج کی ہدایت ہو۔

مندرجہ ذیل بالا صورتوں میں وضو کی جگہ تیمم کی اجازت ہے، بلکہ غسل کے لیے بھی تیمم کیا جاسکتا ہے۔

تیمم کے فرائض:

تیمم کے تین فرائض ہیں:

- ۱۔ نیت کرنا۔
- ۲۔ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر منہ پر پھیرنا۔
- ۳۔ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر دونوں ہاتھوں پر گھنٹیوں سمیت مٹلنا۔

کن چیزوں پر تیمم جائز ہے؟

- ☆ پاک مٹی، مٹی کے کچے یا پلے برتن جن پر روغن نہ لگا ہو۔
- ☆ ریت، چونا اور پتھر یا ملتان مٹی (گاچھی)۔
- ☆ مٹی کی پٹی یا کچی اینٹیں، یا مٹی، پتھر، چوڑے یا اینٹوں کی دیوار۔
- ☆ (ان پر گرد وغبار کا اثر ہونا ضروری نہیں، تیمم ہر صورت میں ہو جائے گا۔)

کن چیزوں پر تیمم جائز نہیں:

- ☆ لکڑی، لوہا، سونا، چاندی (دھات کی جملہ اقسام)۔

☆ شیشہ، گندم، بجو (غلہ کی تمام اقسام)

☆ راکھ وغیرہ۔

غرض یہ کہ وہ تمام چیزیں جو آگ میں پکھل جاتی ہیں، یا جل کر راکھ ہو جاتی ہیں، یا گل جاتی ہیں، ان پر تیمم جائز نہیں..... البتہ اگر ان پر اس قدر گرد اور غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے اڑنے لگے یا ان پر انگلی کا نشان پڑ جائے تو ان پر تیمم کرنا جائز ہوگا۔

تیمم کے متفرق مسائل:

- ۱۔ فرض نماز کی نیت سے تیمم کیا ہو، تو سنت و نوافل ادا کرنا، نماز جنازہ پڑھنا اور قرآن پاک کی تلاوت وغیرہ کرنا جائز ہے..... لیکن قرآن مجید کی تلاوت یا اذان وغیرہ جیسے امور کے لئے تیمم کیا ہو تو نماز ادا کرنے کے لئے دوسرا تیمم کرنا ہوگا۔
- ۲۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جس عذر کے سبب تیمم کی اجازت تھی، جب وہ عذر جاتا رہے تو تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً پانی نہ ہونے کے سبب تیمم کیا تھا اور پانی مل گیا، کسی بیماری کے سبب تیمم کیا تھا اور وہ مرض جاتا رہا تو تیمم جاتا رہا۔
- ۳۔ اگر ڈر ہو کہ وضو کرتے کرتے عید یا جنازہ کی نماز ختم ہو جائے گی تو نماز سے محروم رہ جانے کے بجائے تیمم کر لینا جائز ہے۔

تیمم کی نماز کا اعادہ:

اس بارہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت کردہ حدیث ملاحظہ کیجئے۔

فرماتے ہیں:

”دو صحابی سفر پر گئے۔ نماز کا وقت آگیا اور ان کے ساتھ پانی نہیں تھا، اس لئے دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کر لی۔ نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد پانی مل گیا تو ایک نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی اور دوسرے نے نماز کا اعادہ نہ کیا۔“

”دونوں جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کا ذکر کیا۔ جن صاحب نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا:

”أَصَبْتَ السَّنَةَ وَأَجَزَأْتُكَ صَلَوَتُكَ“

”تم نے ٹھیک کیا، تم نے تیمم کر کے جو نماز پڑھی وہ ادا ہو گئی۔“

جن صاحب نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھی تھی اُن سے آپ ﷺ نے فرمایا:

”لَكَ الْآخِرُ مَرَّتَيْنِ“

”تمہیں دو ہر اثواب ملے گا۔“

(سنن ابی داؤد۔ مسند دارمی)

اس صورت میں دوسری نماز نفل شمار ہوگی۔

موزوں پر مسح

کس قسم کے موزوں پر مسح جائز ہے؟

مندرجہ ذیل قسم کے موزوں پر مسح جائز ہے:

- ۱۔ چہرہ کے ایسے موزے جن سے ٹخنوں تک پاؤں چھپے رہیں۔
- ۲۔ اونٹنی سوتی ایسے موزے جن میں چہرے کا تالا لگا ہوا ہو۔
- ۳۔ اونٹنی سوتی ایسے موٹے، گاڑھے اور مضبوط موزے جنہیں خالی پہن کر تین چار میل چل سکیں اور وہ نہ پھٹیں۔

مسح کرنے کا طریقہ:

ہاتھ کی انگلیاں پانی سے بھگو کر پاؤں کے پنجے کے اوپر رکھ کر انگلیوں کی طرف پاؤں کے اوپر کھینچیں۔ انگلیاں پوری رکھیں محض سرے رکھنا کافی نہیں۔ مسح پنجے کے اوپر کیا جاتا ہے۔ تلووں یا ایڑی کی طرف نہیں۔

مسح جائز ہونے کی شرائط:

☆ موزے وضو کی حالت میں پہنے گئے ہوں۔

☆ موزے ٹخنوں سمیت دونوں پیروں میں پہنے ہوں۔

☆ اس قدر مضبوط ہوں کہ انہیں پہن کر تین چار میل چل سکیں اور وہ نہ پھٹیں۔

☆ تین چھوٹی انگلیوں سے زیادہ نہ پھٹے ہوں۔

☆ پانی جذب نہ کرتے ہوں۔

مسح کی مدت:

☆ اپنے گھر اور قیام کی صورت میں ایک دن رات (چوبیس گھنٹوں) کے لئے مسح کافی ہوگا۔

☆ سفر میں ہوں تو تین دن اور تین رات تک مسح جائز ہوگا۔ سفر سے مراد تین منزل یا ۴۸ میل کا سفر ہے۔ مثلاً جمعہ کی صبح وضو کر کے موزے پہنے تو مقیم ہونے کی صورت میں دوسرے دن ظہر کے وقت دوبارہ تازہ وضو کرنا ہوگا اور مسافر ہونے کی صورت میں سوموار کے دن ظہر تک مسح چلے گا۔ موزے اتار کر پاؤں دھونے کی ضرورت نہ ہوگی۔

مسح کب ٹوٹ جاتا ہے؟

جن باتوں سے وضو ٹوٹتا ہے اُن سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

☆ ان کے علاوہ مسح کی مدت گزر جانے پر

☆ موزے اتار دینے پر

☆ موزے تین انگلیوں کے برابر پھٹ جانے پر۔

متفرق ضروری مسائل:

☆ موزہ پہنے ہوئے اگر غسل کی حاجت ہو جائے تو موزہ اتار کر غسل کرنا ضروری ہوگا۔

☆ غسل کے لئے موزہ پر مسح کرنا درست نہ ہوگا۔

☆ مسافر اگر موزے پہنے ہوئے ہو اور مدت سفر ختم ہونے سے قبل گھر پہنچ جائے تو

موزے اتار کر وضو کرنا ضروری ہوگا۔

جبیرہ اور پٹی پر مسح:

- ☆ ٹوٹی ہوئی ہڈی اور مویج پر لکڑی بندھی ہو یا پلاستر چڑھا ہو، اسی طرح زخم پر پٹی بندھی ہو یا مرہم کا پھیلا رکھا ہو..... اور اس کے کھولنے یا اکھاڑنے سے نقصان کا اندیشہ ہو یا سخت تکلیف ہو تو اس پر وضو اور غسل میں مسح کر لینا کافی ہے۔
- ☆ اگر زخم کو پانی سے نقصان نہ ہو تو دھونا ضروری ہے۔
- ☆ اگر زخم پر مسح کرنا نقصان نہ کرے اور پٹی کا کھولنا یا پھیلا کا اتارنا مضر نہ ہو تو زخم پر مسح کر لیں۔
- ☆ اگر پٹی کا کھولنا یا پھیلا کا اتارنا باعثِ تکلیف اور موجبِ نقصان ہو تو کھولے بغیر اس پر ہی مسح کر لینے کی اجازت ہے۔

پانی کے مسائل

۱۔ پانی کی اقسام:

پانی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جاری..... بہتا ہوا پانی مثلاً نہر، دریا، سمندر

(۲) بند..... ٹھہرا ہوا پانی مثلاً تالاب، حوض وغیرہ۔

بند پانی کی دو صورتیں ہیں، ان دونوں کے احکام مختلف ہیں:

☆ قلیل..... تھوڑا

☆ کثیر..... زیادہ

یعنی ایسا حوض اور تالاب جو شرعی گز کے اعتبار سے دس گز لمبا دس گز چوڑا ہو (شرعی گز

مروجہ گز کی تقریباً نو گزہ کے برابر ہوتا ہے)

اگر چوڑائی کم ہو لیکن لمبائی زیادہ ہو اور مجموعی اعتبار سے سو گز شرعی کے برابر ہو اور اس کے ایک کنارہ کے پانی کو حرکت دینے سے دوسرا کنارہ حرکت نہ کرے تو وہ بھی حوض میں شمار ہوگا۔

۲۔ جاری پانی کے احکام:

اگر جاری (بہتے ہوئے رواں) پانی میں نجاست گرنے سے (۱) رنگ (۲) بو (۳) مزہ میں سے ایک چیز بھی بدل جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

ایسے جاری پانی میں جب اس قدر پاک پانی مل جائے کہ اُس کے بدلے ہوئے رنگ، بو اور مزہ کو دور کر دے تو وہ پانی پاک ہو جاتا ہے۔

۳۔ کثیر بند پانی (حوض وغیرہ):

ایسے پانی کے احکام وہی ہیں جو جاری (بہتے ہوئے رواں) پانی کے احکام ہیں۔

کثیر پانی میں بدبو آ رہی ہو، مگر یہ معلوم نہ ہو کہ بدبو پاک چیز کی ہے یا ناپاک شے کی تو ایسے پانی سے اس وقت تک وضو اور غسل درست ہے جب تک اُس کے ناپاک ہونے کا علم نہ ہو جائے۔

بچوں وغیرہ کے گرنے سے بو بدل جانے یا کاہی جم جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

متفق مسائل:

- ☆ کسی مجبوری کے بغیر آبِ زم زم سے وضو اور غسل کرنا اچھا نہیں ہے۔
- ☆ دھوپ کے گرم پانی سے سفید داغ کا خدشہ ہوتا ہے، ایسے پانی سے وضو اور غسل نہ کرنا بہتر ہے۔

نجاستیں اور ناپاکی

نجاست کی دو قسمیں (حقیقی، حکمی)

۱۔ نجاستِ حقیقی:

نجاستِ حقیقی وہ ہے جو دیکھنے میں آ سکے۔ مثلاً پیشاب، پاخانہ، گوبر اور لید وغیرہ۔

نجاستِ حقیقی کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) نجاستِ غلیظہ (۲) نجاستِ خفیفہ۔

(الف) نجاستِ غلیظہ:

جو ناپاکی سخت ہو یا تھوڑی سی بھی لگ جائے تو اس کا دھونا ضروری ہو۔ نجاستِ غلیظہ میں

مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

☆ انسان کا پیشاب، پاخانہ۔

☆ تمام جانوروں کی لید، گوبر

☆ حرام جانوروں کا پیشاب

☆ انسان اور جانوروں کا بہتا ہوا خون

☆ منی اور شراب

☆ مرغی، بطخ کی بیٹ

☆ سور کا گوشت، بال، ہڈی وغیرہ تمام چیزیں

(ب) نجاستِ خفیفہ:

جو ناپاکی ذرا کم ہو اور ہلکی ہو

نجاستِ خفیفہ میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:

☆ حرام پرندوں کی بیٹ

☆ حلال جانوروں کا پیشاب

۲۔ نجاستِ حکمی:

وہ نجاست ہے جو دیکھنے میں نہیں آتی، مگر حکمِ شریعت سے ثابت ہے۔ جیسے بے وضو ہونا، غسل کی حاجت ہونا۔

نجاستِ حکمی کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) حدثِ اصغر (۲) حدثِ اکبر۔

حدثِ اصغر سے مراد ہے بے وضو ہونا۔

حدثِ اکبر سے مراد ہے غسل کی حاجت ہونا۔ اسے جنابت بھی کہتے ہیں۔

نجاستِ غلیظہ کیسے دور ہوگی؟

نجاستِ غلیظہ اگر پتلی ہو یا بہنے والی ہو جیسے پیشاب یا خون وغیرہ، تو ان کو دھونا ضروری ہے۔ اگر پھیلاؤ میں روپیہ سے کم ہو تو دھونا فرض تو نہیں مسنون ہے۔

نجاستِ غلیظہ اگر گاڑھی ہو مثلاً پاخانہ یا گوبر وغیرہ تو اس کا دھونا ضروری ہے۔ اگر ساڑھے چار ماشے سے کم ہو تو دھونا فرض نہیں مسنون ہے۔

نجاستِ غلیظہ کے احکام:

۱۔ جس حد تک نجاست کا دھونا فرض ہے۔ اگر اس نجاست کے ہوتے ہوئے نماز شروع کر دی ہے تو نماز نہیں ہوگی۔ اس نماز کو دوبارہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔

۲۔ پانی سے استنجائے بغیر نماز شروع کر دی اور نجاست کم مقدار میں تھی تو نماز مکروہ ہوگی، گو ٹوٹا نا ضروری نہ ہوگا۔

۳۔ نجاستِ غلیظہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پڑ جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گا خواہ کم مقدار میں ہو۔

۴۔ کھانے میں کوئی نجاست ذرا سی بھی پڑ جائے تو وہ کھانا ناپاک ہو جائے گا۔

نجاستِ خفیفہ کے احکام:

نجاستِ خفیفہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے، تو جس حصہ پر لگی ہے تو اس کے چوتھائی سے

کم ہونے کی صورت میں دھونا واجب نہیں، چوتھائی سے زیادہ ہو تو فرض ہے، دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی۔

نجاست خفیفہ اگر ٹھہرے ہوئے پانی میں پڑ جائے تو وہ نجس خفیف ہو جاتا ہے۔

نجاست کے عمومی احکام:

۱۔ دودھ پیتا چھوٹا بچہ اگر منہ بھر دودھ ڈال دے تو وہ نجس کے حکم میں ہوگا، لیکن اس کا دھونا ضروری ہوگا۔

۲۔ مٹی، پتھر اور اینٹ کے فرش یا دیواریں وغیرہ خشک ہو جانے اور نجاست کا اثر جاتے رہنے پر پاک ہو جاتی ہیں۔

۳۔ ایسے کبل، کپڑے یا گدے وغیرہ جو نچوڑے نہ جاسکتے ہوں، ان کے دھونے اور پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ دھو کر چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ پھر دوسری تیسری مرتبہ بھی اسی طرح کریں۔ تاہم جس قدر ملنا اور نجاست نکلنا ممکن ہو اُس کی پوری کوشش کی جائے۔

۴۔ ناپاک چیز جل کر راکھ ہو جائے تو راکھ پاک ہے۔

استنجا

استنجا کی احتیاتیں:

☆ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی:

”تم میں سے کوئی ہرگز ایسا نہ کرے کہ اپنے غسل خانہ میں پہلے پیشاب، پھر اس میں غسل یا وضو کرے، کیونکہ اکثر وضو سے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔“

(سنن ابی داؤد)

بیت الخلا جانے کی دعا:

☆ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

”میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں خبیثوں سے اور خبیثیوں سے“

قضائے حاجت کے بعد کی دعا:

☆ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذَى وَعَاقَانِي

”تمام حمد و سپاس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ سے گندگی دور فرمائی اور مجھے عافیت بخشی“

(سنن نسائی)

پنجگانہ نمازوں کے اوقات

نماز فجر:

صبح صادق سے سورج کے طلوع ہونے تک

نماز ظہر:

نصف النہار (یعنی سورج کے ڈھلنے سے اس وقت تک جبکہ ہر چیز کا سایہ دو مثل (ڈبل) ہو جائے۔

نماز عصر:

ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد غروب آفتاب تک۔

نماز مغرب:

غروب آفتاب سے شفق کی سرخی اور سپیدی غائب ہو جانے تک۔

نماز عشاء:

شفق کی سرخی اور سپیدی آسمان سے غائب ہو جانے کے وقت سے صبح صادق تک۔
افضل یہ ہے کہ نمازیں اول وقت ادا کی جائیں اور یہ احساس فرض کا عین تقاضہ ہے۔

پنجگانہ نمازوں کی حکمتیں

نماز فجر:

صبح نیند سے اٹھنے کے وقت فرض کی گئی ہے تاکہ سب سے پہلا کام بارگاہِ قدوسیّت میں حاضری اور عجز و نیاز کے اظہار سے ہو۔ دوپہر زوالِ آفتاب تک کوئی نماز فرض نہیں کی گئی تاکہ ہر شخص اس طویل وقفہ میں اپنے کام کاج اور ذمہ داریاں پوری کر سکے۔

نماز ظہر:

پورے آدھے دن کے وقفہ کے بعد فرض کی گئی ہے اور اس میں بھی یہ سہولت دی گئی کہ خواہ اول وقت ادا کی جائے یا اپنے حالات کے مطابق گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی تاخیر کر کے ادا کر لے۔ مقصد یہ ہے کہ بارگاہِ خداوندی سے غیر حاضری کی مدت اس سے زیادہ طویل نہ ہو۔

نماز عصر:

شام کے آثار شروع ہونے کے وقت فرض کی گئی ہے۔ یہ وقت بالعموم کام کاج سے رخصت پانے اور تفریحی مشاغل میں مشغول ہو جانے کا ہوتا ہے۔ بندگی کا تقاضہ ہے کہ بندہ اس وقت بھی اپنے اللہ پاک کو یاد رکھے۔

نماز مغرب:

دن کے ختم ہونے پر فرض کی گئی ہے۔ دن کے خاتمے اور رات کے آغاز کے وقت بھی بندہ بارگاہِ حق میں حاضر ہو کر اس کی حمد و ثناء کرتا ہے۔

نماز عشاء:

رات کو سونے سے قبل لازم کی گئی ہے تاکہ روزانہ کی زندگی کا آخری عمل بھی نماز ہو۔

وقت پر نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام

(احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں)

نماز فجر:

رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆

”صُحُّ كَأَجَلٍ يَحِيلُ جَاءَ عَلَى فِجْرِ نَمَازٍ يَرْهَو، كَيْونَكَ اسْ فِي اجْرٍ وَثَابٍ زِيَادَةٍ هُيْ“۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، مسند دارمی)

نماز ظہر:

نماز ظہر کے بارے میں حضرت ابی سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆

جَهَنَّمَ۔

”جب گرمی زیادہ ہو تو ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو۔ گرمی کی شدت آتش دوزخ سے ہے۔“

(صحیح بخاری)

حضور اکرم ﷺ کا اپنا عمل بھی ملاحظہ فرمائیے:

حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ

☆

”جب گرمی ہوتی تو دیر کر کے ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز پڑھتے اور جب سردی کا موسم ہوتا تو جلدی (اول وقت) پڑھ لیتے۔“

(سنن نسائی)

نماز مغرب:

مغرب کی نماز بھی حضور اکرم ﷺ اول وقت ہی ادا فرماتے تھے۔

حضرت ایوبؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے:

☆

الْمَغْرِبِ إِلَى أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ

”میری امت ہمیشہ خیر کے ساتھ رہے گی (یا فرمایا کہ) طریقہ فطرت پر رہے گی جب تک مغرب کی نماز اتنی تاخیر کر کے نہ پڑھیں کہ ستارے ظاہر ہو جائیں“
(سنن ابی داؤد)

نماز عشاء:

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت فرماتے ہیں کہ:

☆ اَنَا أَعْلَمُ بِوَقْتِ هَذِهِ الصَّلَاةِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ.....

”میں نماز عشاء کے وقت کو تم سب سے زیادہ جاننے والا ہوں“

رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جس وقت چاند کی تیسری رات میں چاند غروب ہوتا ہے۔

(سنن ابی داؤد، مسند دارمی)

یاد رہے تیسری رات میں چاند اکثر غروب آفتاب کے تقریباً ڈیڑھ سے دو گھنٹے کے درمیان غروب ہوتا ہے..... یہ تھا نماز عشاء کی ادائیگی کے لئے حضور ﷺ کا معمول۔

نمازوں میں تاخیر اور قضاء

اس مضمون کے آخر میں حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انسؓ کی یہ روایت بھی پڑھ لیجئے:

وہ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے:

☆ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا

”جب کوئی شخص نماز بھول جائے یا نماز کے وقت سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے یا سو کر اٹھے اسی وقت پڑھ لے۔“

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تقدیر الہی سے نادانستہ نماز رہ جائے یا ارادہ کے باوجود سوتے ہوئے نماز کا وقت نکل جائے تو کفارہ نہیں ہوتا۔ فوراً فوت شدہ نماز ادا کر لینی چاہیے۔ گناہ اور جرم جب ہے کہ آدمی دانستہ اور جاگتے ہوئے نماز قضا کر دے۔

اذان کا بیان

فرض نمازوں سے قبل بلند آواز سے اذان دینا سنت مؤکدہ ہے۔ (ہدایہ) حکم ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے باواز بلند اذان دیجائے۔ مقصد یہ ہے کہ اذان سن کر سب جمع ہو جائیں اور باجماعت نماز ادا کریں مسجد میں ہوں یا باہر اذان سنت نبویؐ ہے۔

اذان کیا ہے؟

اذان نماز کا بلاوا ہے۔ توحید خداوندی اور رسالت محمدیہ (علیٰ صاحب الصلوٰۃ والسلام) کا اعلان ہے۔ عبادت الہی کے لئے ندا ہے اور فلاح و کامیابی کی صدا ہے۔

اذان کے کلمات:

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں

حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ

اَوْ نماز کی طرف

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

اَوْ کامیابی کی طرف

اللَّهُ أَكْبَرُ

اللہ سب سے بڑا ہے

حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ

اَوْ نماز کی طرف

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

اَوْ کامیابی کی طرف

اللَّهُ أَكْبَرُ

اللہ سب سے بڑا ہے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

نجر کی اذان:

نجر کی اذان میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد دوبار الصَّلَاةِ خَيْرٌ مِنَ النُّومِ کہنا مستحب ہے۔ یعنی ”نماز نیند سے بہتر ہے، نماز نیند سے بہتر ہے۔“

اذان کا طریقہ:

نماز کا وقت ہو جائے تو با وضو، قبلہ رو ہو کر، کسی بلند جگہ کھڑے ہو کر بلند آواز سے اذان کہے۔ مقصد یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو دُور تک اذان کا بلاوا پہنچے اکثر مساجد کے مینار اس مقصد کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

پہلی ہر دو تکبیروں کے بعد اس قدر ٹھہرے کے سننے والا اس کا جواب دے سکے اور دوسرے کلمات میں ہر کلمہ کے بعد ٹھہر کر دوسرا کلمہ بلند کرے۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنی مسجد کے مؤذن حضرت بلالؓ کو حکم دیا تھا اِذَا اَذْنَتَ فَتَوَسَّلْ ”اذان آہستہ آہستہ یعنی ٹھہر ٹھہر کر دیا کرو“

(ترمذی)

حی علی الصلوة کہتے وقت دائیں طرف اور حی علی الفلاح کہتے وقت بائیں سمت منہ

پھیرے لیکن سینہ اور پیر قبلہ کی طرف ہی رہیں۔

اذان دیتے وقت اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں دے لی جائیں۔ حضور رسول کریم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو یہ حکم دیتے ہوئے فرمایا اَللّٰهُ اَرْفَعُ لَصَوْتِكَ ”ایسا کرنے سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہو جائے گی“

(سنن ابن ماجہ)

چند مسائل:

- ۱۔ مقررہ مؤذن موجود ہو تو اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کوئی دوسرا شخص اذان نہ کہے۔
- ۲۔ نابالغ کا اذان کہنا جائز ہے، لیکن بلا ضرورت مکروہ (ناپسندیدہ امر) ہے۔
- ۳۔ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خرید و فروخت بند کر دی جائے۔ قرآن کریم کی سورۃ جمعہ میں واضح طور پر اس کی ممانعت موجود ہے۔

اذان کا جواب:

مسنون طریقہ یہ ہے کہ مؤذن کی اذان سننے والا اذان کا جواب دے۔ حضرت عمر فاروقؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے صدق دل سے اذان کے کلمات کا جواب دیا دَخَلَ الْجَنَّةَ ”وہ جنت میں جائے گا۔“

(صحیح مسلم)

اذان کے جواب کا طریقہ یہ ہے کہ سننے والا اپنے طور پر خاموشی سے وہی کلمات دہراتا جائے جو مؤذن بلند آواز سے کہے۔ مگر جب مؤذن حی علی الصلوة اور حی علی الفلاح کہے تو سننے والا لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے۔ اشہد ان محمد رسول اللہ کے جواب میں اس کے اعادہ کے علاوہ صلی اللہ علیہ

وسلم بھی کہے۔

(در المختار)

فجر کی اذان میں الصلۃ خیر من النوم کے جواب میں کہے صدقت و بَرَزَتْ ”تو نے سچ کہا اور اچھا کہا“۔

بیک وقت یا یکے بعد دیگرے ایک سے زیادہ اذانوں کی آواز کان میں پڑے تو ان میں جو قرہی اور پہلی اذان ہو اس کا جواب کافی ہوگا۔

یہ تو زبانی جواب ہے۔ عملی جواب یہ ہے کہ اذان سن کر نماز کے لئے چل کھڑا ہو اور جماعت میں شریک ہو جائے۔

اذان کی ابتداء:

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے اور نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے مسجد کی تعمیر ہوئی تو ضرورت محسوس ہوئی کہ نماز کا وقت ہونے کے اعلان کا کوئی خاص طریقہ اختیار کیا جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا۔ کسی نے کہا بطور علامت کوئی خاص جھنڈا بلند کیا جائے۔ کسی نے رائے دی کہ کسی بلند جگہ آگ روشن کی جائے، اور کسی نے نصارے کی طرح ناقوس بجانے کی تجویز پیش کی۔

رسول کریم ﷺ کو کسی تجویز پر اطمینان نہ ہوا اور اس بارے میں متفکر رہے۔ آپ ﷺ کی اس فکر مندی نے بعض صحابہ کرام کو بہت پریشان کر دیا۔ ایک انصاری حضرت عبد اللہ بن عبد ربہ بہت ہی بے چین ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس رات خواب دیکھا۔ اس خواب میں انہیں اذان اور اقامت کی تلقین ہوئی۔ انہوں نے صبح سویرے ہی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب عرض کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”انشاء اللہ یہ رویا حق ہے۔“

حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک انصاری سے فرمایا کہ تم بلالؓ کو اذان کے کلمات یاد کرادو۔ ان کی آواز بلند ہے۔ وہ ہر نماز کے لئے اس طرح اذان دیا کریں۔

اس دن سے اذان کا یہ نظام قائم ہوا جو آج تک دین اسلام اور ملت اسلامیہ کا خاص الخاص شعار ہے۔ چودہ سو سال سے دنیا کے ہر قرہیہ اور بستی میں مؤذن اپنے گلے کی پوری طاقت اور پھپھڑوں کی پوری قوت سے تکبیر کی صدائے دل نواز بلند کر رہے ہیں۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جب کہیں نہ کہیں اذان نہ دی جا رہی ہو۔

تلقین اذان کا ایمان افروز واقعہ:

فتح مکہ کے بعد ۸ھ کا واقعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ غزوہ حنین سے واپس تشریف لارہے تھے۔ نماز کا وقت ہوا تو حضور ﷺ کے مؤذن نے اذان شروع کی۔

ابومخدرہ ایک شوخ نوجوان تھے۔ ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔ اپنے نودوستوں کے ہمراہ انہوں نے بطور مذاق اذان کی نقل اتارنی شروع کر دی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سب کو بلوا بھیجا اور فرمایا تم میں وہ کون ہے جس کی آواز سب سے بلند تھی۔

سب نے ابومخدرہ کی طرف اشارہ کیا اور یہ بات تھی بھی سچی۔ آپ ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا، انہیں روک لیا اور فرمایا کھڑے ہو کر اذان کہو۔

ابومخدرہ کو اسلام اور داعی برحقؐ سے نفرت اور بغض کے باوجود ناچار کھڑا ہونا پڑا۔ حضور ﷺ نے اذان کے کلمات بتلانے شروع کیے اور فرمایا کہو:

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر

اذان ختم ہوئی تو حضور ﷺ نے انہیں ایک تھیلی عنایت فرمائی جس میں کچھ چاندی تھی۔ سر کے اگلے حصہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور پھر دست مبارک سینہ اور چہرہ پر اور قلب و جگر پر پھیرا اور دعا فرمائی۔ بَارَكَ اللَّهُ فِينَكَ وَبَارَكَ اللَّهُ عَلَيْكَ ”اللہ تعالیٰ تیرے اندر برکت دے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے“۔

ابو مخدومہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی دعا اور دستِ مبارک کی برکت سے میرے دل سے کفر اور نفرت یکسر دور ہو گئی، ایمان اور محبت سے دل معمور ہو گیا۔ میں نے عرض کیا مجھے مکہ معظمہ میں بیت اللہ کا مؤذن بنادیتے۔ آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی۔

چنانچہ ابو مخدومہ ہمیشہ مکہ معظمہ میں اذان دیتے رہے۔ ان کے عشق کا کمال یہ ہے کہ پیشانی کے جس حصہ پر حضور ﷺ نے دستِ مبارک رکھا تھا انہوں نے اس جگہ کے بال کبھی نہ کٹوائے۔

اذان اور مؤذن کی فضیلت:

☆ ”جن وانس اور ہر مخلوق جو اذان کی آواز سنتی ہے۔ روزِ قیامت اذان دینے والے کی اذان کی گواہ ہوگی۔“ (بخاری)

☆ ”حضرت جابر جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اِنَّ الشَّيْطَانَ اِذَا سَمِعَ الْبُزَاءَ بِالصَّلَاةِ ذَهَبَ حَتَّى يَكُوْنَ وَكَانَ الرَّوْحَا“ ”جب شیطان آواز سنتا ہے تو روحا کے مقام کے برابر دور چلا جاتا ہے“ (مسلم) روحامدینہ منورہ سے کوئی ۳۶ میل دور واقع تھا۔

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اَلْمُؤَذِّنُونَ اطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَا قَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔ ”اذان کہنے والے روزِ قیامت دوسرے سب لوگوں کے مقابلہ میں دراز گردن (سر بلند) ہوں گے“

(صحیح مسلم)

☆ ارشادِ نبویؐ ہے ”اذان کہنے والے اور تلبیہ پڑھنے والے اپنی قبروں سے اس حال میں

ٹکلیں گے وہ اذان بلند کرتے ہوں گے اور تلبیہ پڑھتے ہوں گے۔“

(معجم الاوسط طبرانی)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

”امام ضامن ہے (اس پر اپنی نماز کے علاوہ مقتدیوں کی نماز کی بھی ذمہ داری ہے) مؤذن امین ہے (اُس پر صحیح وقت پر نمازوں کے لئے بلا دے کا اعتماد کیا جاتا ہے)۔ اے اللہ! ماموں کو ٹھیک چلنے کی توفیق دے اور مؤذنوں کی مغفرت فرمادے۔“

(مسند احمد، جامع ترمذی، مسند شافعی)

اذان کے بعد کی دعا

اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ النَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ النَّامَةُ

اے اللہ! اے اس کامل بلا دے اور قائم ہونے والی نماز کے رب

اَبِ مُحَمَّدًا ۝ اَلْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالذَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ

حضرت محمد کو وسیلہ، فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما

وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ الَّذِي وَعَدْتَهُ

انہیں اس مقام محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے

وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۝

اور ہمیں قیامت کے دن اُن کی شفاعت عطا فرما

اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

یقیناً تو وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا ہے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے۔ ”جس نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی حَلَّتْ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ“ وہ قیامت کے دن میری شفاعت کا حق دار ہوگا۔“

(صحیح بخاری)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں، یعنی ان دس خوش نصیب لوگوں میں جن کی بخشش کی خوشخبری خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں دی..... وہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اذان میں شہادت توحید اور شہادت رسالت کے کلمات سن کر یہ کہا اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔

اقامت (تکبیر)

فرض نمازوں کے لئے نماز باجماعت سے قبل اذان کی طرح اقامت (تکبیر) کہنا سنت ہے بلکہ اس کی تاکید اذان سے بھی زیادہ ہے۔ (شامی)

اقامت کے کلمات:

وہی ہیں جو اذان کے ہیں۔ اضافہ صرف اس قدر ہے کہ حی علی الفلاح کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ دوبارہ کہا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ ہے ”تحقیق نماز کھڑی ہوگئی“

تکبیر کے مسائل:

تکبیر کہنے کا حق اس شخص کو ہے جس نے اذان پڑھی ہو۔ حضرت زیاد بن الحارث صدائی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فجر کی اذان کا حکم دیا۔ میں نے اذان دی۔ اقامت کا وقت ہوا تو حضرت بلالؓ نے تکبیر کہنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا إِنَّ أَخَا ضَدَاءٍ قَدْ أَذَّنَ وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ۔ ”تمہارے بھائی ضدائی نے اذان دی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو اذان دے وہی تکبیر کہے۔“

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

☆ اذان اور تکبیر کے درمیان دُعا کا خاص وقت ہے۔

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اذان اور تکبیر کے درمیان دعا رُذنیس کی جاتی“ (ترمذی شریف)

☆ تکبیر کے کلمات جلد جلد کہنا سنت ہے، اذان کی طرح ٹھہر ٹھہر کر تکبیر نہیں کہی جاتی۔

☆ تکبیر کے دوران اگر کوئی کلمہ رہ جائے یا آگے پیچھے ہو جائے تو جہاں یاد آئے وہیں سے لوٹ جائے اور جہاں تک صحیح تھی اس کے آگے شروع کر دے پوری اقامت از سر نو پڑھنا ضروری نہیں۔ (دُر مختار)

☆ تکبیر کے کلمات کا (اذان کی طرح) جواب دینا احادیث نبوی سے منقول نہیں۔ تاہم اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے روکنا بھی لازم نہیں۔

آداب مسجد

مسجد میں داخل ہونے کے آداب:

- ۱۔ مسجد کی طرف ہمیشہ پورے ادب و احترام سے چلیں، دوڑتے ہوئے داخل نہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی طرف اور مسجد کے اندر دوڑنے سے منع فرمایا ہے خواہ اس میں جماعت کی کوئی رکعت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہی کیوں نہ ہو۔ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے پہلا اپنا داہنا قدم اندر رکھیں اور یہ دعا پڑھیں:

☆ اللَّهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

”اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔“

- ۳۔ مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نفل نماز پڑھنا مسنون ہے۔ اسے ”تحیۃ المسجد“ کہتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے۔

☆ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ

يَجْلِسَ

”جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہیے کہ بیٹھنے سے قبل دو رکعت

پڑھے

(صحیحین)

مسجد کے فضائل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے:

☆ أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ أَسْوَاقُهَا۔

”شہروں اور بستیوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ان کی مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ مبغوض (ناپسندیدہ ترین مقامات) اُن کے بازار ہیں۔“

(صحیح مسلم)

☆ رَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْهِ۔

”مسجد سے باہر جانے کے بعد بھی اس کا دل مسجد ہی سے انکار ہے۔ جب تک پھر مسجد میں نہ آجائے“

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

☆ الْمَسَاجِدُ يُبَوِّتُ اللَّهُ وَالْمُؤْمِنُونَ زُؤَارُ اللَّهِ وَحَقُّ عَلَى

النَّمْرِ أَنْ يُكْرِمَ زَائِرَهُ۔

”مسجدیں اللہ کا گھر ہیں اور ان میں حاضر ہونے والے اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے ملاقاتی (مہمان) ہیں اور جس کی ملاقات کو کوئی آئے اُس پر حق ہے کہ وہ آنے والے ملاقاتی کا اکرام کرے۔“

(کنز العمال)

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆ إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ لِمَسْجِدٍ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيمَانِ

فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مِنْ أَمَنِ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔

”جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے، اس کی خدمت کرتا ہے تو اس کے لئے ایمان کی شہادت دو کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔“

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مسند دارمی)

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

☆ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا

فِي الْجَنَّةِ۔

”فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے ”جو کوئی اللہ کی رضا کے لئے مسجد تعمیر کرائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک شاندار محل تعمیر فرمائے گا۔“

(صحیح بخاری و مسلم)

مساجد کی صفائی اور تزئین:

مساجد کی تعمیر کے علاوہ مساجد کی صفائی اور نگہداشت بھی بڑا اجر رکھتی ہے۔ ائمہ المؤمنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

☆ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ فِي الدُّورِ وَأَنْ يُنْظَفَ

وَيُطَيَّبَ۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا محلوں میں مسجدیں بنانے کا اور اُن کی صفائی اور

خوشبو کے اہتمام کا۔“

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتَنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا
فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَتَأَذَى مِنْهُ الْإِنْسُ۔

”جو شخص اس بدبودار درخت (پیار یا لہسن) سے کھائے وہ ہماری مسجد کے نزدیک نہ آئے۔ جس چیز سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔“

(بخاری و مسلم)

احکام مسجد

احادیث نبوی:

☆ حَبِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِينَكُمْ وَشُرَاةَكُمْ وَبَيْعَكُمْ
وَخُصُومَاتَكُمْ وَرَفَعَ أَصْوَاتَكُمْ وَأَقَامَةَ حُدُودِكُمْ وَسَلَّ
سُيُوفِكُمْ۔

”تم اپنی مساجد سے دور الگ رکھو

اپنے چھوٹے بچوں کو اور دیوانوں کو،

اپنی خرید و فروخت کو،

اپنے باہمی جھگڑوں کو اور شور و شغب کو،

حدوں کے قائم کرنے کو

اور اپنی تلواریں بے نیام کرنے کو۔“

(سنن ابن ماجہ)

☆ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُونُ حَدِيثُهُمْ فِي مَسَاجِدِهِمْ
وَفِي أَمْرِ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوهُمْ فَلَيْسَ لِلَّهِ فِيهِمْ حَاجَةٌ۔

”لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مساجد میں لوگ دنیوی معاملات پر بات چیت کرنے لگیں گے، تم ان کے پاس نہ بیٹھنا۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔“

(شعب الایمان، بیہقی)

جائز نہیں:

☆ ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کر دینا جائز نہیں۔

مستورات کا مساجد میں آنا:

۱۔ دوسری طرف آپ ﷺ نے نیک نہاد خواتین کو فرمایا:

☆ صَلَّوْا نَتَّكِ فِي دَارِكْ خَيْرُ مَنْ صَلَّوْا نَتَّكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكَ۔

”تیری نماز تیرے اپنے گھر میں بہتر ہے۔ اپنے قبیلہ کی مسجد میں نماز ادا کرنے سے۔“

اس ارشاد نبوی کی مخاطب حضرت ام حنیدہ سعدیہ صحابیہ ہیں وہ خود اپنا واقعہ یوں بیان

کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

۱۔ گویا ایک طرف حضور ﷺ نے مردوں کو ترغیب دی کہ اپنی مستورات کو مسجدوں میں

حاضر ہو کر نماز ادا کرنے سے نہ روکیں۔ دوسری طرف عورتوں کو فرمایا کہ وہ اپنے

گھروں میں نماز ادا کریں تو یہ زیادہ بہتر ہے..... لیکن جب عورتوں اور مردوں

کے حالات میں تبدیلی آگئی اور فتنوں کے اندیشے پیدا ہو گئے تو محرم اسرار نبوت، اہل بیت کی ماں، زوج النبی حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ نے فرمایا:

☆ لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَخَذَتْ النِّسَاءُ لَمَنْعَهُنَّ الْمَسَاجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ۔

”اگر اللہ کے رسول ﷺ ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے (اپنی طرز زندگی میں) اب پیدا کر لی ہیں، تو آپ ﷺ ان کو مسجدوں میں جانے سے منع فرمادیتے۔ جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو (اگلے پیغمبروں کے زمانہ میں) روک دیا گیا تھا۔“ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

نماز باجماعت

علم جماعت:

☆ مَنْ سَمِعَ الْمُتَنَادِيَ فَلَمْ يَفْتَعِهِ مِنْ اتِّبَاعِهِ عُذْرٌ قَالُوا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّى۔

”جو شخص نماز باجماعت کے لئے مؤذن کی اذان سنے اور جماعت میں شریک ہونے میں اس کے لئے کوئی واقع عذر مانع نہ ہو مگر وہ پھر بھی شریک نہ ہو تو اس کی نماز اللہ کے ہاں قبول نہ ہوگی۔“

صحابہؓ نے عرض کیا ”واقع عذر کیا ہو سکتا ہے؟“ فرمایا ”جان و مال کا خوف یا بیماری۔“ (سنن ابی داؤد، سنن دارقطنی)

ترک جماعت پر وعید:

☆ لَيَنْتَهِيَنَّ رِجَالٌ عَنْ تَرْكِ الْجَمَاعَةِ أَوْ لَا خَيْرَ لَّيُؤْتِيَهُمْ

”لوگوں کو چاہئے کہ وہ ترک جماعت سے باز آجائیں ورنہ میں ان کے گھروں میں آگ لگوا دوں گا۔“

(کنز العمال، ابن ماجہ)

نماز باجماعت کی فضیلت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

☆ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعَشْرِينَ دَرَجَةً

”باجماعت نماز ادا کرنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں سترائیس درجے زیادہ افضل ہے۔“

(صحیحین)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ”جو شخص چالیس دن تک ہر نماز جماعت کے ساتھ پڑھے، اس طرح کہ اس کی تکبیر اولیٰ (پہلی تکبیر) بھی فوت نہ ہوگی ہو تو اسے دو باتوں سے نجات لکھ دی جاتی ہے، ایک آتش دوزخ سے دوسرے نفاق سے۔“

(جامع ترمذی)

☆ نماز باجماعت کی فضیلت کا مزید اندازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث سے کیجئے کہ اٹھائے دو جہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص نے بحسن و خوبی وضو کیا۔ پھر وہ جماعت کے ارادہ سے مسجد کی طرف گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ چکے ہیں۔ تو اللہ بزرگ و برتر اسے جماعت میں شریک لوگوں کے برابر اجر دے گا اور ان لوگوں کے اجر و ثواب میں سے کوئی کمی نہ ہوگی۔“

(سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

بزرگوں کے ہاں جماعت کی قدر و قیمت:

☆ ایک دفعہ خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک نماز جماعت سے رہ گئی تو اس کے کفارہ میں آپ نے اپنا کجیوروں کا ایک بیش قیمت بارغ خیرات کر دیا۔
☆ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ کا یہ حال تھا (اللہ باپ بیٹا دونوں سے راضی) اگر کسی وقت جماعت سے رہ جاتے تو سوگ واروں کی طرح بیٹھ جاتے، اس غم میں کھانا پینا بھی چھوٹ جاتا۔

جماعت میں صف بندی:

☆ سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ
”لوگو! نماز میں صفوں کو برابر کیا کرو۔ کیونکہ صفوں کو سیدھا کرنا اور برابر کرنا نماز اچھی طرح ادا کرنے کا جزو ہے۔“

(صحیح بخاری و مسلم)

☆ حضرت رسول کریم ﷺ نماز میں ہمیں برابر کرنے کے لئے ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے۔ برابر، برابر ہو جاؤ اور مختلف نہ ہو (آگے پیچھے نہ ہو) ورنہ اس کی سزا میں تمہارے قلوب باہم مختلف ہو جائیں گے۔“

(صحیح مسلم)

صفو اول:

نماز باجماعت میں صفِ اول کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس ضمن میں ہم چند ارشادات نبوی نقل کرتے ہیں۔ فرمایا:

☆ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمَقْدَمَ ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمَوْخَرِ۔

”پہلا صف پوری کیا کرو، پھر اس کے قریب والی تاکہ جو کی گسر رہے وہ آخری ہی

صف میں رہے“

(سنن ابی داؤد)

☆ حضور اکرم ﷺ نے یہاں تک فرمایا ہے:

”اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کا کیا اجر و ثواب ہے؟ اور اس پر کیا صلہ ملنے والا ہے تو لوگوں میں اس کے لئے ایسی کشش ہو کہ قرعہ اندازی سے فیصلہ کرنا پڑے“

(بخاری و مسلم)

صفوں کی ترتیب:

سرورِ عالم، ہادیِ برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام صفوں کی ترتیب کس انداز میں فرماتے تھے۔ اس کا جواب حضرت ابوماک اشعرئی کی زبانی سنئے۔ فرمایا:

”کیا میں تم سے رسول اللہ ﷺ کی نماز بیان کروں؟“ پھر خود بیان کیا ”آپ ﷺ نے نماز قائم فرمائی۔ پہلے مردوں کو صف بستہ کیا۔ ان کے پیچھے بچوں کی صف بنائی۔ اس کے بعد نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا میری امت کی نماز کا یہی طریقہ ہے۔“

(سنن ابی داؤد)

اگر نمازی صرف دو ہوں یعنی ایک امام اور دوسرا مقتدی۔ تو اس مقتدی کو امام کے دائیں ہاتھ کھڑا ہونا چاہئے۔ اور جب دو ہو جائیں تو دونوں امام کے پیچھے ہو جائیں، اور دوسری صف بنالیں۔

جماعت کے چند ضروری مسائل:

سنن ابی داؤد میں حضرت ابی ہریرہ کی یہ روایت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا:

”جب تم نماز کو آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ میں شریک ہو جاؤ ورنہ اس کو کچھ شمار نہ کرو اور جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا اس نے نماز (یعنی وہ رکعت) پالی۔“

باجاماعت نماز کے چند مسائل:

- ۱۔ امامہ باندھ کر نماز پڑھنا اور پڑھانا افضل ہے، مگر اس کو امامت کے لئے لازمی سمجھنا درست نہیں۔ بلکہ ہر وقت امامہ سر پر ہے۔
- ۲۔ امام تکبیر تحریمہ یا دوسری کوئی تکبیر بلند آواز کے بجائے بھول کر آہستہ کہہ لے تو نماز ہو جائے گی۔ سجدہ ہو و واجب نہ ہوگا۔ مقتدی ایسی صورت میں امام کی پیروی کرے۔ (شامی)

اپنے مقتدیوں کی رعایت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب تم میں سے کوئی لوگوں کا امام بن کر نماز پڑھائے تو چاہئے کہ ہلکی نماز پڑھائے (یعنی زیادہ طویل نہ کرے) کیونکہ مقتدیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی، اور بوڑھے بھی اور جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز تنہا پڑھنی ہو تو جتنی لمبی چاہے پڑھے۔“ (صحیحین)

حضرت قیس بن حازم رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان کیا ہے:

”مجھ سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

”یا رسول اللہ! بخدا۔ میں فلاں شخص کی وجہ سے صبح کی نماز میں شریک نہیں ہوتا کہ وہ بہت طویل نماز پڑھاتا ہے۔“

راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ نے اس بارہ میں خطبہ دیا) اور میں

نے بھی آپ ﷺ کو خطبہ کے دوران اس دن سے زیادہ غضب ناک نہیں دیکھا اس خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو (اپنے غلط طرز عمل سے اللہ کے بندوں کو) دُور بھگانے والے ہیں۔ جو کوئی تم میں سے لوگوں کا امام بنے اور ان کو نماز پڑھائے تو نماز اختصار کے ساتھ پڑھائے، کیونکہ ان میں ضعیف بھی ہوتے ہیں، بوڑھے بھی اور کام کاج والے بھی۔“ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضور ﷺ کی ذاتی مثال:

گویا اپنے مقتدیوں کی رعایت میں جہاں نماز میں اختصار کی ضرورت ہے۔ وہاں نماز کو ادھورا چھوڑنا، یا عجلت کرنا مطلوب نہیں بلکہ اس کی تکمیل اور کمال بھی اسی قدر ضروری ہے۔ مقتدیوں کی قسمیں:

کوئی مقتدی مندرجہ ذیل حالات سے خالی نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے مقتدیوں کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ مُدْرِك:

جو شخص امام کے ساتھ پہلی رکعت میں شریک ہو اور آخر تک ساتھ رہا۔ اس طرح اس کو پوری نماز مل گئی۔ اسے ”مُدْرِك“ کہتے ہیں۔

۲۔ مُسْبُوق:

جو شخص بعد میں شریک نماز ہوا ہو۔ ابتدا کی اسے ایک یا کئی رکعت نہ ملی ہوں۔ وہ ”مُسْبُوق“ ہے۔

۳۔ لَاحِق:

وہ شخص ہے جو امام کے ساتھ ابتدا سے شریک نماز ہوا، مگر بعد میں اس کی ایک یا زیادہ رکعات جاتی رہیں۔ مثلاً درمیان میں قعدہ یا سجدہ میں آنکھ لگ گئی اور اس دوران امام نے ایک یا

چند رکعات پڑھ لیں۔

۴۔ مسبوق لاحق:

وہ شخص ”مسبوق لاحق“ کہلاتا ہے جو بعد میں شریک نماز ہوا اور اس کے بعد اس کی ایک زیادہ رکعات لاحق کی طرح جاتی رہیں۔

ان چاروں صورتوں میں مسائل کی نوعیت مختلف ہے۔ اس لئے احکام بھی مختلف ہیں۔ قارئین کی آسانی کے لئے ہم ہر ایک کے ضروری احکام و مسائل جدا جدا بیان کرتے ہیں۔

مقتدیوں کے عمومی مسائل:

۱۔ امام کی قرأت سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ احناف کے نزدیک کسی مقتدی کا امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۲۔ ضروری ہے کہ امام اور مقتدی دونوں کی نماز ایک ہو۔ مثلاً امام نفل پڑھ رہا ہو تو اس کے پیچھے مقتدی فرض نماز کی نیت نہیں کر سکتا۔ یا امام ادا نماز پڑھ رہا ہو تو مقتدی اپنی قضا نماز اس کے پیچھے ادا نہیں کر سکتا۔ البتہ امام فرض پڑھ رہا ہو تو مقتدی نفل کی نیت سے اقتدا کر سکتا ہے۔

۳۔ مقتدی خواہ اکیلا ہو امام سے آگے یا بالکل برابر نہ کھڑا ہو اور پیچھے کھڑا ہو۔ یعنی کم از کم اس کی ایڑی امام کی ایڑی سے پیچھے ہو۔

۴۔ مقتدی مسجد کی چھت پر مسجد سے ملحقہ مکان میں یا میدان میں امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے، بشرطیکہ

(الف) امام سے آگے نہ ہو جائے۔

(ب) درمیان میں کوئی شے اقتداء سے روکنے والی نہ ہو۔

(ج) درمیان میں زیادہ فاصلہ نہ ہو، مثلاً عام گزرگاہ وغیرہ۔

(د) امام کی تکبیروں کی آواز وہاں تک پہنچ سکتی ہو، براہ راست یا کبتر اور لاؤ سپیکر کے ذریعہ۔

..... بصورت دیگر نماز نہ ہوگی.....

۵۔ مقتدیوں کی صفوں کے درمیان بھی اس قدر فاصلہ نہیں ہونا چاہیے کہ جس سے کوئی سواری گزر سکے۔

۶۔ ایک شخص فرض نماز پڑھ چکا ہو اور اسے جماعت مل جائے تو وہ نفل نماز کی نیت کر کے جماعت میں شریک ہو سکتا ہے..... لیکن فجر اور عصر کی نماز میں نہیں۔

۷۔ مقتدی نے ابھی رکوع یا سجدہ میں تسبیح تین بار بھی نہ کہی ہو، یا قعدہ میں تشہد ابھی مکمل نہ کی ہو اور امام نے رکوع یا سجدہ سے سر اٹھالیا یا قعدہ سے کھڑا ہو گیا تو مقتدی بھی اس کے پیروی کرے۔ تسبیح یا تشہد مکمل کرنے کے لئے تاخیر روا نہیں۔

۸۔ مقتدی اگر امام سے پہلے دوسرا رکن کر لے، خواہ کسی وجہ سے ہو تو مقتدی کو پھر ٹوٹ آنا چاہیے۔

مسبوق کیسے شریک جماعت ہو؟

وہ شخص جو ابتداء سے نماز میں شریک نہیں تھا۔ بعد میں شامل ہوا، وہ مسبوق ہے۔ مسبوق پہلے نماز کی نیت کرے (خواہ دل میں ہو) پھر اطمینان کے ساتھ، کھڑے ہو کر، تکبیر تحریمہ کہہ کر، ہاتھ باندھے (امام رکوع میں ہو تو دوبارہ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر رکوع میں جائے۔

اگر ایک دفعہ بھی سبحان ربی العظیم کہہ لیا۔ یا امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کہنے سے قبل رکوع میں شامل ہو گیا تو یہ رکعت ہوگئی۔ ورنہ نہیں..... لیکن یہ امر ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ ہر رکعت طے یا نہ طے، امام جس حال میں ہو، اس کے ساتھ شریک جماعت ہو جانا ہی اقتداء امام ہے۔

بعض حضرات امام کو رکوع میں دیکھ کر رکعت حاصل کرنے کی خاطر دوڑ کر آتے ہیں، یہ صورت یکسر منع ہے..... اس طرح کہ جلدی جلدی نیت کی اور اللہ اکبر کہہ کر بغیر ہاتھ باندھے سیدھے رکوع میں چلے گئے۔ یہ بھی درست نہیں۔ یاد رکھیں نیت کرنا، کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنا، ہاتھ باندھنا، دوبارہ تکبیر کہہ کر رکوع میں جانا ضروری ہے۔

مسبوق بقیہ نماز کیسے پوری کرے؟

مسبوق (بعد میں شریک جماعت ہونے والا) آخر تک امام کے ساتھ شریک نماز رہے۔
البتہ جب امام سلام پھیرے تو مسبوق سلام نہ پھیرے بلکہ پہلے سلام کے بعد کھڑا ہو جائے۔

چھوٹی ہوئی رکعات کو اس طرح ادا کرے گویا اس نے ابھی نماز شروع کی ہے۔ مثلاً:

(الف) ایک رکعت چھوٹی ہو تو کھڑے ہو کر ثناء، تہود، فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے۔

(ب) دو رکعات رہ گئی ہوں تو پہلی رکعت میں ثناء، تہود، تسمیہ، فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے۔

(ج) تین رکعات رہ گئی ہوں تو پہلی رکعت میں ثناء، تہود، تسمیہ، فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھیں اور

رکعت پوری کر کے قعدہ کریں..... دوسری رکعت فاتحہ اور سورۃ کے ساتھ

پڑھیں اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں..... تیسری رکعت میں

صرف فاتحہ پڑھیں، سورۃ نہ پڑھیں اور رکوع و سجود کے بعد حسب قاعدہ نماز مکمل کر کے

سلام پھیر دیں۔

(د) مغرب کی ایک رکعت امام کے ساتھ ہو یعنی دو رکعات رہ گئی ہوں تو امام کے سلام

پھیرنے کے بعد اپنی پہلی رکعت میں ثناء، تہود، تسمیہ، فاتحہ اور سورۃ پڑھیں اور رکعت

مکمل کر کے قعدہ کریں۔

دوسری رکعت میں فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر رکعت پوری کریں اور قعدہ اخیرہ کر کے سلام

پھیر دیں۔

مسبوق کی محمول کے مسائل:

۱۔ مسبوق اگر محمول کر امام کے ساتھ سلام پھیر لے۔ خواہ دونوں طرف ہو تو بھی کھڑے

ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کر لے اور بعد میں سجدہ ہو کر لے نیز سلام کلام کرنے سے بھی

نماز فاسد ہو جائے گی۔

۲۔ مگر مسبوق امام کے سلام پھیرتے ہی کھڑا ہو گیا اور امام نے سجدہ ہو کیا تو مسبوق لوٹ

آئے اور بغیر سلام پھیرے امام کے ساتھ سجدہ ہو میں شریک ہو جائے۔

۳۔ مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ ہو کا سلام نہ پھیرنا چاہیے۔ البتہ سجدہ ہو میں امام کے

ساتھ شریک ہو، پھر جب امام سجدہ ہو کے بعد دائیں طرف سلام پھیر لے تو حسب

قاعدہ مقتدی اپنی باقی نماز پوری کرے۔

۴۔ اگر امام آخری رکعت میں تشہد کے بعد کھڑا ہو جائے مثلاً چار رکعت کے بعد بھی

پانچویں رکعت شروع کر دے تو مسبوق اس کی پیروی نہ کرے، خاموش بیٹھ کر انتظار

کرے۔ اگر امام لوٹ آئے تو مسبوق اس کے ساتھ سجدہ ہو کر جننے کے بعد حسب

قاعدہ اپنی بقیہ نماز پوری کر لے۔ اگر امام نہ لوٹے بلکہ پانچویں رکعت کا سجدہ بھی

کر لے تو مسبوق اپنی بقیہ نماز پوری کر لے۔

۵۔ اگر مسبوق کو اپنی بقیہ نماز ادا کرتے ہوئے کوئی سجدہ ہو جائے تو آخر میں سجدہ ہو کر لے۔

لاحق اپنی نماز کیسے پوری کرے؟

یعنی جماعت کے دوران سو جانے، یا ہجوم کے سبب سجدہ وغیرہ نہ کر سکنے کے سبب، یا

کسی وجہ سے کوئی رکعت یا رکعت رہ جائے تو وہ کیسے ادا کرے؟ اگر سو جانے کے سبب کوئی رکعت رہ

گئی تھی، تو جس وقت جاگے، پہلے اپنی چھوٹی ہوئی نماز کو (امام کا ساتھ چھوڑ کر) پڑھ لے اور اس

طرح پڑھے جیسے امام کے ساتھ پڑھتا ہے، یعنی قیام میں قرأت نہ کرے..... جب

چھوٹی ہوئی نماز پوری ہو جائے تو امام کے ساتھ ہو کر باقی نماز پوری کر لے۔ اس دوران اگر امام

نے سلام پھیر دیا تو باقی نماز دستور کے مطابق پوری کرے۔

لاحق سے اگر کوئی غلطی ہو جائے اور سجدہ سہو لازم آجائے تو اس کو ادا کرنا واجب نہیں۔

کیونکہ وہ اس وقت بھی امام کا مقتدی ہے اور مقتدی کے سو پر مجبہ واجب نہیں ہوتا۔

دوسری جماعت:

۱۔ ایسی مسجد میں جہاں نہ امام مقرر ہو، نہ مؤذن اور نمازی بھی باقاعدہ نہ ہوں۔ اس میں

دوسری جماعت، دوسری اقامت کے ساتھ بلا کراہت درست ہے۔

۲۔ محلہ کی مسجد میں امام اعظمؒ کے نزدیک مصلیٰ ہٹا کر، جگہ تبدیل کرنے سے بھی جماعت

ثانی میں کراہت رہتی ہے۔ اس کی حکمت اور علت ظاہر ہے کہ اس اجازت سے فائدہ

اٹھا کر قصد اجماع اولیٰ کو ترک کرنے کی عادت کا خطرہ ہے نیز اس سے سستی

اور کاہلی کے علاوہ جماعت کا وقار برقرار رہنا مشکل ہو جائے گا۔

۳۔ مسجد میں دوسری جماعت کی نوبت اس صورت میں آتی ہے کہ نمازی مقررہ وقت پر نہ

پہنچے ہوں اور یہ بات بجائے خود پسندیدہ نہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک

سب سے پسندیدہ عمل وہ نماز ہے جو وقت پر ادا کی جائے۔

۴۔ مسجد کے علاوہ جہاں کچھ نمازی جمع ہو جائیں، باجماعت نماز ادا کریں جماعت سے

قبل اقامت (کبیر) کہنا شفع ہے۔ اگر مسجد کی اذان کی آواز وہاں آتی ہے تو اذان

نہ دینے میں کوئی قباحیت نہیں۔ بصورت دیگر اذان بھی شفع نبویؐ ہے۔

نماز میں تہمہ دینا

(امام کو غلطی پر متوجہ کرنا)

طریقہ:

امام سے قرأت میں غلطی ہو جائے تو مقتدی غلطی پر امام کو متوجہ کرنے (تہمہ دینے)

کی نیت سے وہ آیت صحیح پڑھ دے اور امام اپنی غلطی کو درست کر لے۔

امام سے اگر کسی اور رکن میں غلطی ہو جائے تو حسب موقع سبحان اللہ یا اللہ اکبر

دے۔ سبحان اللہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔ (عالمگیری) تہمہ دینے سے نہ امام کی نماز میں خلل پڑتا ہے،

نہ مقتدی کی نماز میں خرابی واقع ہوتی ہے۔

چند مسائل:

۱۔ اگر امام بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو اور قضا بہ لگ جائے تو امام رکوع کر لے تاکہ تہمہ

دینے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

۲۔ جو شخص جماعت میں شریک نہ ہو اس سے تہمہ لینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

۳۔ اگر امام پہلا قعدہ کرنا بھول کر آدمے سے زیادہ کھڑا ہو جائے تو قعدہ کے لئے اشارہ

نہ کریں، نیز یہ کہ امام کھڑا ہو جائے تو مقتدی نہ بیٹھے ہیں۔

۴۔ قعدہ آخری میں اگر امام بھول کر کھڑا بھی ہو جائے تو تہمہ دے سکتے ہیں۔ لیکن اگر امام

نہ بیٹھے تو خود بھی کھڑے ہو جائیں۔

۵۔ مقتدی کسی صورت میں امام کو اپنی اقتداء کے لئے مجبور نہ کریں، بلکہ امام کی پیروی

کریں، غلطی پر صرف تہمہ دے دیں۔

۶۔ اگر مقتدی، غلطی سے امام کو غلط تہمہ دے دے، اور امام نہ مانے تو اس سے اس کی نماز

میں خلل نہیں پڑتا۔ لیکن تہمہ دینے کے لئے احتیاط لازم ہے۔

نماز کے مسائل

۱۔ شرائط نماز

۱۔ جسم پاک ہو:

نماز کے تیرہ فرض ہیں، جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ ان میں سات باہر کے ہیں انہیں

شرائط نماز کہتے ہیں۔ چھ اندر کے ہیں انہیں ارکان نماز کہتے ہیں۔

ہم پہلے شرائط نماز بیان کرتے ہیں۔

نماز کی اولین شرط یہ ہے کہ جسم ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو۔

یعنی جسم پر نہ حقیقی (ظاہری نجاست) ہو جیسے بول و براز یا خون وغیرہ۔ نہ حکمی نجاست ہو، یعنی وہ نجاست جو ظاہر تو نظر نہیں آتی لیکن شریعت کے حکم سے نجاست میں داخل ہے۔ جیسے وضو نہ ہونا یا غسل کی حاجت ہونا۔

۲۔ کپڑوں کا پاک ہونا:

جو کپڑے نمازی کے جسم پر ہوں ان سب کا پاک ہونا ضروری ہے۔ مثلاً اگر تہ، پاجامہ، زیر جامہ، ٹوپی، عمامہ، وغیرہ۔

یہ سب کپڑے نجاست سے پاک ہوں، نجاست غلیظہ ایک درہم تک معاف ہے اور نجاست خفیفہ چوتھائی کپڑے تک معاف ہے۔ ان کے تفصیلی احکام کتب فقہیہ میں ”نجاستیں اور ناپاکی“ کے زیر عنوان ملاحظہ کر لیں۔

۳۔ جگہ پاک ہونا:

نماز کی جگہ کا پاک ہونا تیسری شرط ہے۔ یعنی وہ جگہ جو نمازی کے دونوں قدموں اور گھٹنوں، نیز ہاتھوں اور سجدہ کی جگہ کے درمیان ہو۔

۴۔ ستر بچھنا:

ستر سے مراد ہے مرد کا ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ اور عورت کے لئے دونوں ہتھیلیوں، پاؤں اور منہ کے سوا تمام جسم۔

۵۔ نماز کا وقت ہونا:

نماز کے لئے پانچویں شرط ہے کہ نماز شریعت کے مقرر کردہ وقت پر ادا کی جائے۔ قبل از وقت پڑھنے سے ادا نہ ہوگی اور وقت گزرنے کے بعد قضا ہوگی۔

۶۔ استقبال قبلہ (قبلہ رو ہونا)

بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی طرف رخ ہونا نماز کی چھٹی شرط ہے۔ اسے کعبۃ اللہ اور بیت

اللہ الحرام بھی کہتے ہیں۔ اللہ کا گھر سعودی عرب کے شہر مکہ معظمہ میں واقع ہے۔ جو ہمارے ملک پاکستان، ہندوستان، وغیرہ کے مغرب کی سمت میں ہے۔

۷۔ قیئت کرنا:

نماز کی ساتویں شرط نماز کی نیت کرنا ہے۔ مثلاً جس وقت کی جو نماز اور جس قدر رکعتیں ادا کرنی ہوں، اُن کی نیت کرنا۔ دل کے علاوہ زبان سے بھی نیت کرنا مستحب ہے۔

شرائط نماز کے متفرق مسائل:

۱۔ پٹروں کا پاک ہے، اس سے کپڑے دھونا جائز ہے۔

۲۔ زمین پر اگر پیشاب وغیرہ کوئی نجاست پڑ گئی اور خشک ہو گئی، بدلو بھی جاتی رہی تو وہ پاک ہو گئی اس پر نماز پڑھنا درست ہے۔

۳۔ اگر قبلہ کی صحیح سمت معلوم نہ ہو اور کسی ذریعہ سے معلوم بھی نہ ہو سکتی ہو تو اپنے گمان غالب سے (جس طرف دل گواہی دے) اُس طرف رخ کر کے نماز ادا کر لے، لیکن خوب سوچ کر فیصلہ کرے۔

۴۔ دوران نماز اگر صحیح سمت قبلہ معلوم ہو جائے تو نماز کے دوران ہی اُس طرف رخ کر لے۔

۵۔ نماز کے بعد اگر معلوم ہو کہ صحیح سمت کچھ اور تھی، نماز پھر بھی ہو جائے گی۔ دوبارہ دوہرانا ضروری نہیں۔

۲۔ ارکان نماز

ارکان نماز سے مراد وہ چھ فرض ہیں جو نماز کے اندر لازم ہیں۔

۱۔ تکبیر تحریمہ:

نیت باندھتے وقت سیدھے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہنا پہلا رکن ہے بلا عذر جھکے جھکے کہنا کافی نہیں۔

۲۔ قیام (کھڑا ہونا):

فرض اور واجب نمازوں میں ایسے سیدھے کھڑا ہونا کہ گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہنچ سکے۔
البتہ بیماری، زخم یا کسی اور قوی عذر کی صورت میں بیٹھ کر تمام نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

۳۔ قرأت:

قرأت سے مراد ہے کہ سورۃ فاتحہ اور قرآن مجید کی کم از کم ایک آیت پڑھنا۔ فرض کہ پہلی دو رکعات میں نیز وتر، سنت اور نوافل کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی چھوٹی بڑی سورۃ یا تین آیات یا کم از کم ایک بڑی آیت پڑھنا واجب ہے۔

سورۃ فاتحہ فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے۔

۴۔ رکوع کرتا:

رکوع یہ ہے کہ اس قدر جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس قدر جھکیں کہ سر اور کم برابر رہے اور ہاتھ پسلیوں سے جدا رہیں اور گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا جائے معذور کو اس سے کم و بیش بلکہ سر کے اشارہ سے رکوع کر لینے کی اجازت ہے۔

۵۔ سجدے کرتا:

زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔

سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کو زمین پر رکھنا چاہیے۔ صرف پیشانی پر سجدہ کرنا مکروہ ہے اور بلا عذر صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہ ہوگا۔ ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں۔

۶۔ قعدہ اخیرہ:

نماز کے آخر میں اتحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا تمام نمازوں میں فرض ہے۔ خواہ فرض نماز ہو، یا سنت یا واجب اور نوافل۔

۳۔ واجبات نماز

نماز کے واجبات چودہ ہیں۔ جن کا نماز میں ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کوئی قصداً چھوڑ دیا جائے تو نماز نہ ہوگی۔ اگر سہواً (بھول کر) رہ جائے اور سجدہ سہواً کر لیا جائے، تو نماز درست ہو جاتی ہے۔

۱۔ فرض نمازوں کی دو رکعات میں قرأت کرنا۔
۲۔ فرض نمازوں کی تیسری چوتھی رکعت کے علاوہ تمام نمازوں کی، رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا۔

۳۔ فرض نمازوں کی پہلی دو رکعات میں اور واجب، سنت اور نوافل کی تمام رکعات میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ یا آیت پڑھنا۔

۴۔ پہلے سورۃ فاتحہ اور بعد میں سورۃ یا آیت پڑھنا۔

۵۔ نماز کے ارکان میں ترتیب قائم رکھنا۔ مثلاً قرأت، رکوع، سجدہ وغیرہ ترتیب سے کرنا۔

۶۔ رکوع کے بعد قومہ کرنا (سیدھا کھڑا ہونا)

۷۔ دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کرنا (سیدھا بیٹھنا)

۸۔ تعدیل ارکان (رکوع، سجدہ، قیام، قعدہ وغیرہ آرام اور سکون سے کرنا)

۹۔ دو رکعت کے بعد قعدہ کرنا (بیٹھنا)

۱۰۔ دونوں قعدوں میں تشہد (اتحیات) پڑھنا۔

۱۱۔ امام مندرجہ ذیل نمازوں میں بھر کرے یعنی اس قدر بلند آواز سے قرأت کرے کہ

دوسرا شخص سن سکے:

نماز فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین، تراویح، رمضان المبارک کے وتر

امام مندرجہ ذیل نمازوں میں آہستہ قرأت کرے: نماز ظہر، نماز عصر

۱۲۔ کم از کم السلام کہہ کر نماز ختم کرنا۔

۱۳۔ نماز وتر میں قنوت کے لئے تکبیر کہنا اور دعائے قنوت پڑھنا۔

۱۴۔ نماز عید الفطر اور نماز عید الاضحیٰ میں چھ زائد تکبیریں کہنا۔

نوٹ: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جان بوجھ کر ان میں سے کوئی واجب چھوڑ دیا جائے تو نماز

نہ ہوگی۔ بھول کر غلطی ہو جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی۔

۴۔ سنن نماز

نماز کے وہ عمل جو حضرت رسول کریم ﷺ سے ثابت ہیں۔ ان کا درجہ فرض اور واجب

کے برابر تو نہیں، لیکن چھوڑنے والا تارک سنت اور ملامت کا مستحق، نماز ہو جائے گی۔

۱۔ تکبیر تحریرہ سے قبل دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا۔

۲۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی اور قلبہ رخ رکھنا۔

۳۔ تکبیر تحریرہ کہتے وقت سر نہ جھکانا۔

۴۔ امام تکبیر تحریرہ اور دوسری تکبیریں اونچی آواز سے کہے۔

۵۔ ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا۔

۶۔ ثنا پڑھنا۔

۷۔ تعوذ (أَعُوذُ بِاللّٰهِ) پڑھنا۔

۸۔ تسمیہ (بسم اللہ) پڑھنا۔

۹۔ فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا۔

۱۰۔ سورۃ فاتحہ کے بعد آمین کہنا۔

۱۱۔ ثنا، تعوذ، تسمیہ اور آمین آہستہ سے پڑھنا۔

۱۲۔ قرأت سنت کے مطابق کرنا۔

۱۳۔ رکوع و سجود میں کم از کم تین بار تسبیح پڑھنا۔

۱۴۔ رکوع میں سر اور پشت کو برابر رکھنا اور دونوں ہاتھ کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا۔

۱۵۔ قومہ میں امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے۔ مقتدی ربنا لك الحمد

کہے اور منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) دونوں کلمات کہے۔

۱۶۔ سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ، اس کے بعد پیشانی زمین پر رکھے۔

۱۷۔ سجدہ میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنا۔ ہاتھوں کی انگلیاں اور انگوٹھے

کانوں کی سیدھ میں رکھنا۔

۱۸۔ جلسہ اور قعدہ میں اس طرح بیٹھے کہ بائیں پاؤں بچھا ہوا ہو اور دایاں پاؤں اس طرح

کھڑا ہو کہ انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف ہوں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے ہوں۔

۱۹۔ تشہد (اتحیات) میں اشہد ان لا الہ الا اللہ پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا۔

۲۰۔ قعدہ آخرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا۔

۲۱۔ درود شرف کے بعد قعدہ آخرہ میں دعا پڑھنا۔

۲۲۔ سلام پھیرنا۔ پہلے دائیں سمت پھر بائیں سمت۔

۵۔ مستحبات نماز

وہ پانچ باتیں نماز میں جن کی پابندی مستحسن ہے۔

۱۔ تکبیر تحریرہ کہتے وقت دونوں ہتھیلیاں آستینوں سے باہر نکال لینا۔

۲۔ رکوع اور سجدہ میں تنہا نماز پڑھنے والا تین سے زیادہ مرتبہ تسبیح کہے۔ مثلاً پانچ یا سات

بار۔

۳۔ نگاہ درست رکھنا، یعنی:

قیامت کی حالت میں سجدہ کے مقام پر

رکوع میں اپنے قدموں پر

جلسہ اور قعدہ کے وقت اپنی گود پر

سلام پھیرتے وقت اپنے مونڈھوں پر نظر رکھنا

۴۔ کھانسی کو حتی الامکان روکنا

۵۔ جمائی میں منہ بند رکھنا، اگر کھل ہی جائے اور قیام کی حالت میں ہو تو دائیں ہاتھ کی

پشت منہ پر رکھ لے۔ قیام کے علاوہ دوسری صورتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر

رکھ لے۔

۶۔ مفسدات نماز

مفسدات نماز ان باتوں کو کہتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ یعنی ٹوٹ جاتی

ہے اور اسے لوٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔

۱۔ نماز میں کلام کرنا، بھول کر یا قصداً، تھوڑا ہو یا زیادہ مفسد نماز ہے۔

۲۔ کسی کو نماز کے دوران سلام کرنا، کسی لفظ سے بھی ہو۔

۳۔ کسی کو سلام کا جواب دینا۔ چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا، یا امام کے علاوہ کسی

اور شخص کی دعا پر آمین کہنا۔

۴۔ کسی بُری خبر پر انا اللہ، اچھی خبر پر سبحان اللہ وغیرہ کہنا۔

۵۔ درو یا رنج کی وجہ سے کوئی کلمہ افسوس کہنا۔

۶۔ اپنے امام کے سوا کسی اور کو تہنہ دینا (غلطی بتلانا)

۷۔ قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا (اگر وہ آیت دیکھ کر پڑھی ہے جو پہلے سے یاد تھی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۸۔ قرآن مجید پڑھنے میں کوئی شدید غلطی کرنا۔ جس سے لفظ کا معنی بگڑ جائے۔

۹۔ عمل کثیر یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والا یہ اندازہ کرے کہ یہ شخص نماز نہیں

پڑھ رہا ہے۔

۱۰۔ قصد آیا بھول کر نماز میں کھانا پینا۔

۱۱۔ دو صفوں کے برابر چلنا۔

۱۲۔ قبلہ کی طرف سے بلاعذر سینہ پھیر لینا۔

۱۳۔ ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا۔

۱۴۔ بقدر ایک رکن ستر کھلا رہنا۔

۱۵۔ درو یا مصیبت کے سبب یوں رونا کہ حروف ظاہر ہو جائیں۔

۱۶۔ نماز میں قہقہہ مار کر یا آواز سے ہنسنا۔ اگر ایسے قہقہہ مارا کہ پاس والے بھی سن لیں تو

(منیۃ المصلیٰ) وضو بھی جاتا رہا۔

۱۷۔ امام سے آگے بڑھ جانا۔

مفسدات نماز کے متفرق مسائل:

☆ نماز میں اللہ اکبر کہتے وقت اگر الف کو بڑھا دیا یعنی اللہ کے بجائے اللہ یا

اکبر کو اکبر کہہ دیا یا اکبار کہہ دیا تو نماز نہ ہوگی۔

☆ سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے اونچی نہیں ہونی چاہئے۔ ایک بات کی حد تک جائز

ہے۔ لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

☆ نماز میں جنت دوزخ کے خیال سے یا قرأت سے دل بھر آئے اور رقت طاری

ہو جائے یا آہ بھی منہ سے نکل جائے تو نماز نہیں گئی۔

☆ نماز میں خود کو چھینک آئے اور بے ساختہ الحمد للہ زبان سے نکل جائے تو نماز

نہیں گئی۔

☆ عورت کا مرد کے ساتھ کھڑا ہونا:

☆ عورت، محرم ہو یا نا محرم، اگر مرد کے ساتھ یا برابر کھڑی ہو جائے تو مندرجہ ذیل صورتوں میں اس سے مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

☆ عورت بالغ ہو خواہ جوان ہو یا بوڑھی، خواہ ماں، بہن، بیوی ہی کیوں نہ ہو، ایسی نابالغ، جس کی طرف رغبت ہوتی ہو۔

☆ دونوں نماز پڑھ رہے ہوں۔

☆ درمیان میں کوئی پردہ وغیرہ حائل نہ ہو، یا بیچ میں ایک آدمی جتنا فاصلہ نہ ہو۔

☆ عورت نماز پڑھنے کے قابل ہو (مثلاً حیض و نفاس میں نہ ہو، پاگل نہ ہو)

☆ عورت آگے یا برابر اس طرح کھڑی ہو کہ اس کا قدم (اور پنڈلی) مرد کے جسم کے کسی حصہ کے مقابل ہو جائے۔

۷۔ مکروہات نماز

بعض امور نماز میں انتہائی ناپسندیدہ ہیں۔ ان کا ترک کرنا ابدان سے پرہیز کرنا بے حد ضروری ہے۔ بطور مثال ہم بعض کی نشاندہی کرتے ہیں۔

۱۔ لباس اور کپڑوں کے سلسلہ میں:

☆ کپڑے غیر ضروری طور پر لٹکانا، مثلاً چادر کے دونوں سرے لٹکائے رکھنا، یا رومال وغیرہ یونہی کاندھوں پر ڈال لینا۔

☆ نماز کے دوران کپڑے سمیٹنا یا ہاتھ سے روکنا۔

☆ اپنے کپڑوں سے کھیلنا، چادر وغیرہ اس طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ جلدی سے ہاتھ نہ نکل سکیں۔

☆ گھنٹیاں کھلی رکھنا (مردوں کا) اپنے ٹخنوں کو پا جامہ وغیرہ سے ڈھکے رکھنا۔

☆ جاندار کی تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا۔

☆ میلے کھیلے یا ایسے پڑے پہن کر نماز پڑھنا، جنہیں پہن کر مجمع میں جانا پسندیدہ نہ ہو۔

۲۔ اعضائے بدن کے سلسلہ میں:

☆ بالوں کو سر پر جمع کر کے جوڑا باندھنا۔

☆ انگلیاں چٹھانا،

☆ کمر، کوکھ یا گولہ پر ہاتھ رکھنا،

☆ آنکھیں بند رکھنا

☆ انگڑائی لینا، یا بالقصد جمائی لینا، نیز جمائی روکنے کی کوشش نہ کرنا

۳۔ غلط حرکات کی صورت میں:

☆ مرد اپنی کلائیوں زمین پر بچھالے،

☆ ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا،

☆ ایک پاؤں پر کھڑا ہونا، یا نماز میں ہلنا،

☆ سجدہ کی جگہ سے کنکریاں ہٹانا،

☆ بلاغند راتلی پالتی مار کر بیٹھنا،

۴۔ امام اور مقتدی کے لئے:

☆ امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا یعنی قدم بھی محراب کے اندر رکھنا،

☆ امام کا اپنے مقتدیوں سے ایک ہاتھ اونچی جگہ کھڑا ہونا،

☆ امام کا اس قدر جلد نماز پڑھنا کہ مقتدی تسبیح وغیرہ نہ پڑھ سکیں،

☆ مقتدیوں کا دائیں یا بائیں کسی ایک طرف زیادہ ہونا،

☆ مقتدیوں کا درمیان میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا ہونا،

☆ مقتدی کا اگلی صف میں خالی جگہ ہونے کے باوجود پچھلی صف میں اکیلے کھڑا ہونا،

☆ مقتدی کا امام سے پہلے کوئی فعل کرنا۔

☆ ۵۔ دیگر مکروہات:

☆ پیشاب یا قضاء حاجت یا ریح روک کر نماز پڑھنا،

☆ تسبیحیں یا آیات وغیرہ انگلیوں پر شمار کرنا،

☆ نماز میں خلاف سنت کوئی کام کرنا،

☆ نماز عشا سے قبل سونا۔

قرأت (فاتحہ کے بعد سورۃ)

چند ضروری مسائل

واجب:

۱۔ سورۃ فاتحہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے۔

۲۔ سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ یا آیت فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعات کے علاوہ ہر

نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے۔

قرأت مسنونہ:

۱۔ امام ہو یا منفرد ایک مقیم نمازی کے لئے سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل سورتوں کی

۸۶ تلاوت کرنا مسنون ہے۔

(الف) نماز فجر اور نماز ظہر میں طویل مفصل یعنی پچھبیس پارہ کی سورۃ الحجرات سے تیسویں

پارہ کی سورۃ بروج تک (۳۹ نمبر سے ۸۵ تک)

(ب) نماز عصر اور نماز عشا میں اوساط مفصل یعنی تیسویں پارہ کی سورۃ طارق سے سورۃ البینہ

تک (۸۶ نمبر سے ۹۸ تک)

(ج) نماز مغرب میں قصار مفصل یعنی آخری پارہ کی سورۃ الزلزال سے آخری سورۃ الناس

تک (۹۹ سے ۱۱۴ تک)

لیکن یہ ضروری نہیں ہے، مسنون ہے۔ جو سورۃ بھی یاد ہو پڑی جاسکتی ہے۔ اپنی طرف سے کوئی خاص سورۃ مقرر کرنا بہتر نہیں۔

کوئی شخص نسیان کی وجہ سے اگر اکثر نماز کی رکعات بھول جاتا ہو، اور یاد نہ رہتا ہو۔ کتنی پڑھ لی ہیں۔ تو ایسی حالت میں سورتیں مقرر کر کے پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

۲۔ فجر کی سنتوں میں قرأت مسنونہ یہ ہے:

پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون، دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص (قل هو اللہ)

۳۔ نماز وتر کے لئے مسنون قرأت یہ ہے:

پہلی رکعت میں سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى

دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون

تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص

ترتیب:

سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملاتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھیے۔

۱۔ دوسری رکعت میں سورۃ یا آیت پہلی رکعت کے برابر یا چھوٹی ہو، بڑی نہ ہو۔

۲۔ قرآن مجید کی ترتیب کے مطابق یعنی اول سے آخر کی طرف والی سورۃ یا آیت ملائیں، ترتیب الٰہی نہ کر دیں۔

۳۔ بہتر ہے کہ مسلسل سورۃ میں یا آیات ملائیں۔ دانستہ درمیان سے کوئی آیت چھوڑ کر ملانا مکروہ ہے۔

ان مسائل کی حکمت یہ ہے کہ قرآن مجید کے معانی اور مضامین پر مسلسل نظر رہے۔
کیونکہ قرآن مجید کی ترتیب حضرت رسول کریم ﷺ نے وحی الہی کے مطابق کی ہے۔

سجدہ سمجھو کے مسائل

”سہو“ کے معنی بھول چوک کے ہیں۔ ”سجدہ سہو“ وہ سجدہ ہے جو نماز کے کسی واجب میں بھول چوک ہو جانے پر ادا کیا جاتا ہے۔

جدہ سو کب؟

سجدہ سہواں صورتوں میں واجب ہو جاتا ہے جبکہ:

۱۔ نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے۔

۲۔ کسی واجب میں کمی یا زیادتی ہو جائے۔

۳۔ کسی فرض یا واجب میں تاخیر ہو جائے۔

۴۔ کوئی فرض یا واجب مکرر ہو جائے۔

ان باتوں کو بھول کر کرنے سے ”سجدہ سہو“ واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن قصد کی جائیں تو سجدہ سہو سے نقصان دہ نہیں ہوتا، بلکہ نماز کو لوٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔

سجدہ سہو کا طریقہ:

سجدہ ہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ آخریہ میں تشہد (احتیاط) پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیرے..... پھر سجدہ کرے..... اس کے بعد تشہد، درود اور دعا پڑھے..... اس کے بعد دونوں طرف حسب قاعدہ سلام پھیر دے۔

اگر بھول کر کسی نے بغیر سلام پھیرے ہی سجدہ سہو کر لیا تب بھی ادا ہو گیا اور نماز صحیح ہو گئی۔ لیکن قصد ایسا کرنا مکروہ ہے۔

(در مختار و غیره)

سجدہ سہو کن حالات میں؟

مندرجہ ذیل حالات میں سجدہ سہولاً لازم آتا ہے:

(الف) فاتحہ:

اگر بھولے سے فاتحہ کی جگہ سورۃ پڑھ لی، یا سورۃ کی جگہ فاتحہ پڑھ لی یا سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے سبھ ہو جائے یا زیادہ حصہ کو دہرا تا پڑے یا سورۃ فاتحہ کی کوئی آیت سرے سے پڑھنا ہی بھول جائے یا فرض نماز کی پہلی دو رکعات میں اگر بھول کر سورۃ فاتحہ دوبار پڑھ لے۔

(ب) سورة

اگر بھولے سے سورۃ کی جگہ فاتحہ پڑھ لی۔ یا

فرض نماز کی پہلی دو رکعات میں اور باقی واجب، سقت، نفل، تمام نمازوں کی ہر رکعت میں سورۃ ملانا واجب ہے۔ لہذا اگر کسی رکعت میں سورۃ پڑھنا کھول جائے تو سجدہ سہو کرے۔

فرض نماز کی پہلی ایک یا دو رکعات میں سورۃ پڑھنا مہجول جائے تو بعد کی رکعات میں سورۃ پڑھ لے اور سجدہ سہو کر لے۔

اگر امام نے آہستہ آواز کی فرض نماز میں بلند آواز سے قرأت کر لی، یا بلند آواز کی نماز میں آہستہ قرأت کر لی تو سجدہ سہو کرنا چاہیے۔ دو تین الفاظ پڑھ لینے پر واجب نہیں۔

ان حالتوں میں سجدہ سہو لازم نہیں:

فاتحہ (الحمد) کے بعد بقدر ضرورت یعنی تین چھوٹی یا ایک بڑی آیت پڑھنے کے بعد کہیں رک جائے اور رکوع میں چلا جائے، یا کوئی سورۃ دوبار پڑھ لے۔ یا متشابہ لگ جائے کہ ایک آیت کے بعد قرآن شریف کی کوئی دوسری آیت پڑھ جائے۔

(ج) سجدہ:

اگر نماز میں ایک سجدہ بھول جائے تو جب یاد آئے اسی وقت دوسرا سجدہ کر لے اور پھر اسی رکن سے نماز شروع کر دے جہاں سجدہ کیا ہو اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

(د) قعدہ (جلسہ):

اگر چار رکعت والی نماز میں بھول کر پہلی یا تیسری رکعت میں بیٹھ جائے تو سجدہ سہو واجب ہے۔ البتہ اگر بیٹھتے ہی کھڑا ہو گیا تو واجب نہیں۔

اگر تین یا چار رکعات والی فرض یا واجب نماز میں دو رکعت کے بعد قعدہ کے لئے بیٹھنا بھول گیا، اور کھڑا ہونے لگا، مگر سیدھا کھڑا ہونے سے قبل ہی بیٹھ گیا تو سجدہ سہو لازم نہیں۔ لیکن سیدھا کھڑا ہو گیا تو بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔ چاروں رکعات پوری کر لے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

اگر فرض اور واجب نمازوں کے علاوہ سُنن یا نوافل ہوں اور دوسری رکعت کے بعد قعدہ کے لئے نہ بیٹھا ہو تو یاد آنے پر بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کر لے۔ اگر تیسری رکعت کے درمیان میں یاد نہ آئے بلکہ آخر وقت میں یاد آئے تو بھی سجدہ سہو کر لے۔

اگر فرض یا واجب نمازوں کی آخری رکعت میں بیٹھنا بھول جائے تو سجدہ میں جانے سے قبل جب بھی یاد آئے بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کر لے۔ اگر یاد نہ آیا اور پانچویں

رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو نماز دوبارہ ادا کرنا ہوگی اور یہ نماز نفل ہو جائے گی۔

اگر سنت مؤکدہ میں یہ صورت ہو جائے تو چار سنت مؤکدہ صحیح ہو جائیں گی اور زائد پڑھی ہوئی دو رکعات نفل شمار ہوں گی۔

اگر چوتھی رکعت میں قعدہ کیا، اتحیات بھی پڑھ لی، مگر بھول کر کھڑا ہو گیا تو سجدہ کرنے سے قبل جب یاد آئے بیٹھ جائے اور سلام پھیر کر سجدہ سہو کر لے۔

☆ تشہد (اتحیات):

اگر نماز کے کسی قعدہ میں اتحیات کے بعد سورۃ فاتحہ (تین لفظ تک بھی پڑھ لے) تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ یا

پہلے قعدہ میں اتحیات دوبارہ آدھی سے زیادہ پڑھ لی تو سجدہ سہو واجب ہوگا، آخری قعدہ میں پڑھنے سے نہیں۔

☆ درود شریف:

نوافل کے علاوہ دوسری نمازوں کے درمیانی قعدہ میں اتحیات کے بعد درود پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

☆ قنوت:

اگر نماز وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول جائیں اور رکوع میں چلے جائیں تو لوٹ کر پڑھنے کی اجازت نہیں، بلکہ بعد میں سجدہ سہو کر لیں۔

بھول کر دعائے قنوت لوٹا کر پڑھنے یا دوبارہ پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ اسی طرح نماز وتر میں دعائے قنوت کی جگہ بھول کر کچھ اور پڑھ لینے سے بھی سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

☆ سلام:

تین یا چار رکعات والی نماز میں اگر قعدہ اولیٰ (دور کعت) پڑھ کر ہی بھولے سے سلام پھیر دیا، تو جب تک کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جائے جس سے نماز ختم ہو جاتی ہے۔ (مثلاً بات کر لی، یا قبلہ سے رخ پھیر گیا) تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو کر باقی نماز پوری کر لیں اور آخر میں سجدہ سہو کر لیں۔

☆ درمیان میں تاخیر:

اگر نماز کے درمیان کسی جگہ رک گیا، اور کچھ دیر کے لئے کسی سوچ میں پڑ گیا تو آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

☆ سجدہ سہو کی بھول:

نماز میں کوئی ایسی غلطی ہو گئی، جس پر سجدہ سہو واجب تھا لیکن قعدہ اخیرہ میں تشہد (التحیات) پڑھنے کے بعد یاد آیا تو اس وقت سجدہ سہو کر لیں۔

اگر سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو جب تک کوئی ایسی بات سرزد نہ ہوئی تو جس سے نماز ختم ہو جاتی ہے، یاد آنے پر فوراً سجدہ سہو کر لیں۔

نماز میں ایسی کئی غلطیاں ہو جائیں جن پر سجدہ سہو لازم آتا ہے تو ان سب کے لئے ایک ہی سجدہ سہو کافی ہے۔

قضا نماز کی ادائیگی

قضا نماز کی ادائیگی کا طریقہ:

فجر کی نماز رہ جائے تو زوال سے قبل دو سنت اور دو نفل پڑھ لیں۔ زوال کے بعد صرف دو فرض ادا ہوں گے۔

ظہر یا عصر کی نماز قضا ہونے پر صرف چار فرض ہیں۔

مغرب کی نماز قضا ہونے پر تین فرض اور عشاء کی نماز رہ جائے تو چار فرض اور تین وتر پڑھنے چاہئیں۔

قضا نماز کی نیت اس طرح کرنی چاہئے کہ میں فلاں دن کی فلاں نماز (مثلاً فجر یا ظہر وغیرہ) قضا پڑھتا ہوں۔ یعنی دن اور وقت دونوں کی نیت کرے۔ اگر بد قسمتی سے کسی کی بہت سی نمازیں رہ گئی ہوں اور دن یا دنہ ہوں تو یوں نیت کرے کہ میرے ذمے فلاں دن کی (مثلاً فجر یا ظہر وغیرہ) کی جس قدر نمازیں باقی ہیں ان میں سے پہلی نماز قضا پڑھتا ہوں، یا ان میں سے آخری نماز قضا پڑھتا ہوں۔

قضا نماز ہر جگہ ادا کی جاسکتی ہے، لیکن گھر میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے دوسروں سے اپنی قضا ادا کرنے کا ذکر مکروہ اور ناپسندیدہ ہے کیونکہ اس سے نماز کی تحفیف اور غفلت کا ایک پہلو نکلتا ہے۔

کن نمازوں کی قضا؟

نماز فرض نمازوں کی قضا فرض ہے،

ہر واجب کی قضا واجب ہے،

بعض سنتوں کی قضا بھی مسنون ہے۔ مثلاً فجر کی سنتیں فجر کے فرضوں سمیت قضا ہو جائیں تو زوال سے پہلے فرضوں کے ساتھ سنتیں بھی پڑھ لیں۔ اگر زوال سے قبل نہ پڑھ سکیں تو زوال کے بعد صرف فرضوں کی قضا کریں۔

ظہر کی پہلی چار سنتیں رہ جائیں تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں، خواہ دو سنتوں سے پہلے یا دو سنتوں کے بعد۔

قضاء نماز کب ادا کی جائے؟

اگر کسی وجہ سے کوئی نماز شومی قسمت سے رہ جائے تو اولین فرصت میں اس کو ادا کرنا چاہیے..... دوسرے یہ کہ قضا نماز ادا نماز سے پہلے پڑھ لینی چاہیے۔

اگر وقت بہت تنگ ہو اور اندیشہ ہو کہ اگر پہلے قضا پڑھے گا تو ادا نماز کا وقت باقی نہ رہے گا تو پہلے ادا پڑھے، قضا بعد میں ادا کرے۔

اگر کئی نمازیں رہ جائیں تب بھی جلدی سب کی قضا کر لے۔ ہو سکے تو ایک ہی وقت سب پڑھے، ضروری نہیں کہ ہر نماز کی قضا اُس کے وقت پر ہی پڑھی جائے۔

نمازوں کا فدیہ:

کسی شخص کی کچھ نمازیں قضا ہو گئیں اور آخر تک انہیں ادا کرنے کی نوبت نہ آئی تو لازم ہے کہ مرتے دم قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کر جائے مرنے والے کے ولی (وارث) کی ذمہ داری ہوگی، کہ کفن، دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچے اس کے تہائی میں سے فدیہ ادا کر دے۔

دن رات کی پانچ فرض اور ایک واجب وتر یعنی چھ نمازوں کا فدیہ پونے دو سیر فی نماز کے حساب سے ساڑھے دس کلو گرام یا اس کا آٹا یا اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔

یاد رہے کہ اپنی زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا درست نہیں بوڑھے اور ضعیف بھی نماز ادا کریں، خواہ اشارہ سے ہو، البتہ اگر اشارہ سے بھی ادا کرنا ممکن نہ رہے اور بالکل عاجز ہو جائے، زندگی کی امید نہ رہے تو اس کے لئے جواز ہے۔

نماز توڑنے کے مسائل

فرض:

☆ انسانی جان بچانے کے لئے نماز توڑ دینا فرض ہے، مثلاً کسی بچے کے کپڑوں میں آگ

لگ گئی اور وہ جلنے لگا،

☆ کوئی تائبنا جا رہا ہے اور آگے کنواں ہے، اور اس میں تائبنا کے گر پڑنے کا ڈر ہے،

☆ والدین، اساتذہ یا دوسرے عزیز کسی مصیبت کی وجہ سے پکاریں، ایسی صورتوں میں نماز توڑ کر مدد کرنا فرض ہے۔ اگر اس میں نماز نہ توڑی اور کسی کی جان جاتی رہی تو وہ گنہگار ہوگا۔

اجازت:

ان حالات میں نماز توڑنے کی اجازت ہے:

☆ کسی قیمتی شے کے ضائع ہو جانے یا خراب ہونے کا اندیشہ ہو،

☆ نماز پڑھ رہے ہوں اور ریل گاڑی یا جہاز وغیرہ چل پڑے،

☆ نماز میں قضاے حاجت (پیشاب، پاخانہ) کا زور ہو جائے،

☆ کوئی موذی جانور یا سانپ، بچھو وغیرہ سامنے آجائے، جس سے جان کے نقصان اور ایذا کا اندیشہ ہوتا ہے۔

گنہگار کون:

کسی شخص کے آگے سے گزرنے سے نماز پڑھنے والے کی نماز میں کوئی فرق نہیں آتا، نہ نماز ٹوٹتی ہے، نہ ثواب میں کمی آتی ہے..... البتہ بلا عمدہ گزرنے والا خود گنہگار ہوتا ہے اس بارہ میں حضرت رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد کس قدر قابل توجہ ہے:

”اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو خبر ہوتی کہ یہ کتنا بڑا گناہ ہے تو اس کے نزدیک چالیس برس تک کھڑا رہنا سامنے ٹکٹے سے بہتر ہوتا۔“

(مشکوٰۃ شریف)

سُترہ (آڑ):

جہاں کوئی آڑ نہ ہو، مثلاً جنگل یا کھلے میدان میں نماز ادا کر رہے ہوں تو نمازی کو

چاہیے کہ اپنے سامنے ”سُترہ“ گاڑ لے یا کھڑی کر لے۔ یعنی ایسی لکڑی، بانس یا چھڑی وغیرہ جو کم از کم ایک ہاتھ لمبی اور تقریباً ایک انگل موٹی ہو، یا اسی طرح کی کوئی اور چیز سامنے رکھ کر نماز پڑھے۔

امام کا ”سُترہ“ مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ بڑا مقصد تو یہ ہے کہ کوئی گزرنیوالا بالکل سامنے سے نہ گزرے۔

نماز کی صحت کے لوازم

قیام کے آداب:

- ۱۔ نماز میں قیام کے دوران دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے اس طرح باندھیں کہ داہنے ہاتھ کی تھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر اس طرح ہو کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلی کا حلقہ بنا کر کلائی کو پکڑ لیں اور باقی تین انگلیوں کو بائیں کلائی پر پھیلا دیں۔
- ۲۔ قیام کے دوران نگاہ سجدہ کے مقام پر رہے۔ انشاء اللہ اس سے دھیان ادھر ادھر نہ ہوگا۔

رکوع کے آداب:

- ۱۔ رکوع کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح رکھے جائیں کہ گھٹنوں میں خم نہ آئے، کمر اور سر بالکل ہموار ہوں یعنی پوری طرح جھکیں۔ لیکن نہ اس قدر کہ سر کمر سے بھی نیچا ہو جائے۔
- ۲۔ رکوع کی حالت میں نمازی کی نظر پاؤں کی پشت پر رہے نہ کہ سجدہ کی جگہ۔ ادھر ادھر نہ دیکھے۔

قومہ کے آداب:

- ۱۔ رکوع کے بعد (سجدوں سے قبل) کھڑے ہونے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نمازی بالکل

سیدھا کھڑا ہو، کسی عذر کے بغیر اگر کمر میں خم رہ گیا تو قومہ کا حق ادا نہ ہوگا۔

۲۔ قومہ کے لئے سکون کے ساتھ کم از کم اتنی دیر کھڑا رہنا ضروری ہے کہ ایک بار سُبْحَانَ اللہ کہا جاسکے۔

سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کی تسبیح کی غایت ہی یہ ہے کہ نمازی پورے سکون کے ساتھ اپنے رب کی حمد و ثنا کرے۔

سجدہ کے آداب:

- ۱۔ سجدہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ قومہ کے بعد پہلے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر گھٹنوں کو جائے نماز پر ٹکا دیں۔ اس کے بعد ہاتھ جائے نماز پر رکھیں پھر ناک اور پیشانی کو زمین پر رکھ دیں۔
- پہلے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکانا اور گھٹنے بعد میں رکھنا درست طریقہ نہیں۔
- ۲۔ سجدہ میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے تہ بند یا پا جامہ وغیرہ کو اوپر کھینچنے کی عادت غلط ہے۔ خطرہ ہے کہ یہ صورت ”عمل کثیر“ کی زد میں آکر نماز کو خراب نہ کر دے۔
- ۳۔ سجدہ کی حالت میں کلائی سے گھٹنی تک کا حصہ زمین پر نہ ٹکیں۔ نیز دونوں بازو جسم سے علیحدہ رکھیں۔ کہنیوں کو پیٹ اور رانوں کے درمیان نہ دبائیں اور انگلیاں سیدھی قبلہ رخ رکھیں، پاؤں زمین سے بلند نہ کریں۔
- ۴۔ سجدہ پورے سکون کے ساتھ کریں، اللہ کے حضور اس سے زیادہ عاجزی کا مقام اور کوئی نہیں۔ سجدہ میں اپنے عجز و نیاز اور اللہ جل شانہ کی عظمت کا جس قدر خیال زیادہ ہوگا سجدہ کا حق ادا ہوگا۔

جلسہ کے آداب:

- ۱۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا ”جلسہ“ کہلاتا ہے۔ اس وقفہ میں سکون کے ساتھ کم از کم اتنی دیر بیٹھنا ضروری ہے جتنی دیر میں ایک بار سُبحان اللہ کہا جاسکے۔
- ۲۔ جلسے میں دونوں پاؤں کھڑے رکھنا مکروہ ہے۔ بلکہ دایاں پاؤں سیدھا رکھ کر بائیں پاؤں پر سکون کے ساتھ بیٹھنا ضروری ہے۔ اس دوران نظر اپنی آغوش کی طرف رہے۔
- ۳۔ جلسہ میں بیٹھ کر قمیض درست کرنا ٹھیک نہیں۔ ایسا کرنے سے توجہ نماز کے بجائے لباس کی طرف رہتی ہے۔ ارشادِ نبویؐ یہ ہے کہ سجدہ کے بعد جلسہ کے لئے اس طرح سیدھے ہو کہ تمہیں اطمینان ہو جائے کہ میں بیٹھ گیا ہوں۔

مسافر کی نماز

(قصر نماز)

سفر کے دوران ظہر، عصر اور عشاء کے چار فرضوں کی بجائے دو رکعت فرض پڑھے جاتے ہیں۔ یہ نماز قصر کہلاتی ہے۔ اس سہولت سے فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت اور حکمِ الہی کی خلاف ورزی کے مترادف ہوگا۔

سفر کا تعین:

سفر سے مراد ہے اتنی دور جانے کے ارادہ سے نکلنا، جہاں آدمی تین دن میں پہنچ سکے۔

تین دن میں پہنچنے سے مراد یہ نہیں کہ مسلسل تین دن چل کر پہنچے، بلکہ روزانہ صبح سے زوال کے وقت تک اوسط درجہ کی عام رفتار سے پیدل چلنا مراد ہے۔ بالفاظِ دیگر تین منزل کی مسافت معتبر ہے۔ لیکن آسانی کے لئے فقہاء نے اڑتالیس میل کے فاصلے کو متعین کیا ہے۔

یاد رہے سفر میں مسافت کا اعتبار ہے، وقت کا نہیں۔ یعنی فیصلہ کن امر یہ ہے کہ سفر اڑتالیس میل کا ہے یا نہیں (تقریباً سو استرکلو میٹر) نہ یہ کہ فاصلہ کتنی دیر میں طے ہوگا۔ اگر ۴۸ میل کا فاصلہ آدمی موٹر کار، ریل گاڑی یا ہوائی جہاز کے ذریعہ کتنی ہی جلدی طے کر لے، یہ سفر میں شمار ہوگا۔

قصر نماز کس قدر؟

فقہاء کا فتویٰ یہ ہے کہ لاعلمی سے بھی اگر سفر میں پوری رکعتیں پڑھ لیں تو ایسی نمازوں کو دوبارہ قصر پڑھنا واجب ہوگا۔

(شرح البدایہ)

اگر بھول کر قصر کی دو کے بجائے چار رکعات پڑھ لیں، آخر میں یاد آ گیا تو سجدہ سہو کر لیں، دو رکعت فرض ہو جائیں گی، دو نفل بشرطیکہ دو رکعت کے بعد قعدہ کر کے اتحیات پڑھ لی تھی۔ سفر میں اگر جلدی ہو تو فجر کی سنتوں کے سوا دوسری سنتیں اور نفل چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر جلدی نہ ہو تو تمام سنتیں پڑھ لیں ان میں قصر نہیں ہے۔

قصر نماز کب تک؟

جب تک آدمی سفر میں رہے خواہ کتنی مدت ہی ہو جائے اس وقت تک نماز قصر کرنا رہے۔ اگر کہیں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو اس وقت سے پوری نماز ادا کرنا ہوگی۔

اگر منزل مقصود پر پہنچنے سے قبل راستہ میں کہیں ٹھہر جائے اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو یہ قیام بھی سفر شمار ہوگا۔ لیکن نیت پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی ہو تو پوری نماز ادا کرنا

ہوگی۔

مقتدی مسافر، امام مقیم:

مسافر مقتدی مقیم امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں البتہ اس صورت میں مسافر مقتدی کو امام کی اقتداء میں دو فرض کی بجائے چار رکعات ہی ادا کرنا ہوں گی۔ اگر مسافر مقتدی، مقیم امام کے پیچھے درمیان میں شریک جماعت ہو تو اس صورت میں بھی باقی پوری نماز ایک مقیم کی طرح ادا کرے نہ کہ مسافر کی طرح قصر۔

مقتدی مقیم، امام مسافر:

مسافر امام اپنی دو رکعتیں پوری کر کے سلام پھیر دے اور اعلان کر دے کہ میں مسافر ہوں، تم اپنی نماز پوری کر لو۔ یہ اعلان نماز سے پہلے کر دینا بھی بہتر ہے۔ مقیم مقتدی سلام پھیرنے کے بغیر کھڑے ہو جائیں اور اپنی اپنی دو رکعت پوری کر لیں۔ ساتھ قعدہ میں اتحیات پڑھ کر خاموش رہیں، جب مسافر امام دائیں طرف سلام پھیر دے تو یہ کھڑے ہو کر اپنی باقی رکعات الگ الگ پوری کر لیں، ایک ساتھ نہیں۔ بغیر کچھ پڑھے اندازہ سورۃ فاتحہ قیام کریں۔

سفر اور وطن کی قسمیں:

اس سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ وطن کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ وطن اصلی

۲۔ وطن اقامت

وطن اصلی:

وطن اصلی وہ ہے جہاں پیدا ہوا یا جس جگہ مستقل گھر بنا لیا ہو، اور بیوی بچوں سمیت وہاں مستقل رہنے کا ارادہ کر لیا ہو۔ مثلاً کراچی کا باشندہ کراچی چھوڑ کر کاروبار کی غرض سے یا بسلسلہ ملازمت یا کسی اور وجہ سے مستقل طور پر ملتان آکر رہنے لگے..... اس صورت میں سے کم مدت کے لئے جائے گا تو نماز قصر کرے گا۔

وطن اقامت:

وطن اقامت وہ ہے جہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت سے رہنے لگا۔ خواہ یہ قیام کسی غرض سے اور کسی وجہ سے ہو۔ اس صورت میں اس عارضی قیام والے وطن میں پوری نماز ادا کرے گا۔ مثلاً اگر ایک شخص کراچی کا مستقل باشندہ ہو اور کسی غرض سے کراچی چھوڑ کر تنہا ملتان رہنے لگے۔ لیکن اس کے بال بچے کراچی ہی ہوں۔ تو اس صورت میں اگر وہ پندرہ دن سے کم مدت کے لئے بھی کراچی جائے گا تو پوری نماز ادا کرے گا۔

مسافر کی قضا نماز:

اگر دوران سفر کوئی نماز فوت ہوگئی، تو گھر پہنچ کر وہ قضا نماز قصر ہی ادا کرنا ہوگی۔

مسافر عورت کی نماز:

شادی کے بعد اگر عورت مستقل طور پر سسرال میں رہنے لگی تو اس کا وطن اصلی سسرال کا گھر ہے۔ اگر یہاں سے پندرہ روز سے کم مدت کے لئے ماں باپ کے گھر جائے تو مسافر رہے گی اور نماز قصر کرے گی۔ اگر سسرال میں قیام مستقل نہیں تو ماں باپ کا گھر ہی وطن اصلی رہے گا۔

(دارالافتاء)

عورتوں کی نماز

نماز پڑھنے کا انداز:

عورتوں کے لئے نماز پڑھنے کا درست انداز یہ ہے:

☆ تکبیر تحریمہ کے وقت دوپٹہ یا چادر سے ہاتھ باہر نکالے بغیر کاندھوں تک لے جائیں۔

☆ سینہ پردائیں ہتھیلی اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھیں۔

☆ رکوع میں اس قدر جھکیں کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ انگلیاں گھٹنوں پر ملا کر رکھیں،

گھبٹیاں پہلو سے ملی ہوئی ہوں۔

- ☆ سجدہ میں پیٹ رانوں سے، اور بازو بغل سے ملے ہوئے ہوں اور بازو زمین پر رکھے ہوں، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رہیں، مگر پاؤں کھڑے نہ کریں، بلکہ دائیں طرف کو نکال لیں۔
- ☆ جلسہ اور قعدہ میں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر رکھیں، بائیں حصہ کے بل بیٹھیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ لیں۔

لباس اور پردہ:

- ☆ ایسا باریک کپڑا پہننے سے جس میں بدن جھلکتا ہو، یا سر کے بال کھلے رہتے ہوں نماز نہیں ہوتی۔
- ☆ سر کے بال کھلے چھوڑ دینے اور بازو کھلے رکھنے سے بھی نماز نہیں ہوتی۔
- ☆ بحالتِ ضرورت پردہ کے لئے برقعہ اوڑھ کر، اور چہرہ ڈھانپ کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ عام حالات میں چہرہ ڈھانپ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔
- ☆ عورتوں کو نماز فجر مردوں کے برخلاف صبح اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔

عورتوں کی جماعت:

- ☆ عورتوں پر نماز باجماعت واجب نہیں۔
- ☆ عورتوں کو اذان اور اقامت کہنا جائز نہیں۔
- ☆ عورتوں کی اپنی جماعت مکروہ ہے، تاہم اگر جماعت کریں تو مرد کی طرح عورت امام آگے نہ کھڑی ہو بلکہ اگلی صف کے درمیان کھڑی ہو۔
- ☆ تکبیر اور قرأت میں آواز زیادہ بلند نہ رکھے جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو۔

بچوں کی نماز

بچوں کو ابتدائے عمر ہی میں نماز سکھانا اور ان کے دلوں میں نماز کا شوق پیدا کرنا والدین اور سرپرستوں کی ذمہ داری ہے۔ بڑے ہو کر ان کا نماز پڑھنا مشکل ہو جائے گا۔ بچپن سے انہیں نماز کا عادی بنایا جائے۔ حکم ہے کہ جب بچے سات برس کے ہو جائیں تو والدین ان سے نماز پڑھوائیں۔ جب دس برس کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو سزا دے کر نماز پڑھوائیں۔ بستر علیحدہ کر دیں اور تنہا سلائیں۔

بلوغت اور نماز کی فرضیت:

- ☆ بالغ ہو جانے پر نماز روزہ غرض تمام احکام شریعت فرض ہو جاتے ہیں۔
- ☆ بالعموم لڑکی نو برس سے پہلے اور لڑکے بارہ برس سے قبل بالغ نہیں ہوتے۔
- ☆ بالغ ہونے کی علامات مندرجہ ذیل ہیں، ان میں سے کوئی علامت ظاہر ہو جائے تو بلوغت ہو جاتی ہے۔
- احتلام ہونا یا شہوت (نفسانی خواہش) کے ساتھ منی کا نکلنا،
- پندرہ برس کی عمر ہو جانا،
- (لڑکی کے لئے) حیض کا آنا۔

پاکٹ:

- ☆ (ہوائی جہاز چلانے والا) نماز کے وقت اپنے مددگار پاکٹ کو ڈیوٹی سپرد کر کے نماز پڑھ لے۔
- ☆ اگر مددگار پاکٹ موجود نہ ہو اور زمین پر اترتے وقت تک نماز فوت ہو جانے کا احتمال ہو تو اپنی اسی مقتید اور محدود حالت میں نماز کی نیت کر لے، اور فرائض و واجبات جیسے بھی ادا کر سکتا ہو کر لے خواہ اشاروں سے ہوں۔
- ☆ اگر ضروری ہوائی پیغامات لینے دینے کی وجہ سے نماز کا تسلسل نہ رہ سکتا ہو تو معذور رہے۔ اس صورت میں بعد میں ادا کرنے کی اجازت ہے۔

☆ نماز قصر کے احکام بری، بحری اور فضائی سفر کے یکساں ہیں۔

نماز جمعہ کی فرضیت اور تاکید:

مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعٍ تَهَاوَنَهَا ظَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ۔

”جس شخص نے محض سستی اور سہل انگیزی کے سبب تین جمعے قضا کر دیئے، اللہ تعالیٰ

اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔“

اس سے بھی زیادہ لرزہ خیز ہے یہ اعلان جس کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما جیسے صحابی ہیں..... وہ بیان کرتے ہیں ہم نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ برسر منبر فرما رہے تھے۔

”نماز جمعہ ترک کرنے والے لوگ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا۔ پھر وہ غفلت شعاروں میں سے ہو جائیں گے۔“

(صحیح مسلم)

شرائط جمعہ:

نماز جمعہ کی شرائط یہ ہیں:

۱۔ شہر یا شہر کے قائم مقام ایسا بڑا گاؤں یا قصبہ، نیز شہر کے مضافات کی ایسی آبادی جس سے شہر کی ضروریات وابستہ ہوں..... (گویا چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں)

۲۔ ظہر کا وقت ہونا۔

۳۔ نماز سے پہلے خطبہ۔

۴۔ نماز باجماعت

۵۔ نماز کے لئے اِذْنِ عام۔

نماز جمعہ کی تیاری:

☆ ایک مرتبہ جمعہ کو خطاب کرتے ہوئے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا:

”مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے اس جمعہ کو روزِ عید بنایا ہے۔ اس دن غسل کیا کرو، جس کے پاس خوشبو ہو، اس کے خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں اور مسواک اس دن ضرور کیا کرو۔“

☆ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خود سرورِ کائنات ﷺ جمعہ کے دن ایک خاص جوڑا پہنا کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر تشریف لاتے تو ہم اس کو تہہ کر کے رکھ دیتے اور پھر وہ اگلے جمعہ کو ہی نکلتا تھا۔

(طبرانی معجم صغیر)

گویا میسر ہو تو نماز جمعہ کا خصوصی اہتمام یہ ہے:

☆ غسل بطور خاص کیا جائے،

☆ مسواک کی جائے،

☆ خوشبو میسر ہو تو ضرور لگائی جائے،

☆ ممکن ہو تو جمعہ کے لئے کپڑوں کا خاص جوڑا رکھا جائے، صفائی اور پاکیزگی کا خاص

اہتمام کیا جائے۔ مثلاً ناخن اور مونچھیں تراشنا، بکثرت درود شریف پڑھا جائے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ سردی زیادہ ہوتی تو نماز جمعہ اول وقت ادا کرتے

اور موسم زیادہ گرم ہو جاتا تو ٹھنڈے وقت گرمی کی شدت کم ہو جانے پر پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری۔ بروایت حضرت انسؓ)

خطبہ جمعہ کے احکام و آداب:

- ☆ مؤذن خطبہ کی اذان، امام کے سامنے کھڑا ہو کر دے۔
- ☆ امام نمازیوں کی طرف رخ کر کے خطبہ دے اور دوسرے خطبہ سے قبل تھوری دیر کے لئے منبر پر بیٹھ جائے۔
- ☆ خطبہ عربی زبان میں دیا جائے، کسی دوسری زبان میں وہ ثواب اور درجہ نہیں۔
- ☆ خطبہ کے درمیان ان امور سے پرہیز لازم ہے:
 - ۱۔ باتیں کرنا، یا کسی بات کا جواب دینا،
 - ۲۔ کوئی نماز، سنت یا نفل پڑھنا،
 - ۳۔ کھانا، پینا،
 - ۴۔ سلام کرنا، سلام کا جواب دینا۔
 - ۵۔ قرآن مجید پڑھنا۔
- ☆ مختصر یہ کہ لازم ہے کہ خطبہ مکمل و مجموعی، کامل یکسوئی اور پوری توجہ سے سنا جائے، کوئی ایسی بات نہ کی جائے جو خطبہ کے وقار اور احترام کے منافی ہو۔

نمازِ عید الفطر

قوموں کے تہوار:

”رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ دو تہوار منایا کرتے تھے اور ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اُن سے پوچھا تم یہ دو دن جو مناتے ہو، ان کی حقیقت اور حیثیت کیا ہے؟“

”انہوں نے عرض کیا ہم (اسلام سے قبل) دورِ جاہلیت میں یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے ان دو تہواروں کے بدلے تمہارے لئے ان

سے بہتر دو دن مقرر کر دیئے ہیں۔ یومِ عید الاضحیٰ اور یومِ عید الفطر۔

(سنن ابی داؤد)

عید الفطر کے دن مسنون کام:

- ☆ عید کے دن سنت یا مستحب امور یہ ہیں:
 - ۱۔ غسل اور مسواک خاص طور سے کرنا،
 - ۲۔ اچھا صاف ستر الباس حسبِ حیثیت جو میسر ہو پہننا،
 - ۳۔ خوشبو لگانا،
 - ۴۔ نماز کو جانے سے قبل کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھالینا،
 - ۵۔ صدقہ فطر ادا کر کے جانا، جو ہر صاحبِ حیثیت مسلمان پر واجب ہے،
 - ۶۔ شہر سے باہر کھلے میدان میں نماز ادا کرنے کے لئے ہمت ہو تو پیدل جانا،
 - ۷۔ جاتے ہوئے تکبیریں بلند آواز کے بجائے آہستہ آہستہ پڑھتے جانا،
 - ۸۔ واپسی کے لئے دوسرا راستہ اختیار کرنا۔

نمازِ عید کا وقت اور عید گاہ:

عید کی نماز طلوع آفتاب کے بعد تا خیر کی بجائے اوّل وقت ادا کرنا مسنون ہے۔ اس بارہ میں حضور ﷺ کے صحابی حضرت جندب کی یہ روایت ملاحظہ ہو:

☆ كَانَ النَّبِيُّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا يَوْمَ الْفِطْرِ وَالشَّمْسُ عَلَى قَيْدَرٍ مُحْنِينَ۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو ایسے وقت عید الفطر کی نماز پڑھاتے تھے جب کہ سورج بقدرِ دو نیزے بلند ہوتا تھا.....“

(کتاب الاضاحی - احمد بن حسن البتا)

نمازِ عید میں قرأت:

عیدین کی نمازوں میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم جن سورتوں کی قرأت فرمائی۔ اس کا جاننا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ اس بارہ میں ہم دو احادیث کا ترجمہ نقل کرتے ہیں:

☆ حضرت عمر فاروق نے ابو اقدیش سے پوچھا (رضی اللہ عنہما) کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کون سی سورتیں پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: **ق۔ وَالْقُرْآنَ الْمَجِيدَ (سورة نمبر ۵۰) اور اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (سورة نمبر ۲۱)۔**

(صحیح مسلم)

☆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں سبح اسم ربك الا على (سورة نمبر ۸۷) اور هل اتاك حديث الغاشية (سورة نمبر ۸۸) پڑھتے تھے۔ عید اور جمعہ ایک ہی دن واقع ہوتا تو بھی دونوں نمازوں میں یہی سورتیں پڑھتے۔“ (صحیح مسلم)

عید گاہ کا راستہ:

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ۔“

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن (آنے اور جانے کے لئے) راستہ بدل لیا کرتے تھے۔“

(صحیح بخاری)

علماء نے اس کی بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں۔ مثلاً مختلف راستوں سے مختلف محلوں اور بستیوں سے گزر ہو اور ہر طرف اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی یک جہتی کا مظاہرہ ہو۔ دین کی

شان کا اظہار ہو۔ گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں مسلمانوں کی تسبیح گوئی، جو نماز عید کو جاتے ہوئے ہر مسلمان کی زبان پر ہوتی ہے۔

☆ **اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ۔ واللہ اکبر اللہ اکبر۔ وللہ الحمد۔**

”اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔“

نماز عید الفطر کو جاتے ہوئے تکبیریں بلند آواز کی بجائے آہستہ آہستہ پڑھتے جانا مسنون ہے۔

نماز عید سے قبل کھانا:

☆ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ۔“

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ عید الفطر کی نماز کے لئے کچھ کھا کے تشریف لے جاتے تھے۔“

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بھی مروی ہے کہ اس دن نماز کو تشریف لے جانے سے قبل آپ چند کھجوریں تناول فرماتے تھے۔

نماز عید کی ترکیب:

دونوں عیدوں کی نماز دو رکعت واجب ہے

ان نمازوں کے لئے اذان اور تکبیر نہیں ہوتی۔

نیت:

نیت اس طرح کریں ”میں عید کی نماز واجب مع زائد چہ تکبیروں کے اللہ کے لئے اس امام کے پیچھے قبلہ رو ہو کر پڑھتا ہوں“۔ پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ اور ثنا (سبحانک اللہم) پڑھیں۔

امام کے اللہ اکبر کہنے پر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ چھوڑ دیں..... دوسری بار بھی امام کے اللہ اکبر کہنے پر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں..... پھر تیسری مرتبہ امام کے اللہ اکبر کہنے پر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ باندھ لیں۔

اس کے بعد امام تَعَوَّذِ، تسمیہ، فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اور عام معمول کے مطابق رکوع، سجود کریں۔

دوسری رکعت:

دوسری رکعت میں امام پہلے فاتحہ اور سورۃ پڑھے۔

قرأت کے بعد کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں..... پھر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر دوسری تکبیر کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں..... تیسری بار کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر (اللہ اکبر) کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں۔

چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور حسب قاعدہ دو رکعت نماز پوری کر کے سلام پھیر دیں۔

نماز کے بعد امام کھڑے ہو کر خطبہ پڑھے اور تمام مقتدی توجہ اور خاموشی سے بیٹھ کر سنیں۔ عید میں بھی دو خطبے ہیں اور دونوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔

بعد میں شریک ہونے والے:

۱۔ اگر کوئی شخص عید کی نماز کی پہلی رکعت میں،

تکبیروں کے بعد شریک ہوا۔ تو نیت کے بعد ہاتھ اٹھا کر تکبیریں کہہ لے۔

رکوع میں شریک ہوا اور گمان ہے کہ تکبیروں کے بعد رکوع مل جائے گا، تو نیت باندھ کر تکبیریں کہے پھر رکوع میں جائے۔

رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور تسبیح کے بجائے تکبیریں کہہ لے۔

۲۔ اگر کوئی شخص عید کی نماز میں دوسری رکعت میں شریک ہوا، تو سلام پھیرنے کے بعد پہلی رکعت اس طرح ادا کرے کہ پہلے قرأت کر لے اس کے بعد عید کی دوسری رکعت کی طرح تین زائد تکبیریں کہہ کر رکوع میں جائے۔

۳۔ اگر دوسری رکعت میں رکوع کے بعد شریک ہوا ہے، تو زائد تکبیریں نماز عید کی مانند ادا کرے۔

صدقۃ فطر (فطرانہ):

ہر صاحب حیثیت مسلمان پر صدقۃ فطر واجب ہے۔ یعنی جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے، اس پر عید الفطر کے دن صدقۃ فطر ادا کرنا بھی واجب ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اُسے صاحب نصاب ہوئے ایک سال گزر گیا ہو۔ بلکہ اُسی روز اس قدر صاحب مال ہوا ہو تو فطرانہ ادا کرنا واجب ہو جائے گا۔

صدقۃ فطر اپنی طرف سے، اپنے بال بچوں اور بیوی کی طرف سے، گھر کے ملازمین کی طرف سے یعنی جن کا نان نفقہ اپنے ذمہ ہے، اُن سب کی طرف سے صدقۃ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

صدقۃ فطر ہر فرد کی طرف سے نصف صاع گندم، اس کا آٹا یا اس کی قیمت مقرر ہے۔ نصف صاع سے مراد ۱۳۶۱/۲ تو لے یعنی ۱۵۹۲ گرام ہے جو پونے دو سیر بلکہ پونے دو کلو گرام کے قریب ہوتے ہیں۔

بہتر ہے کہ نماز عید کو جانے سے قبل صدقۃ فطر ادا کر دیا جائے، بلکہ رمضان المبارک

میں کسی وقت بھی ادا کیا جاسکتا ہے..... اس طرح نادار، بیوگان اور غریب مسلمان بھائی بھی عید کی خوشیوں میں برابر کے شریک ہو جاتے ہیں اور اسلام یہی چاہتا ہے کہ ہم اپنی سرفرازیوں اور خوشیوں میں اپنے کمزور افرادِ ملت کو نہ بھولیں، بلکہ شریک رکھیں اور جہاں تک ہو سکے انہیں محرومی کے احساس سے آزاد رکھیں۔

نمازِ عید الاضحیٰ

”نمازِ عید الفطر“ کے زیر عنوان گزشتہ صفحات میں آپ بہت کچھ مطالعہ کر چکے ہیں۔ دونوں عیدوں کی نمازوں کا طریقہ اور اکثر مسائل ایک جیسے ہی ہیں۔ لہذا تمام باتوں کا دہرانا مناسب نہ ہوگا۔

عید الاضحیٰ:

یہ عید قربانی کی عید بھی کہلاتی ہے۔ یہ عید اسلامی کیلنڈر کے آخری مہینہ ذوالحجہ کی ۱۰ تاریخ کو آتی ہے۔

یہ وہ مبارک دن ہے، جس میں امتِ مسلمہ کے مورث اعلیٰ نبیوں کے دادا سید ابراہیم خلیل اللہ نے اشارۃ الہی پا کر اپنے تختِ جگر سیدنا اسمعیل ذبیح اللہ کے گلے پر چھری رکھ دی تھی۔ (باپ میٹا دونوں پر اللہ کا سلام ہو) اس طرح دونوں نے اللہ سبحانہ سے اپنی جی وفاداری اور کامل تسلیم و رضا کا ثبوت عملاً پیش کر دیا تھا۔

وقت نمازِ عید الاضحیٰ:

عیدین کی نماز کے وقت کے بارہ میں حضرت جناب رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کا ابتدائی حصہ ہم نمازِ عید الفطر کے بیان میں نقل کر چکے ہیں۔ مکمل حدیث یوں ہے:

☆ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا يَوْمَ الْفِطْرِ

وَالشَّفْسِ عَلَى قَبْدٍ رَفَحَيْنِ وَالْأَضْحَى عَلَى قَبْدٍ رَفَحَ
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو عید الفطر کی نماز ایسے وقت پڑھاتے تھے جب کہ سورج بقدر دو نیزہ کے بلند ہوتا تھا۔“

(کتاب الاضحی، احمد بن حسن البتا)

گویا عید الاضحیٰ کی نماز طلوع آفتاب کے بعد اَوّل وقت ادا کرنا سنت نبوی ہے۔

کھانا نماز کے بعد:

عید قربان کے دن سنت یہ ہے کہ نماز کے بعد کچھ کھایا جائے۔ اس بارہ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ملاحظہ ہو۔

فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ عید الفطر کی نماز کے لئے کچھ کھا کے تشریف لے جاتے تھے۔ وَلَا يُطْعَمُ يَوْمَ الْأَضْحَى حَتَّى يُصَلِّيَ۔ اور عید الاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔“

(جامع ترمذی، ہسن ابن بلجہ)

تکبیرات تشریق:

”یومِ عرفہ“ ۹ ذوالحجہ کی نماز فجر سے ۱۳ ذوالحجہ کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔ مستورات آہستہ سے تکبیر کے الفاظ دہرائیں۔ اگر امام بھول جائے تو مقتدی تکبیر شروع کر دیں۔

تکبیر تشریق کے الفاظ یہ ہیں۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ واللّٰہ الحَمْد۔

”اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔“

یہ امر خاص طور پر یاد رہے کہ عید قربان کے دن نماز کو جاتے ہوئے تکبیر تشریق بلند آواز

سے کہتے جانا مسنون ہے۔

قربانی نماز کے بعد:

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے۔ اس سلسلہ میں دو احادیث ملاحظہ ہوں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

”رسول کریم ﷺ نے عید کے دن ہمیں خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا آج کے دن ہمارے لئے پہلا کام یہ ہے کہ ہم نماز عید ادا کریں۔ پھر یہاں سے لوٹ کر قربانی دیں۔ پس جس نے اس طرح عمل کیا اس نے ہماری سنت (طریقہ) کو پایا اور جس نے نماز سے قبل قربانی کر ڈالی اس کی قربانی نہ ہوئی۔ یہ بالکل ایسے ہوا جیسے اس نے اپنے گھر والوں کے لئے بکری ذبح کی ہے۔“ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”ایک دفعہ میں عید قربان کے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جیسے ہی آپ نماز عید سے فارغ ہوئے، آپ کی نگاہ قربانیوں کے گوشت پر پڑی۔ یہ قربانیاں نماز سے قبل ہی ذبح کی جا چکی تھیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ أَوْ نُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى۔ جن لوگوں نے نماز سے پہلے قربانی کر دی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کریں۔“ (صحیح بخاری۔ مسلم)

حضور ﷺ کی قربانی:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن سینگوں والے، سیاہی سفیدی مائل، دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔ جب (ذبح کرنے کے لئے) ان کا رخ قبلہ کی طرف کر لیا تو یہ دعا پڑھی:

☆ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرٰهَیْمَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلٰوَتِیْ

وَنُفْسِیْ وَمَخِیَاۤیَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اٰمُرْتُ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

”میں نے اپنا رخ اللہ کی طرف کر لیا۔ جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے، حضرت ابراہیمؑ کے طریقے پر، ہر طرف سے یکسو ہو کر۔“

”میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اس کا حکم ملا ہے، میں حکم ماننے والوں میں سے ہوں۔“

”اے اللہ! یہ قربانی تیری ہی طرف سے، اور تیری ہی توفیق سے، تیرے بندے محمد ﷺ کی طرف سے اور اس کی امت کی جانب سے ہے۔“

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر آپ ﷺ نے مینڈھے پر چھری چلائی اور اس کو ذبح کیا۔

(سنن ابی داؤد، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد)

حضرت فاروقِ اعظمؓ کے بیٹے حضرت عبد اللہ روایت کرتے ہیں:

☆ اَقِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بِالْمَدِیْنَةِ عَشَرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ۔

”رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا اور برابر ہر سال قربانی کرتے تھے۔“

(جامع ترمذی)

اس حدیث مبارکہ سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا ہے کہ قربانی صرف حجاج کرام پر

واجب ہے اور صرف مکہ مکرمہ یا وادی مثنیٰ میں واجب ہے۔

مزید حضرت حنظلؓ کی یہ حدیث بھی ملاحظہ کریں وہ بیان فرماتے ہیں:

آنے پر بیٹھ جائیں، آخر میں سجدہ سہو کر لیں۔

اگر تیسری رکعت میں سجدہ کے بعد یاد آیا تو چار رکعت پرھ لیں، آکر میں سجدہ سہو کر لیں۔ دو تراویح ہو جائیں گی اور دو نفل شمار ہوں گی۔

☆ اگر دو رکعت کی نیت کی اور قعدہ میں بیٹھ بھی گئے لیکن اتحیات پڑھ کر کھڑے ہو گئے تو چار رکعت پوری کر لیں۔ چاروں تراویح شمار ہوں گی۔

(عالمگیری)

تبیح تراویح:

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ

پاک ذات ہے اللہ کی، جو ملک والا، پاک ہے،

سُبْحَانَ ذِي الْمَلِكِ وَالْمَلَكُوتِ

پاک ذات ہے اللہ کی، جو ملک اور بادشاہت والا ہے،

سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ

وَالْجَبَرُوتِ

پاک ذات ہے اللہ کی جو عزت والا، عظمت والا، ہیبت والا، بڑائی والا، اور بڑے

دب دہ والا ہے۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوتُ

پاک ذات ہے اللہ کی جو بادشاہ ہے، زندہ رہنے والا ہے، نہ اُسے اونگھ ہے، نہ موت ہے،

سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ

وہ پاک ہے، پاکیزگی والا ہے، وہ ہمارا، فرشتوں کا اور روح کا پروردگار ہے۔

اللَّهُمَّ اجْزِنَا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيرُ يَا مُجِيرُ يَا مُجِيرُ

اے اللہ! ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا، اے بچانے والے، اے پناہ دینے والے، اے نجات دینے والے!

(عالمگیری)

دنیا سے بے رغبتی کا علاج

موت کی یاد:

دنیا میں واقع ہونے والی کوئی بات اگر یقینی اور اٹل ہے تو وہ صرف موت ہے۔ لیکن غافل انسانوں کو اگر کسی امر سے غفلت ہے تو موت سے ہے۔ اُسے سب کچھ یاد رہتا ہے، مرنا یاد نہیں رہتا۔ اس بارہ میں حضرت رسالت پناہ ﷺ کا ارشاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی سنئے:

☆ أَكْثَرُ مَا ذَكَرَهَا ذِمُّ اللَّذَاتِ الْمَمُوتِ

”لوگو! موت کی یاد کرو اور یاد رکھو جو دنیا کی لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے۔“

(جامع ترمذی، سنن نسائی)

مقرر فرمایا ہے۔ جو نہایت پاکیزہ، ہمدردانہ اور خدا پرستانہ ہے۔

پہلے غسل دیا جائے۔ ٹھیک اس طرح جیسے کوئی زندہ آدمی پاکی اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے نہاتا ہے۔ غسل کے پانی میں اور غسل کے لئے وہ چیزیں شامل کی جائیں جو میل کچیل کو صاف کرنے کے لئے ہیں۔ مثلاً بیری کے پتے اور صابن وغیرہ۔ کافور، لُعبان، جندل اور عطر وغیرہ بھی استعمال کیا جائے۔

صاف ستھرے سفید کپڑوں میں کفنایا جائے۔

اس کے بعد پورے احترام کے ساتھ جنازہ کو اٹھایا جائے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے جو از اول تا آخر ثنائے الہی، درود نبوی اور مرحوم کے لئے مغفرت و رحمت کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔

بعد ازاں بظاہر قبر کے حوالے اور درحقیقت رحمت الہی کے سپرد کر دیا جائے۔

کفن:

کفن کے بارے میں ارشادات نبویؐ کچھ اس طرح ہیں:

☆ اِذَا كَفَنَ أَحَدُكُمْ أَحَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ۔
”جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔“

(صحیح مسلم)

☆ فرمایا ”تم سفید کپڑے پہنا کرو۔ یہ تمہارے لئے اچھے کپڑے ہیں اور انہی میں اپنے مرنے والوں کو کفنایا کرو۔“

(سنن ابی داؤد۔ جامع ترمذی۔ بروایت ابن عباسؓ)

☆ فرمایا ”زیادہ بیش قیمت کفن استعمال نہ کیا کرو، کیونکہ وہ جلد ہی ختم ہو جاتا ہے۔“

(سنن ابی داؤد۔ بروایت حضرت علیؓ)

مردوں کے لئے تین اور عورتوں کے لئے پانچ اچھے سفید کپڑوں میں دفنانے کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ گھر والے اس کا انتظام کر سکتے ہوں اور اس کی استطاعت رکھتے ہوں۔ ورنہ مجبوری کی حالت میں صرف ایک اور پُرانے کپڑے میں بھی کفن دیا جاسکتا ہے۔

غزوہٴ احد حضرت رسول پاک ﷺ کے حقیقی چچا سید الشہد اُ حضرت امیر حمزہؓ کو اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کو صرف ایک پرانی اور اس قدر چھوٹی چادر میں کفنایا گیا تھا کہ سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس چادر سے سر ڈھانک دیا گیا اور پاؤں کو اذِ خِر گھاس سے پھپھایا گیا۔

غسل کے بارے میں حضرت اُمّ عطیہ انصاریہؓ کی ایک روایت یوں ہے:

”ہم رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی (حضرت زینبؓ) کو غسل دے رہے تھے کہ آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے اور فرمایا تم اس کو بیری کے پتوں کے ساتھ جوش دیئے پانی کے ساتھ تین مرتبہ، یا پانچ دفعہ اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دو۔ اور آخری بار کافور بھی شامل کر لینا۔“ حضور اکرمؐ اُن کے کفن میں شامل کرنے کے لئے اپنا تہہ بند بھی عطا فرمایا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”تم ان کو طاق دفعہ غسل دو۔ یعنی تین دفعہ یا پانچ یا سات دفعہ اور اپنے اعضاء سے وضو کے مقامات سے شروع کرنا۔“

(صحیح بخاری، مسلم)

میت کو نہلانے کے بعد غسل:

حضرت ابو ہریرہؓ مشہور صحابی سے حضرت رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث مروی ہے:

☆ مَنْ غَسَلَ مَيِّتَةً فَلْيَغْتَسِلْ

”جو شخص میت کو غسل دے وہ خود بھی غسل کرے۔“

(ابن ماجہ)

بعض دوسری کتب حدیث مثلاً سنن احمد۔ ترمذی اور ابوداؤد میں یہ بھی ہے۔

☆ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ

”جو جنازہ اٹھائے وہ وضو کر لے۔“

ان دونوں ارشادات سے منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت نہلانے والے پر چھینٹیں پڑنا عین ممکن ہے۔ لہذا مستحب ہے کہ وہ غسل کر لے۔ میت کو کاندھا دینے والے نماز جنازہ میں شرکت کے لئے وضو کر لیں تاکہ نماز کی تیاری ہو جائے۔

جنازہ کے ساتھ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے اور اس وقت تک جنازہ کے ساتھ رہے جب تک اس پر نماز نہ پڑھی جائے اور اس کو دفن کیا جائے تو وہ شخص ثواب کے دو قیراط لے کر واپس ہوگا۔ ہر قیراط اُحد پہار کے برابر ہوگا اور جو شخص صرف نماز جنازہ پڑھ کر لوٹ آئے وہ ثواب کا ایک قیراط لے کر لوٹے گا۔“

(صحیح بخاری۔ مسلم)

جنازہ و مکمل نمازِ جنازہ کا بیان

صف بندی:

جنازہ آگے رکھ کر امام صف کے درمیان یعنی میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو جائے، مقتدی پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں۔ صفیں طاق ہوں۔ مثلاً ایک تین یا پانچ یا زیادہ۔ نیت اور ترکیب نماز:

نماز جنازہ کی نیت اس طرح کی جائے۔

☆ ”میں نماز جنازہ کی نیت کرتا ہوں، نماز اللہ کے لئے ہے۔“

☆ درود نبی کریم ﷺ کے لئے۔ دعا اس میت کے لئے منہ خانہ کعبہ کی طرف پیچھے اس امام کے

☆ نیت کے بعد دونوں ہاتھ کانوں تک اللہ اکبر کہتے ہوئے ناف کے نیچے باندھ لیں اور ثنا (سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ) آخر تک پڑھیں۔

☆ دوسری تکبیر کے بعد اسی طرح ہاتھ باندھے ہوئے درود شریف پڑھیں۔

☆ تیسری تکبیر کے بعد اسی طرح ہاتھ باندھے ہوئے میت کے لئے دعا پڑھیں۔

☆ چوتھی تکبیر کے بعد امام کیساتھ دونوں طرف سلام پھیر دیں۔ یہ نماز جنازہ مکمل ہوگئی۔

مکمل نماز جنازہ..... ثنا:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ

اے اللہ تو پاک ہے۔ اپنی تعریف کے ساتھ اور تیرا نام ہر برکت والا ہے

وَتَعَالَى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ

اور تیری شان بلند ہے۔ تیری تعریف بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں

درود شریف:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ رحمت بھیج حضرت محمدؐ اور حضرت محمدؐ کی آل پر

كَمَا صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلَيَّ اِبْرَاهِيْمَ
وَعَلَيَّ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

جیسا کہ تو نے درود و سلام بھیجا اور برکت، رحمت اور مہربانی فرمائی حضرت ابراہیم

اور ان کی آل پر

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

یقیناً تو تعریف کیا گیا اور بزرگ ہے

اَللّٰهُمَّ بَرِّكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ! برکت بھیج حضرت محمدؐ اور حضرت محمدؐ کی آل پر

كَمَا بَرَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

جیسا کہ تو نے برکت بھیجی حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

یقیناً تو تعریف کیا گیا اور بزرگ ہے

دُعَا بَالِغ (مرد و عورت کے لئے):

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا

اے اللہ! بخش دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مُردوں کو، ہمارے ہر حاضر

وَعَمَّا بَنَّا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا

اور ہمارے ہر غائب کو، ہمارے ہر چھوٹے اور بڑے کو، ہمارے ہر مرد

وَأَنْتَنَّا اَللّٰهُمَّ مِنْ اَخِيْنَتِهِ مِنَّا

اور ہر عورت کو۔ اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے

فَأَخِيْهِ عَلٰی الْاِسْلَامِ ط وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا

تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ، اور ہم میں سے جس کو موت دے

فَتَوَفَّهُ عَلٰی الْاِيْمَانِ ط

تو اس کو ایمان پر موت دے

دُعَا تَابِغ بچہ کے لئے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرْطًا

اے اللہ! اس (لڑکے) کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والا بنادے

وَاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَذُخْرًا

اور اس کو ہمارے لئے اجر و ثواب اور ذخیرہ بنادے

وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا

اور اس کو ہماری سفارش کرنے والا بنادے اور وہ جس کی سفارش منظور کی جائے

دُعَا تَابِغ بچی کے لئے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرْطًا

اے اللہ! اس (لڑکی) کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والی بنادے

وَاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَذُخْرًا

اور اس کو ہمارے لئے اجر و ثواب اور ذخیرہ بنادے

وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَمُشَفَّعَةً

اور اسے ہمارے لئے سفارش کرنے والی بنادے اور وہ جس کی شفاعت منظور کی جائے۔

چند ضروری مسائل

۱۔ نماز جنازہ کے فرض:

☆ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔

☆ چار دفعہ اللہ اکبر کہنا۔

☆ سلام پھیرنا واجب ہے۔

ستین:

☆ امام کا میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہونا۔

☆ شاپڑھنا۔

☆ درود شریف پڑھنا۔

☆ دعائے جنازہ پڑھنا۔

☆ مستحب:

اگر نمازی زیادہ ہوں تو تین، پانچ یا سات طاق صفتیں بنائیں۔

شرائط:

نماز جنازہ کی شرائط وہی ہیں جو عام نمازوں کی ہیں۔ مثلاً قبلہ زود ہونا اور نیت کرنا وغیرہ۔ لیکن نماز جنازہ میں رکوع و سجود نہیں۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ جس شخص کو فوت کی کا علم ہی نہ ہو وہ معذور ہے۔

۲۔ صحیح ہونے کی شرطیں:

میت مسلمان ہو، اس کا بدن اور کفن پاک ہو، ستر ڈھکا ہوا ہو، میت کا جنازہ سامنے زمین پر رکھا ہو۔

۳۔ نماز جنازہ غائبانہ:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مسلک میں جائز نہیں۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے نجاشی شاہ حبشہ کا جنازہ غائبانہ پڑھا تھا۔ اسے حضور اکرمؐ کی خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔ اگر نماز جنازہ غائبانہ سنت ہوتا تو صحابہ کرام اس سنت کو کیوں چھوڑتے؟ خصوصاً خلفاء راشدین۔ کیا ان کے دور میں دور دراز علاقوں، ملکوں میں مسلمان جہاد میں شہید نہیں ہوئے؟

۴۔ ان کی نماز جنازہ نہیں:

کافر، مرتد، ماں باپ کا قاتل، جس کے عقائد حد کفر تک پہنچ گئے ہوں یا وہ بچہ جو مردہ پیدا ہو۔

قیامُ الیل کے بارہ میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

☆ **إِنْ نَاشِئَةُ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلاً.....**

”کچھ شک نہیں رات کو کھڑا ہونا نفس کو بہت دبانے والا عمل ہے اور اس وقت جو زبان سے نکلتا ہے وہ خوب درست ہوتا ہے۔ دن کے وقت تو تمہیں اور بھی شغل ہوتے ہیں۔“

(الموتل ۷۳: ۷۶)

اللہ رب العزت نے ایک موقع پر اپنے رسول برحق ﷺ کو ان الفاظ میں تہجد کا حکم دیا اور ”مقام محمود“ کی نوبت دی۔

☆ **وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ ط عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا۔**

”اور رات کے کچھ حصہ میں بیدار ہوا کریں (یہ شب خیزی) آپ کے لئے زائد اور مخصوص ہے۔ قریب ہے کہ آپ کو آپ کا رب ”مقام محمود“ پر سرفراز فرمائے گا۔“

(بنی اسرائیل ۷۹: ۷۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث کس قدر عبرت افزا ہے! بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ پاک نے رحم کیا اُس بندہ پر جو رات کو اٹھا اور اُس نے تہجد پڑھی اور اپنی بیوی کو جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی۔ اگر وہ (نیند کی وجہ سے) نہ اٹھی تو اس کے منہ پر ہلکا سا پانی کا چھینٹا دے کر بیدار کیا۔“

”اسی طرح اللہ کی رحمت ہوئی اس بی بی پر جو رات کو اٹھی اور اُس نے نماز تہجد ادا کی اور اپنے شوہر کو بھی جگایا اور اُس نے نماز پڑھی۔ اگر وہ نہ اٹھا تو اس نے اس کے منہ پر ہلکا سا پانی کا چھینٹا دے کر اٹھایا۔“

(سنن ابی داؤد، نسائی)

نماز تہجد کی قرأت:

”نماز تہجد کی قرأت میں نبی کریم ﷺ کبھی آواز بلند کرتے اور کبھی آہستہ پست آواز سے کلام اللہ پڑھتے تھے۔“

(سنن ابی داؤد)

تہجد کی رکعات:

حضرت رحمت مجسم، شافع اُمّ ﷺ تہجد کی رکعات کبھی کم کبھی زیادہ پڑھتے تھے۔ چنانچہ حضورؐ کی رفیقہ حیات، اُمّت کی ماں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کردہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی دو حدیثیں ہمارے سامنے ہیں۔ ایک میں آپؐ نے فرمایا کہ وتر کی تین اور فجر کی سنتوں کی دو رکعتوں کے علاوہ حضورؐ آٹھ رکعات پڑھتے تھے..... دوسری حدیث نے فرمایا کہ کبھی دو کبھی چار اور کبھی چھ رکعات بھی پڑھتے تھے۔ ان احادیث کو اس طرح جمع کیا جائے کہ تہجد کی کم از کم رکعات دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ ہیں۔

اشراق اور چاشت

اشراق:

وہ نوافل ہیں جو طلوع آفتاب کے تھوڑی دیر بعد فوراً پڑھی جاتی ہیں۔

چاشت:

وہ نوافل ہیں جو دن اچھی طرح چڑھنے کے بعد ادا کی جاتی ہے۔

ارشادات نبوی:

دو مشہور صحابی حضرت ابو داؤد اور حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نقل کیا ہے کہ اس کا ارادہ ہے:

☆ يَا بَنِي آدَمَ اِذْ كُنْ لِي اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَكْفِيكَ اٰخِرَةً۔

”اے فرزند آدم! تو دن کے ابتدائی حصہ میں میرے لئے چار رکعات پڑھا کر، میں دن کے آخری حصہ تک تجھے کفایت کروں گا۔“

(جامع ترمذی)

صلوۃ الاوائین

نماز مغرب کے بعد کم از کم چار، چھ یا تین رکعات ”صلوۃ الاوائین“ کہلاتی ہیں۔ ان نوافل کے بارہ میں ارشاد نبویؐ ہے کہ جو کوئی نماز مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اس کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

(طبرانی)

حصہ دوم

﴿نمازِ احناف وغیر مقلدین کا فرق مع مسائل﴾

غیر مقلدین حدیث پر عمل کرتے ہیں یا اس سے بغاوت؟

غیر مقلدین کے بزرگوں کی زبانی موجودہ دور کے غیر مقلدین کی نشانی

غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کی حقیقت کیا ہے؟ آیا یہ لوگ واقعاً زندگی کے تمام

شعبوں میں قرآن و حدیث ہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں؟ یا یہ صرف ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں؟ اس کو جاننے کیلئے غیر مقلدین کے بزرگوں کی تحریرات پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے بخوبی یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ غیر مقلدین کا عمل بالحدیث فقط دعویٰ کی حد تک ہے ماسوا آئین بالجہر، رفعیہ، فاتحہ خلف الامام اور ان جیسے چند متنازعہ مسائل کے دیگر مسائل سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے، سارا زور و شور ان ہی مسائل پر ہے۔ تمام تحقیقات کا مدار یہی مسائل ہیں۔ گویا یہ مسائل فروعی مسائل نہیں بلکہ کفر و ایمان کی بنیاد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں ہر وہ شخص اہل حدیث اور پکا محمدی مسلمان ہے جو آئین پکار کر کہے، رفعیہ، کرے، سینہ پر ہاتھ باندھے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے خواہ وہ کتنا ہی جاہل گندے اخلاق والا اور بدکردار کیوں نہ ہو، ہاں جو ان مسائل پر عامل نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم باعمل متقی و پرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ نہ ”اہل حدیث“ ہے نہ ”محمدی مسلمان“ ہے۔ بالاخر آپ غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کے متعلق ان کے بزرگوں کی تحریرات ملاحظہ فرمائے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریاکار فرقہ نے جنم لیا ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لیے قرآن و حدیث کے عمل اور اس پر عامل ہونے کا دعویدار ہے، حالانکہ اہل علم و عمل اور اہل عرفان سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

نواب صاحب فرماتے ہیں:

”بجدا یہ امر انتہائی تعجب و تحیر کا باعث ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص موحّد گردانتے

ہیں اور اپنے ماسوی سب مسلمانوں کو مشرک بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ خود انتہائی متعصب اور

دین میں غلو کرنے والے ہیں..... مقصود یہ ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کا دیکھنا آنکھوں کی

چمکھن اور گلوں کی گھٹن، جانوں کے کرب اور دکھ، روحوں کے بخار، سینوں کا غم اور دلوں کی بیماری کا باعث ہے اگر تم ان سے انصاف کی بات کرو تو ان کی طبیعتیں انصاف قبول نہیں کریں گی۔“

(الح)

نواب صاحب ان لوگوں کے کردار سے کس قدر پریشان تھے، نواب صاحب نے ان سے تنگ آ کر لوگوں کے سامنے ان کا سارا پول کھول دیا اور اپنے انتہائی کرب و بے چینی کا اظہار کر دیا۔

قارئین محترم یہ تو نواب صاحب کے زمانہ میں پیدا ہونے والے غیر مقلدین کا حال تھا اس سے اندازہ کیجئے کہ موجودہ دور کے غیر مقلدین کا کیا حال ہوگا؟

(الحظہ فی ذکر الصحاح السید ۱۵۴، ۱۵۵)

نواب وحید الزماں صاحب رقمطراز ہیں:

”غیر مقلدوں کا گروہ جو خود کو اہلحدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماع کی بھی پروا نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے، بعضے عوام اہلحدیث کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آئین بالجہر کو اہلحدیث ہونے کے لئے کافی سمجھا ہے، باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں، غیبت جھوٹ افتراء سے پرہیز نہیں کرتے۔ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں، اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔“

(لغات الحدیث ج ۲: ۹۱ کتاب ش)

نواب وحید الزماں صاحب کی امام بخاریؒ پر تنقید:

نواب وحید الزماں صاحب امام بخاری پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”امام جعفر صادق مشہور امام ہیں۔ بارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ اور فقیہ اور حافظ تھے، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے شیخ ہیں، اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہ ہو گیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے.....“

اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے مروان اور عمران بن حطان اور کئی خوارج سے تو انہوں نے روایت کی اور امام جعفر صادق سے جو ابن رسول اللہ ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں“

(لغات الحدیث ج ۱: کتاب ج ۶۱)

ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

”اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق سے روایت نہیں کی اور مروان وغیرہ سے روایت کی جو اعدائے اہل بیت علیہم السلام تھے“

(لغات الحدیث ج ۲: کتاب ۱۰۹، ۳۹)

نواب وحید الزماں صاحب کی بخاری شریف کے ایک راوی پر سخت تنقید:

نواب صاحب بخاری شریف کے ایک راوی مروان بن الحکم پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”حضرت عثمانؓ کو جو کچھ نقصان پہنچا وہ اسی کمبخت شریر النفس مروان کی بدولت خدا اس سے پوچھے۔“

(لغات الحدیث ج ۲: کتاب س ۲۱۳)

بخاری شریف حکیم فیض عالم کی نظر میں:

امام بخاری رحمۃ اللہ نے واقعہ الفک سے متعلق جو احادیث بخاری شریف میں ذکر کی ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے حکیم فیض عالم لکھتے ہیں:

”ان محدثین، ان شارحین حدیث، ان سیرت نویس اور ان مفسرین کی تقلیدی ذہنیت

پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اتنی بات کا تجزیہ یا تحقیق کرنے سے بھی عاری تھے کہ یہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے، لیکن اس دینی تحقیقی جرأت کے فقدان نے ہزاروں ایسے پیدا کیے اور پیدا ہوتے رہیں گے۔

ہمارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرمادیا وہ صحیح اور لا ریب ہے خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، انبیاء کرام کی عصمت، ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں، کیا یہ امام بخاری کی اسی طرح تقلید جائز نہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں۔

(صدیقہ کائنات ۱۰۶)

حکیم فیض عالم کے نزدیک امام بخاری واقعہ اکف کی روایت میں مرفوع القلم ہیں:
حکیم فیض عالم لکھتے ہیں:

”دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں مرفوع القلم ہیں، داستان گو کی چابک دستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق تمام چھان بین دھری کی دھری رہ گئی۔“

(صدیقہ کائنات ۱۰۶)

غیر مقلدین ذرا سوچ کر جواب دیں کہ جب امام بخاری کی اس عظیم واقعہ کے متعلق احادیث کی چھان بین دھری رہ گئی تو دیگر احادیث کے متعلق ان کی چھان بین کا اعتبار کیونکر ہوگا؟

بخاری شرف کے ایک مرکزی راوی پر حکیم فیض عالم کی جرح و تنقید:

حکیم فیض عالم بخاری شریف کے ایک مرکزی راوی جلیل القدر تابعی اور حدیث کے مدون اقول امام ابن شہاب زہری پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ابن شہاب منافقین و کذابین کے دانستہ نہ سہی ناوانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے اکثر

گمراہ کن، خبیث اور کمذب روایتیں انہیں کی طرف منسوب ہیں۔“

(صدیقہ کائنات ۱۰۷)

مزید لکھتے ہیں:

”ابن شہاب کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے بھی بلا واسطہ روایت کرتا تھا جو اس کی ولادت سے پہلے مر چکے تھے، مشہور شیعہ مؤلف شیخ عباس قتی کہتا ہے کہ ابن شہاب پہلے سنی تھا۔ پھر شیعہ ہو گیا۔

عین الغزال فی اسماء الرجال میں بھی ابن شہاب کو شیعہ ہی کہا گیا ہے“
(صدیقہ کائنات ۱۰۸)

قارئین کرام! حکیم فیض عالم کی امام بخاری اور ابن شہاب پر اس شدید جرح کے بعد غیر مقلدین کو بخاری شریف پر سے اعتماد اٹھا لینا چاہیے اور بخاری شریف کی ان سینکڑوں احادیث سے ہاتھ دھو لینا چاہیے جن کی سند میں ابن شہاب موجود ہیں بالخصوص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رفع یدین والی حدیث اور حضرت عبادہؓ کی قرأت فاتحہ والی حدیث سے تو بالکل دستبردار ہو جانا چاہیے کیونکہ ان احادیث کی سند میں یہی ابن شہاب موجود ہیں، دیکھئے غیر مقلدین کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔

امام ترمذی پر حکیم فیض عالم کی تنقید:

حکیم فیض عالم ترمذی شریف کی روایتوں پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”امام مسلم سے تقریباً ۲۱ برس بعد ابو یسی محمد ترمذی نے یہ وضعی روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کی وفات کے بعد کسی سبائی نکال میں انہیں گھڑا گیا ہے۔“
(خلافت راشدہ ۱۱۸)

احناف حامی حدیث و سنت

تھوڑا پانی نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہو جاتا ہے

تھوڑی نجاست ہو یا زیادہ

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیرقہ ثم لیغسلہ سبع
مرار۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تم میں
سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ وہ اُسے بہا کر سات مرتبہ
دھو لے۔

(مسلم ج: ۱ ص: ۱۳۷)

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
طہور اناء احدکم اذا ولغ فیہ الکلب ان یغسلہ سبع
مرات اولاہن بالتراب۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے برتن
کی پاکی جبکہ کتا اس میں منہ ڈال دے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئیں پہلی بار مٹی
سے مانجھیں۔

(مسلم ج: ۱ ص: ۱۳۷، ابوداؤد ج: ۱ ص: ۱۰۱)

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم
یغتسل فیہ۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پیشاب
کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں جو کہ بہہ نہیں رہا پھر اسی میں غسل
کرے۔

(بخاری ج: ۱ ص: ۳۷۱)

☆ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
لا یبولن احدکم فی الماء الدائم ثم یتوضأ منہ

حضرت ابو ہریرہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ
نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پھر اسی سے وضو کرے۔

(ترمذی ج: ۱ ص: ۲۱۱)

☆ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا
استیقظ احدکم من اللیل فلا یدخل یدہ فی الاناء
حتی یفرغ عنہا مرتین او ثلثاً فانہ لا یدری ابن بابت
یدہ

حضرت ابو ہریرہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا
جب تم میں سے کوئی رات کو سو کر اٹھے تو جب تک ہاتھوں پر دو یا تین دفعہ پانی نہ
بہالے اس وقت تک پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے
ہاتھ سے کہاں۔

(ترمذی ج: ۱ ص: ۱۳۱)

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ جب پانی میں نجاست گر جائے اور پانی تھوڑا
ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا چاہے پانی کے تینوں اوصاف رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی وصف بدلے
یا نہ بدلے کیونکہ ان احادیث میں اس کی کوئی صراحت نہیں کہ ان تینوں وصفوں میں سے کوئی وصف
بدلے تو پانی ناپاک ہوگا ورنہ نہیں۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ وہ اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز تبدیل نہ ہو۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

”آب باراں و دریا و چاہ و طاہر و مطہرست پلید نمی گردد مگر نجاستے کہ بویا مزایا رنگ اورا برگرداند“۔

(عرف الجادی ۹)

بارش، دریا اور کنوئیں کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے وہ ناپاک نہیں ہوتا مگر اس نجاست سے کہ جو اس کے رنگ یا بویا مزہ کو بدل دے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”لا یفسد ماء البثر ولو کان صغیرا و الماء فیہ قلیلا بوقوع

نجاسة او موت حیوان دموی او غیر دموی ولو انتفخ او

تفسخ او تمعط لشرط ان لا یتغیر احد اوصافه“

(الح)

کنوئیں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ کنواں چھوٹا ہو اور اس میں پانی تھوڑا ہو کسی

نجاست کے گرنے سے یا (اس میں) خونی یا غیر خونی جانور کے مرنے سے اگرچہ وہ جانور

(مرکر) پھول گیا ہو یا پھٹ گیا ہو، یا اس کے بال و پر گر گئے ہوں بشرطیکہ پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف نہ بدلے۔

(نزل الابزار ج: ۱ ص: ۳۱)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تھوڑے پانی میں نجاست گر جائے تو وہ ناپاک

ہو جائے گا۔ رنگ، بو، مزہ بدلے یا نہ بدلے لیکن غیر مقلدین قلیل و کثیر میں تفریق کئے بغیر کہہ

رہے ہیں کہ نہیں صاحب جب تک رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز نہ بدلے اس وقت تک پانی

ناپاک نہیں ہوگا۔ قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

نوٹ:

غیر مقلدین کے اس نظریہ کے مطابق اگر پانی کے ایک گلاس یا کسی ایک چھوٹے برتن

میں پیشاب کے قطرے پڑ جائیں تو وہ پانی پاک ہونا چاہیے کیونکہ پیشاب کے قطروں سے پانی

کے رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز بھی نہیں بدلتی۔

احناف حامی حدیث و سنت
منی ناپاک ہے

☆

عن معاوية بن ابي سفيان انه سئل اخته ام حبيبة زوج
النبي صلى الله عليه وسلم هل كان رسول الله صلى
الله عليه وسلم يصلي في الثواب الذي يجامعها فيه
فقلت نعم اذالم يرفيه اذى

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی ہم شیرہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی اہلیہ حضرت ام حبیبہؓ سے پوچھا کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کپڑوں
میں نماز پڑھ لیتے تھے جو آپ نے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے تھے۔ انہوں
نے جواب دیا کہ ہاں لیکن اس وقت جب کہ آپ ان میں کوئی گندگی (منی) نہ
دیکھتے۔

(ابوداؤد ج: ۱ ص: ۵۳)

☆

عن ابي هريرة قال في المنى يصيب الثوب ان رأيت
فاغسله والا فاغسل الثوب كله

حضرت ابو ہریرہؓ نے منی کے متعلق جو کہ کپڑے کو لگ گئی ہو ارشاد فرمایا کہ اگر وہ تمہیں
دکھائی دے تو اُسے دھو لو ورنہ سارے کپڑے کو دھو۔

(طحاوی ج: ۱ ص: ۲۳)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

”و درجاسته منی آدمی دلیلی نیامد“

آدمی کی منی کے ناپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں آئی،

(بدورالاهلہ ۱۵)

نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

”منی ہر چند پاک است“

منی ہر صورت میں پاک ہے

(عرف الجادی ۱۰)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

☆ ”والمنى طاهر سواء كان رطبا او يابساً مغلظاً او غير
مغلظاً“

منی پاک ہے چاہے تر یا خشک گاڑھی ہو یا گاڑھی کے علاوہ

(کنز الحقائق ۱۶)

(نزل الابرار ج: ۱ ص: ۴۹)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث میں صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ منی ناپاک ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے

ہیں کہ منی صاحب منی بالکل پاک ہے اور اس کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ منی کو پاک کہنا احادیث کی موافقت کرنا ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

شراب کے ناپاک ہونے کی دلیل

☆ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانے سب گندے (اور) شیطانی

کام ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

☆ عن ابی ثعلبة الخشنی انه سأل رسول الله صلى الله

عليه وسلم قال انا نجاور اهل الكتاب وهم يطبخون في

قدورهم الخنزير ويشربون في انيتهم الخمر فقال

رسول الله صلى الله عليه وسلم ان وجدتم غيرها

فكلوا فيها واشربوا وان لم تجدوا غيرها فارضوها

بالماء واكلوا واشربوا۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عرض کیا کہ ہم اہل

کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں یہ لوگ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے

برتنوں میں شراب پیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہیں ان کے

علاوہ دوسرے برتن ملیں تو ان میں کھاپی لو اور اگر دوسرے نہ ملیں تو پھر ان کو پانی سے

دھو کر (ان میں) کھاؤ پیو۔

(ابوداؤد ج ۲: ۱۸۱)

☆ عن عثمان قال اجتنبو الخمر فان رسول الله صلى الله

عليه وسلم سماها ام الخبائث

حضرت عثمانؓ (بن عفان) نے فرمایا کہ شراب سے بچو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس کا نام ام الخبائث (تمام ناپاک چیزوں کی ماں) رکھا ہے۔

(المقاصد ج ۱: ۲۰۲)

☆ عن ابی هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله

عليه وسلم قال ان الله حرم الخمر و ثمنها وحرم الميتة

و ثمنها و حر الخنزير و ثمنه

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے

حرام قرار دیا ہے شراب اور اس کی قیمت کو، مردار اور اس کی قیمت کو، خنزیر اور اس کی

قیمت کو۔

(ابوداؤد ج ۲: ۱۳۷)

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ اللہ

تعالیٰ نے شراب، جوئے اور انصاف و ازلام کو جس قرار دیا ہے جس کے معنی ناپاکی کے ہیں۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

آیت کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ شراب پاک ہے۔ شراب کو ناپاک کہنا بے دلیل ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

☆ ”فجریم الخمر والذی دلت علیہ النصوص

لا یلزم منه نجاستها بل لا بد دلیل آخر علیہ والا بقیا

علی الاصول المتفق علیها من الطہارة“

یعنی گدھوں اور شراب کے حرام ہونے سے کہ جس پر قرآن وحدیث دلالت کر رہے ہیں۔ ان کا ناپاک ہونا لازم نہیں آتا۔ ان کے ناپاک ہونے کی دوسری دلیل ہونی ضروری ہے ورنہ یہ متفق علیہ اصول یعنی طہارۃ پر باقی رہیں گے۔

(الروضۃ الندیۃ ج: ۱: ۲۱)

نواب نور احسن لکھتے ہیں:

”حکم بنجاست خمر بنا بر حرمت بے دلیل باشد“

یعنی شراب کو حرام ہونے کی وجہ سے ناپاک کہنا بے دلیل ہے۔

(عرف الجادی ۲۳۷)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”والمنی طاهر..... وكذلك الخمر“

یعنی منی پاک ہے اور ایسے ہی شراب (بھی پاک ہے)

(نزل الابرار ج: ۱: ۴۹)

ملاحظہ فرمائیے:

آیت کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک

ہے لیکن غیر مقلدین آیت کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف کہہ رہے ہیں کہ

شراب پاک ہے۔

تاریخین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

مردار، خون، خنزیر سب ناپاک ہیں

☆ قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِثْلَهُ أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خَنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ

الآية ۶: ۱۳۵

آپ فرما دیجئے کہ میں نہیں پاتا اس وحی میں جو میری طرف کی گئی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو، یا بہتا ہوا خون یا سوڑکا گوشت کہ وہ ناپاک ہے۔

☆ عن عائشة أنها قالت قالت فاطمة بنت حبيش لرسول الله صلى الله عليه وسلم يا رسول الله اني لا اطهر افادع الصلوة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما ذلك عرق وليس بالحیضة فاذا اقبلت الحيضة فاتركي الصلوة فاذا ذهب قدرها فاغسلي عنك الدم واصلی،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت حبیشؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز (پڑھنی) چھوڑ دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ (سے نکلنے والا خون) ہے حیض نہیں ہے اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھو لے اور نماز پڑھ لے۔

(بخاری ج ۱: ۴۴)

☆ عن ابي ثعلبة الخشني انه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انا نجا وراهل الكتاب وهم يطبخون

فی قدورهم الخنزیر ویشربون فی آئیتهم الخمر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان وجدتم غيرها فكلوا فيها واشربوا وان لم تجدوا غيرها فارحضوها بالماء وكلوا واشربوا۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں، یہ لوگ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں ان کے علاوہ دوسرے برتن ملیں تو ان میں کھاؤ پیو اور اگر دوسرے نہ ملیں تو پھر ان کو پانی سے دھو کر ان میں کھاؤ پیو۔

(ابوداؤد ج ۲: ۱۸۱)

آیت کریمہ اور احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ مردار، خون، خنزیر تینوں نجس و

ناپاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مردار، خون، خنزیر تینوں کو یکجا کر کے فرمایا اِنَّہٗ رِجْسٌ یہ ناپاک ہیں۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

آیت کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مردار، خون، خنزیر

سب پاک ہیں ان کو ناپاک قرار دینا صحیح نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

”وہم چنیس در آیۂ میتہ مرد ار حرام باشد نہ نجس..... وہم چنیس استدلال بر نجاست خنزیر بلفظ رجس کما ینبغی نیست..... وہم چنیس در نجس بودن ہر خون سنتی صحیح ثابت نہ گشتہ“

(بدور الاہلۃ ۱۵، ۱۶، ۱۸)

یعنی اسی طرح آیت میتہ میں مرد ار حرام ہوگا ناپاک نہیں..... اور ایسے ہی خنزیر کے ناپاک ہونے پر لفظ رجس سے استدلال کرنا مناسب نہیں ہے..... اور اسی طرح ہر خون کے ناپاک ہونے پر کوئی صحیح سنت ثابت نہیں ہوئی۔
نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

”دعویٰ نجس عین بودن سگ و خنزیر و پلید بودن خمر و دم مسفوح و حیوان مردار نام تمام است۔“

یعنی کتے اور خنزیر کے نجس العین ہونے کا، شراب، بہنے والے خون اور مردار جانور کے پلید ہونے کا دعویٰ نام تمام ہے۔

(عرف الجادی ۱۰)

ملاحظہ فرمائیے:

قرآن وحدیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ مردار خون، خنزیر ناپاک ہیں۔ لیکن غیر مقلدین حضرات کا کہنا ہے کہ مردار، خون، خنزیر پاک ہیں ان کو ناپاک کہنا صحیح نہیں۔ قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت
(کتانا پاک ہے)

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذ اولغ الکلب فی اناء احدکم فلیرقہ ثم لیغسلہ سبع
مرار۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ وہ سے بہا کر سات مرتبہ دھو لے۔

(مسلم ج: ۱، ۱۳۷)

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
طہور اناء احدکم اذ اولغ فیہ الکلب ان یغسلہ سبع
مرات اولاً ہن بالتراب۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے برتن کی پاکی جب کہ کتا اس میں منہ ڈال دے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئیں پہلی مرتبہ مٹی سے مانجھیں۔

(مسلم ج: ۱، ۱۳۷، ابوداؤد ۱۰)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت
لیکن:

ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ کتا بھی پاک کتے کا لعاب بھی پاک کتے کا جھوٹا بھی پاک کتے کا پیشاب بھی پاک کتے کا پاخانہ بھی پاک، ولا حول ولا قوة الا باللہ۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں:

”وحدیث ولو غ کلب دال برنجاست تمامہ کلب و دم کلب و دم و شعر و عرق نیست بلکہ ایں احکم مختص بولو غ اوست“۔

(بدور الاہلۃ ۱۶)

یعنی کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث پورے کتے اس کے خون، بال اور پسینے کے ناپاک ہونے پر دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ حکم تو صرف اس کے منہ ڈالنے کے ساتھ خاص ہے۔
نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”واختلفوا فی لعاب الکلب و الخنزیر و سورهما والارجح طهارته کما مرّ و كذلك فی بول الکلب و خراؤه والحق انه لا دلیل علی النجاسة“

لوگوں نے کتے، خنزیر اور ان کے جھوٹے کے متعلق اختلاف کیا ہے زیادہ رائج بات یہ ہے کہ ان کا جھوٹا پاک ہے جیسا کہ گزر چکا اور ایسے ہی لوگوں نے کتے کے پیشاب پاخانہ کے متعلق اختلاف کیا ہے حق بات یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

(نزل الابرار ج: ۱ ص: ۵۴۰-۵۴۹)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ کتا اور اس کا جھوٹا ناپاک ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب کتا، کتے کا لعاب، کتے کا جھوٹا، کتے کا پیشاب، کتے کا پاخانہ سب پاک ہیں۔ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیے، یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف جامی حدیث و سنت

حلال و حرام سب جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر عذاب القبر من البول،

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکثر قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(متدرک حاکم ج: ۱ ص: ۱۸۳)

☆ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج: ۲ ص: ۲۸۹)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جانوروں کا پیشاب پاک ہے
حلال جانوروں کا پیشاب ہو یا حرام جانوروں کا چنانچہ
نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”والمنی طاهر وكذلك الدم غير دم الحيضة وكذلك
رطوبة الفرج وكذلك الخمر وبول ما يثوكل لحمه ومالا
يؤكل لحمه من الحيوانات“

یعنی منی پاک ہے، ایسے ہی حیض کے خون کے علاوہ باقی خون، شرمگاہ کی رطوبت،
شراب اور حلال و حرام جانوروں کا پیشاب سب پاک ہیں۔

(نزل الابرار ج: ۱ ص: ۴۹)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے خواہ کسی کا بھی ہو لیکن غیر مقلدین
کا کہنا ہے حیوانات کا پیشاب پاک ہے خواہ حلال یا حرام۔

تقرین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

وضو کے فرائض

صرف پگڑی پر مسح صحیح نہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

(الآية: ۶:۵)

اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو
کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ)

عن انس بن مالك قال رأيت رسول الله صلى الله عليه
وسلم يتوضأ وعليه عمامة قطرية فادخل يده من تحت
العمامة فمسح مقدم رأسه ولم ينقض العمامة

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو
فرماتے ہوئے دیکھا آپ کے سر مبارک پر قطری پگڑی تھی۔ آپ نے پگڑی کے نیچے
سے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور پگڑی کو کھولا نہیں۔

(ابوداؤد ج: ۱ ص: ۱۹)

قال الشافعي اخبرنا مسلم عن ابن جريج عن عطاء ان
رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ فحسر العمامة عن
رأسه ومسح مقدم رأسه اوقال ناصيته بالماء۔

حضرت عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو
اپنی پگڑی کو سر سے اوپر کیا، اور سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا۔ یا حضرت عطاء نے فرمایا
کہ آپ نے اپنی ناصیت پر مسح فرمایا پانی سے۔

(کتاب الام ج: ۲ ص: ۲۶)

عن ابن عمر انه كان اذا مسح رأسه رفع القلنسوة ومسح
مقدم رأسه۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جب اپنے سر پر مسح فرماتے تو ٹوپی سر سے ہٹا لیتے اور سر کے

الگلے حصہ پر مسح فرماتے۔

(رواہ الدارقطنی ج: ۱ ص: ۱۰۷)

☆ عن مالك أنه بلغه أن جابر بن عبد الله الأنصاري سئل عن المسح على العمامة فقال لا حتى يمسح بالشعر بالماء

حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے پگڑی پر مسح کرنے کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے جب تک بالوں کا پانی سے مسح نہ کرے۔

(موطا امام مالک ۲۳)

☆ مالك عن هشام بن عروة عن أبيه عروة بن الزبير كان ينزع العمامة ويمسح رأسه بالماء

حضرت عروہ بن زبیرؒ سے مروی ہے کہ وہ سر سے پگڑی ہٹا کر پانی سے سر پر مسح فرماتے تھے۔

(موطا امام مالک ۲۳)

آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ دوران وضو سر پر مسح کرنا فرض ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے لہذا جو شخص دوران وضو سر پر مسح نہیں کرے گا اس کا وضو نہیں ہوگا۔

احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر کسی کے سر پر پگڑی یا ٹوپی ہو تو دوران وضو یا تواتان کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر پر مسح کرے یا پھر سر سے پگڑی یا ٹوپی اتار کر مسح کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

آیت کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سر پر مسح کے بغیر

صرف ٹوپی یا پگڑی پر بھی مسح کر لینا کافی ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے نزدیک تنہا پگڑی پر بھی مسح صحیح ہے۔

(الروضۃ الندیۃ ج: ۱ ص: ۳۹)

عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

”صرف پگڑی پر بھی مسح کافی ہے۔“

(فتاویٰ الہدیت ج: ۱ ص: ۲۷۸)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”والجمع بین الصلوٰتین والمسح علی الخفین والمسح علی العمامۃ والجوربین جائز عندنا“

”نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، موزوں پر مسح کرنا اور پگڑی و جرابوں پر مسح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے“

(نزل الابرار ج: ۱ ص: ۷)

ملاحظہ فرمائیے:

اللہ تعالیٰ تو سر پر مسح کا حکم دے رہا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر پر پگڑی وغیرہ ہونے کی صورت میں پگڑی ہٹانے یا اس کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر پر مسح کرنے کا طریقہ تعلیم فرما رہے ہیں۔ اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے اور اسی پر صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا فتویٰ ہے۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب صرف پگڑی وغیرہ پر بھی مسح کافی ہے۔ سر پر مسح کرنے کے لئے پگڑی وغیرہ ہٹانے کی ضرورت نہیں۔

تاریخ فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے:

☆ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

(الآیۃ: ۶:۵)

”اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ)۔“

☆ عن عبد الله بن عمرو قال تخلف عنا النبي صلى الله
عليه وسلم في سفر سافرنا فادر كنا وقد حضرت العصر
فجعلنا نمسح على ارجلنا فنادی ويل للعقاب من
النار۔

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سفر میں جو ہم نے آپ کے ساتھ کیا تھا ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے ہم کو پالیا اس اثناء میں عصر کا وقت ہو گیا۔ ہم اپنے پاؤں پر مسح کرنے لگے۔ آپ نے پکار کر فرمایا ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے آگ سے۔

(مسلم ج: ۱۲: ۱۲۵)

☆ عن أبي هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم رأى رجلا
لم يغسل عقبه فقال ويل للعقاب من النار،

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ ایک شخص نے (دورانِ وضو) اپنی ایڑی نہیں دھوئی تو آپ نے فرمایا ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے آگ سے۔

(مسلم ج: ۱۲: ۱۲۵)

آیت کریمہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ وضو پاؤں (میں موزے نہ ہوں تو ان) کا دھونا فرض ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پاؤں کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ لہذا اگر کسی نے وضو کرتے ہوئے پاؤں نہ دھوئے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ پاؤں میں موزے نہ ہوں تو ان کا دھونا فرض ہے۔ کیونکہ آپؐ ذرا سی ایڑی کے خشک رہ جانے پر اتنی وعید فرما رہے ہیں جبکہ مسح میں تو اکثر پاؤں ہی خشک رہتا ہے۔ خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کا ہمیشہ کا عمل یہی تھا کہ دورانِ وضو پاؤں میں موزے نہ ہوتے تو پاؤں کو اچھی طرح دھوتے اسی پر اجماع امت بھی ہے۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

آیت کریمہ احادیث مبارکہ اور اجتماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر کوئی دوران وضو پاؤں پر مسح کرے تو اسے منع نہیں کرنا چاہیے۔ ایک غیر مقلد صاحب اتنے آگے بڑھے کہ انہوں نے فرمایا کہ مسح ہی فرض ہے۔

چنانچہ ثواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”ولا يجوز الانكار على امور مختلفة فيها بين العلماء

كفسل الرجل ومسحه“

یعنی جن امور میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ان پر انکار جائز نہیں جیسا کہ (دوران وضو) پاؤں کا دھونا اور اس کا مسح کرنا۔

(هدية المهدى ج: ۱ ص: ۶۸)

مولوی ابراہیم لکھتے ہیں:

”پاؤں دھونے کے بجائے مسح فرض ہے“

(فتاویٰ ابراہیمیہ ص: ۲۱)

ملاحظہ فرمائیے:

قرآن و حدیث تو پاؤں کے دھونے کو فرض قرار دے رہے ہیں۔ اسی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا عمل ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی پورا پاؤں نہ دھوئے صرف مسح ہی کر لے تو بھی صحیح ہے اسے روکنا نہیں چاہیے بلکہ مسح ہی فرض ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے

☆ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من

توضاً مسح یدیه علی عنقه امن یوم القیمة من الغل

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھ اپنی گردن (گدی) پر پیچھے سے تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے مامون رہے گا۔

(مسند فردوس مع تسدید القوس ج: ۳ ص: ۴۳)

☆ عن موسی بن طلحة قال من مسح قفاه مع رأسه وقی

الغل یوم القیمة قلت فیعتمل ان یقال هذا وانکان

موقوفا فله حکم الرفع

”حضرت موسیٰ بن طلحہؓ فرماتے ہیں جس نے اپنے سر کے ساتھ گدی کا بھی مسح کیا وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچا لیا جائے گا، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔“

(التلخیص الجیر ج: ۱ ص: ۹۲)

☆ عن وائل بن حجر (فی حدیث طویل) فغسل وجهه ثلثا

و خلل لحيته ومسح باطن اذنيه ثم ادخل خنصره فی

داخل اذنه لیبغ الماء ثم مسح رقبتہ وباطن لحيته من

فضل ماء الوجه

حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چہرہ کو تین مرتبہ دھویا پھر داڑھی میں خدال کیا اور کانوں کے اندر مسح فرمایا۔ چھٹکی کان میں ڈال کر کرتا کہ پانی پہنچ جائے پھر آپؐ نے گردن (گدی) کا اور داڑھی کے اندر کے حصہ کا مسح کیا چہرہ کے بچے ہوئے پانی سے۔

(معجم طبرانی کبیر ج: ۲ ص: ۲۲)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ احادیث میں گردن پر مسح کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ گردن پر مسح کرنا "احداث فی الدین" ہے، بدعت ہے۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

"گدن کے مسح کا احادیث میں کہیں ذکر نہیں"

(صلوة الرسول ۸۳)

مفتی عبدالستار لکھتے ہیں:

"اور گردن کا مسح کسی حدیث میں نہیں بلکہ احداث فی الدین ہے۔"

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ۵۳)

خالد حسین گرجا لکھتے ہیں:

"وضو میں گردن کا مسح کرنا ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے۔"

(صلوة النبی ۷۰)

ملاحظہ فرمائیے:

یہ ہے غیر مقلدین کی حدیث دانی اور عمل بالحدیث کی حالت کہ ذخیرہ احادیث میں گردن کے مسح کی کئی حدیثیں موجود ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ گردن کے مسح کا احادیث میں کوئی ذکر نہیں، احادیث سے صاف پتہ چل رہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے گردن (گدی) پر خود بھی مسح کیا ہے اور لوگوں کو بھی ترغیب دی ہے۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ گردن پر مسح بدعت ہے۔ یہ ہے غیر مقلدین کا نتیجہ کہ بے دھڑک فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت کہہ دیا۔ (العیاذ باللہ)

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ حضور اکرم ﷺ کے فعل کو بدعت کہنا یہ حدیث کی

موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے

☆ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

من اصاب قبيء او رعاف او قلنس او مذي فلينصرف

فليتوضا ثم ليبس على صلاته وهو في ذلك لا يتكلم،

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے دوران نماز آلتی

ہو جائے یا نکسیر بہہ پڑے یا نمہ بھر کرے ہو جائے یا ندی نکل آئے تو اسے چاہیے کہ

جا کر وضو کرے اور نماز پر بناء کرے بشرطیکہ اس دوران کوئی بات چیت نہ کی ہو۔

(ابن ماجہ ۸۷)

☆ عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت ابی حیش

لرسول الله صلى الله عليه وسلم يا رسول الله اني لا

اطهر افادع الصلوة فقال رسول الله صلى الله عليه

وسلم انما ذلك عرق وليس بالحیضة فاذا اقبلت

الحیضة فاتركي الصلوة فاذا ذهب قدرها فاغسلي عنك

الدم و صلى،

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھنی

چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون ہے۔

اس لئے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام

گزر جائیں تو خون کو دھو لے اور نماز پڑھ لے۔

(بخاری ج ۱: ۴۴)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لکھیں:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ بدن کے کسی حصہ سے بھی خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

”وہی شکلہ از برآمدن خون دوتے“

خون نکلنے اور تے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(عرف الجادی ۱۳)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”فلا ينقص بخروج الدم من غير السيلين ولو سال والدم انحارج من الجروح والثبور لا ينقص وكذا القيح والصدید“

پیشاب پاخانہ کی جگہ کے علاوہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ بہہ پڑے وہ خون جو زخموں سے نکلے وہ بھی وضو نہیں توڑتا ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

(نزل الابرار ج: ۱، ۱۸)

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

”بدن سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا“

(دستور المفتی ۷۷)

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرما رہے ہیں کہ کسی بھی جگہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

تے آنے اور نکسیر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

☆ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اصابه قبيئ او عاف او قلنس او مذي فلينصرف فليتوضأ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے دوران نماز النی ہو جائے یا نکسیر بہہ جائے یا منہ بھر کر تے ہو جائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہیے کہ جا کر وضو کرے۔

(ابن ماجہ ۱۰۰)

☆ عن ابي الدرداء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فتوضأ فليقيئ ثوبان في مسجد دمشق فذكرت ذلك له فقال صدق وانا صبت له وضوئه۔

حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تے ہوئی تو آپ نے وضو فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد دمشق میں حضرت ثوبانؓ سے ملا تو میں نے اُن سے اس بات کا تذکرہ کیا انہوں نے فرمایا کہ ابو درداءؓ نے سچ کہا اور میں نے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وضو کا پانی ڈالا تھا۔

(ترمذی ۲۵)

☆ عن ابن عمر انه كان اذا رَغَفَ رَجَعَ فتوضأ ولم يتكلم ثم رجع وبنى على ما قد صلى۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب کبھی ان کی نکسیر پھوٹ جاتی تو لوٹ کر وضو کرتے اور بات چیت نہ کرتے پھر واپس آکر پڑھی ہوئی نماز پر بنا کر لیتے۔

(بیہقی ج: ۱، ۲۵۹)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قئے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

”وہی شکلند از بر آمدن خون و قے“

یعنی خون نکلنے اور قئے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(عرف الجادی ۱۳)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”وکد القيح والصدید“

ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(نزل الابراز ج: ۱۸)

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

عن ابی موسیٰ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اذ دخل رجل فتردی فی حفرة کانت فی المسجد وکان فی بصره ضرر فضحک کثیر من القوم وہم فی الصلوة فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یعید الوضوء وبعید الصلوة۔

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک صاحب آئے اور مسجد کے ایک گڑھے میں گر گئے۔ ان صاحب کی آنکھ میں تکلیف تھی۔ بہت سے لوگ دوران نماز ہی ہنس پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو وضو اور نماز دونوں کے لوٹانے کا حکم دیا۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد ج: ۱۲ ص: ۲۴۶)

عن ابی العالیہ (الریاحی) ان رجلا اعمی تردی فی بئر والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ فضحک بعض۔ من کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ضحک منهم ان یعید الوضوء والصلوة۔

حضرت ابو العالیہ الریاحیؓ سے مروی ہے کہ ایک نابینا آدمی ایک کنوئیں میں گر پڑا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے۔ کچھ لوگ جو آپ کے ساتھ نماز پڑھا رہے تھے ہنس پڑے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہنسنے والوں کو حکم دیا کہ وضو اور نماز دونوں لوٹائیں۔

(مصنف عبد الرزاق ج: ۲ ص: ۲۷۱)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قبہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”ولا ینقض بالقہقہ ولو من مصل بالغ فی صلاة كاملة“

یعنی قبہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ بالغ نمازی کامل نماز میں قبہ لگائے۔

(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۱۲)

ملاحظہ فرمائیے:

یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث کہ اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمایا

ہیں کہ دوران نماز قبہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ نہیں صاحب قبہ لگا

سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

قارئین کرام فیصد فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

اعضاء وضو میں سے ذرا سی جگہ بھی خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا

عن جابر رضی اللہ عنہ قال اخبرنی عمر بن الخطاب

ان رجلا توضع فترك موضع ظفر علی قدمه فابصره

النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارجع فاحسن وضوئك

فرجع ثم صلی۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے بتلایا کہ ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن

کے برابر جگہ اپنے پاؤں پر (خشک) چھوڑ دی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دیکھ

لیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اچھی طرح سے وضو کرو۔ وہ گیا (اور اچھی طرح وضو کر کے)

نماز پڑھی۔

(مسلم ج ۱ ص ۱۲۵)

مذکورہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران وضو اگر اعضاء وضو میں سے کوئی جگہ ناخن

کے برابر خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا..... ہر آدمی جانتا ہے کہ ناخن پالش لگانے سے ناخن خشک

رہتے ہیں اس لئے اگر کسی نے ناخن پالش لگالی ہے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

اس حدیث اور اتنی عام فہم بات کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ناخن پالش ہونے کے باوجود وضو ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ روپڑی صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہیں سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیے۔

سوال: کیا عورت ناخن پالش ناخنوں پر لگا کر وضو کر کے نماز پڑھ سکتی ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناخن پالش لگا کر وضو کرے تو وضو نہیں ہوتا؟

جواب: ناخن پالش مہندی کی قسم سے مہندی کا رنگ بھی دو تین دفعہ لگانے سے گاڑھا اور ہو جاتا ہے جو بالاقفاق جائز ہے ایسا ہی ناخن پالش کو سمجھ لینا چاہیے۔

(فتاویٰ الہمدیٹ ج ۱: ۲۵۱)

ملاحظہ فرمائیے:

غیر مقلدین کے مجتہد العصر صاحب کو چاہیے تھا کہ اس سوال جواب حدیث سے دیتے کیونکہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہر مسئلہ قرآن و حدیث میں موجود ہے لیکن چونکہ اس مسئلہ سے متعلق کوئی حدیث تھی نہیں اور جواب دینا ضروری تھا اس لئے مجتہد صاحب نے خود اجتہاد کیا وہ اس طرح سے کہ ناخن پالش کو مہندی پر قیاس کیا اور حکم لگایا کہ چونکہ مہندی لگانے سے وضو ہو جاتا ہے تو ناخن پالش سے بھی وضو ہو جائے گا۔ لیکن مجتہد صاحب نے اس قیاس میں بُری طرح ٹھوک کھائی اور غلط قیاس کر بیٹھے، جو لوگ ائمہ مجتہدین کے قیاسات کو غلط قرار دینے پر تلے ہوئے ہوں وہ خود کیسے صحیح قیاس کر سکتے ہیں۔ ناخن پالش قطعاً مہندی کی قسم سے نہیں ہے کیونکہ مہندی میں انسانی صنعت کو دخل نہیں۔ مہندی کے پتے ہوتے ہیں جنہیں پس کر پانی میں ڈال کر گوندھ لیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پر لگانے سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ جبکہ ہاتھوں پر مہندی کا کوئی بوج بھی باقی نہیں رہتا۔ اس کے برعکس ناخن پالش خالص انسانی صنعت ہے۔ اس

کے ناخنوں پر لگانے سے ناخنوں پر کوئی رنگ نہیں چڑھتا بلکہ ناخنوں پر رنگ دار روغن رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو نبی ناخن پالش اترتی ہے ناخن صاف ہو جاتے ہیں۔ کوئی رنگ نظر نہیں آتا دوسرے مہندی کا رنگ گہرا ہوتا ہے، ناخن پالش کی طرح اس کی تہہ نہیں بن جاتی جو پانی کو ناخن تک پہنچنے سے روک سکے۔ تیسرے مہندی کا رنگ پانی کے ناخن تک سرایت کرنے کو نہیں روکتا جبکہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے کو روکتی ہے۔ اس کا تجربہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ کسی صاف کاغذ پر مہندی کا رنگ چڑھائیں اور مہندی ہٹالیں اور اس پر پانی ڈال کر دیکھیں پانی سرایت کر جائیگا اس کے بعد کاغذ پر ناخن پالش لگائیں اور اس پر پانی ڈالیں پانی نیچے سرایت نہیں کرے گا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ لہذا جب پانی ناخنوں تک نہیں پہنچتا تو وضو کیسے ہو جاتا ہے۔ غیر مقلدین جو اس انوکھے اجتہادی فتوے پر عمل کر رہے ہیں۔ وہ سراسر حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں کہ اللہ کے نبی تو ناخن کے برابر جبکہ خشک رہ جانے سے وضو کے لوٹانے کا حکم دیتے ہیں اور یہ ہیں کہ ۱۰-۲۰ ناخنوں کی جگہ خشک رہ جانے پر بھی وضو کے لوٹانے کا حکم نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ وضو ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ یہ ہے حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل جس کا الزام غیر مقلدین حضرات احناف پر لگاتے نہیں تھکتے۔

الھجا ہے پاؤں یا رکاز لف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

عمل بالحدیث کے دعویدار بتلائیں کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرنا۔ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟ کیا کپڑے کے ٹخنوں سے نیچا ہو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ اس کا نہ کسی حدیث میں تذکرہ ہے نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک ہے ہاں غیر مقلدین نے اسے نواقض وضو میں شمار کیا ہے ان کے نزدیک اگر کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو از سر نو وضو کرنا چاہیے۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب رقمطراز ہیں۔

”ٹخنوں سے نیچے پا جامہ پہننے والوں کو از سر نو وضو کرنا چاہیے۔“

(دستورالعملی ص ۷۸)

احناف حامی حدیث و سنت

پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا اور پیٹھ کرنا منع ہے

☆ عن ابی ایوب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا ایتیم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستد بروها ببول ولا غائط ولكن شرقوا او غربوا قال ابوا یوب فقدمنا الشام فوجدنا مرا حیض قد بنیت قبل القبلة فنحرف عنها ونستغفر الله۔

حضرت ابو ایوب انصاری سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جب تم بیت الخلاء آؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ رخ کرو نہ پیٹھ کرو البتہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر لو۔ حضرت ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ملک شام میں آئے تو ہم نے بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے پائے تو ہم رخ تبدیل کر لیتے تھے اور اللہ سے استغفار کر لیتے تھے۔

(بخاری ج: ۵، مسلم ج: ۱۳۰، واللفظ المسلم)

☆ عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جلس احدکم علی حاجتہ فلا یستقبل القبلة ولا یستد برها۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے قضاء حاجت کے لئے بیٹھے تو وہ ہرگز ہرگز قبلہ کی طرف رخ کرے نہ پیٹھ۔

(مسلم ج: ۱۳۱)

☆ عن معقل بن ابی معقل الاسدی قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلتین ببول او غائط، حضرت معقل بن ابی معقل اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب پاخانہ کرتے وقت دونوں قبلوں کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد ج: ۳)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان صحیح، صریح، مرفوع احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا یا پشت کرنا بالکل جائز ہے۔ ناجائز ہونا تو دور ہا مکروہ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ محمد یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

”مگر گھر میں یا کسی چیز کی آڑ میں جائز ہے“

(دستور امتی ۴۵)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”ولا یکرہ الا استقبال والاستد بار للاستنجاء“

استنجا کرتے وقت قبلہ رو ہونا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(نزل الابرار ج: ۵۳)

ملاحظہ فرمائیے:

اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ پیشاب پاخانہ کرتے وقت ہرگز قبلہ رو نہ ہونا۔ صحابہ کرام آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ استنجا خانے قبلہ رخ بنے ہوئے ہوتے ہیں تو خود رخ بدل لیتے ہیں لیکن وائے نادانی غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں صاحب منع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا اس کی طرف پیٹھ کرنا بالکل جائز ہے۔

احتاف حامی حدیث و سنت

تیمم میں دو ضربیں ہیں

☆ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال

التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للوجه وضربة للیدین

الی المرفقین۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لئے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں

ہاتھوں کے لئے۔

(مستدرک حاکم ج ۱: ۱۷۹)

☆ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کان تیمم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضربتین ضربة للوجه وضربة

للیدین الی المرفقین۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیمم دو ضربیں تھا ایک

ضرب چہرہ کے لئے اور دوسری کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لئے۔

(جامع المسانید ج ۱: ۲۳۳)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تیمم میں صرف ایک ہی ضرب ہوتی ہے اور کسی حدیث میں دو ضربوں کا ذکر نہیں۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

”تیمم یک ضربہ ست بر زمین“

تیمم ایک ضرب ہے زمین پر۔

(عرف الجادی ۱۶)

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

”وور احادیث صحیحہ جز یک ضربہ از برای وجہ

وکفین دیگر، ہیج نیامده“

(بدور الاہلۃ ۳۵)

صحیح احادیث میں چہرہ اور تھیلیوں کے لئے سوائے ایک ضرب کے اور کچھ نہیں آیا۔

احناف حامی حدیث و سنت

حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت

☆ عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم اقل الحيض ثلثة ايام واكثره عشرة ايام -

حضرت واثلة بن اسقع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حیض کی کم

از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

(دارقطنی ج: ۱۹: ۲۱۹)

☆ عن الحسن ان عثمان بن ابی العاص الثقفی قال

الجائض اذا جاوزت عشرة ايام فهي بمنزلة المستحاضة

تغسل و تصلی -

حضرت حسنؓ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے

فرمایا جاہلۃ عورت جب دس دنوں سے تجاوز کر جائے تو وہ بمنزلہ مستحاضہ عورت کے

لئے ہے غسل کر کے نماز پڑھے گی۔

(دارقطنی ج: ۱۰: ۲۱۰)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے

زیادہ دس دن ہے۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ حیض کی اقل و اکثر کوئی مدت

متعین نہیں اور نہ ہی تعین مدت پر کوئی دلیل موجود ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

”و در تقدیر اقل و اکثر حیض آنچه بتمسک اردو نیا

مدہ“۔

(بدور الاحلۃ ۳۵)

اور حیض کی اقل و اکثر مدت کے تعین سے متعلق کوئی قابل تمسک دلیل نہیں آئی۔

نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں:

”نہیست مدت برائے اقل و اکثر حیض..... و در شرع دلیلی از برائے اقل و اکثر طہر

وحیض نیامدہ“۔

(عرف الجادی ۱۶)

اور اقل و اکثر حیض کی کوئی مدت متعین نہیں اور شریعت میں اقل و اکثر طہر و حیض کے

متعلق کوئی دلیل نہیں آئی۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

ولا حد لا قله و اکثرہ“

(نزل الابرار ج: ۱: ۴۵)

اقل و اکثر حیض کی کوئی حد نہیں۔

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث و آثار سے تو حیض کی اقل و اکثر مدت ثابت ہو رہی ہے۔ لیکن غیر مقلدین

احناف حامی حدیث و سنت

طہارت کے بغیر قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں

☆ لا یمسہ الا المطہرون۔

نہیں چھوتے اس (قرآن) کو مگر پاک لوگ۔

(القرآن)

☆ عن حکیم بن حزام ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما

بعثہ والیاً الی الیمن قال لا تمس القرآن الا وابت طاهر،

حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب انہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم قرآن کو نہ چھو نا مگر اس حالت میں کہ تم پاک ہو۔

(متدرک حاکم ج ۳: ۴۸۵، دارقطنی ج ۱: ۱۲۲)

☆ عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال لا یمس القرآن الا طاهر۔

حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد ج ۶: ۲۷۱)

☆ کان ابو وائل یرسل خادمہ وہی حائض الی ابی رزین

فتاتیہ بالمصحف فتمسک بعلاقته۔

حضرت ابو وائل اپنی خادمہ کو حالت حیض ہی میں حضرت ابو رزین کے پاس بھیجتے تھے اور خادمہ ان کے یہاں سے قرآن مجید ڈوری سے پکڑ کر لاتی تھی۔

(بخاری ج ۱: ۴۳)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

آیت کریمہ احادیث و آثار اور اجماع احکام کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ

قرآن کو چھونے کے لئے طہارت شرط نہیں ہے۔ طہارت کے بغیر بھی قرآن کو چھو سکتے ہیں۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”وقیل لا یشرط الطہارۃ لمس المصحف وجزم بہ

الشوکانی وغیرہ من اصحابنا“

اور کہا گیا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لئے طہارت شرط نہیں ہے اسی پر ہمارے اصحاب

میں سے شوکانی وغیرہ نے جزم کیا ہے۔

(نزل الابرار ج ۱: ۹)

نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

”اگرچہ محدث رامس مصحف جائز باشد“

اگرچہ بے وضو شخص کے لئے قرآن کو چھونا جائز ہے۔

(عرف الجادی ۱۵)

ہیں کہ طہارت کے بغیر قرآن مجید کو چھونا جائز ہے۔

رہے ہیں کہ نہیں صاحب قرآن کو بلا طہارت بھی چھونا جائز ہے۔

احناف حامی حدیث و سنت

کپڑوں کا اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے

☆ عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت ابی حیش

لرسول الله صلى الله عليه وسلم يا رسول الله انى لا

اطهر افادع الصلوة فقال رسول الله صلى الله عليه

وسلم انما ذلك عرق ليس بالحیضة فاذا اقبلت الحيضة

فاتركى الصلوة فاذا ذهب قدرها فاغسلى عنك الدم و

صلى-

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ بنت ابوحیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھنی

چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون ہے حیض

نہیں ہے۔ اس لئے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑو (بخاری ج ۱: ۴۴)

☆

عن ابی سعید الخدری قال بینما رسول الله

صلى الله عليه وسلم يصلى باصحابه افخلع نعليه

فوضعهما عن يساره فلما راي القوم ذلك القوانعالهم

فلما قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاته قال

ما حملكم على القائكم نعالكم قالوا رأيناك القيت

نعليك فالقينا نعالنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم

ان جبريل عليه السلام اتانى فاخبرنى ان فيهما قدرا-

حضرت ابوسعید دریؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو نماز پڑھا

رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں صحابہ کرام نے یہ

دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار دیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ

ہوئے عرص کیا ہم نے

ہو کر پوچھا کہ تمہیں کیا دکھا تو ہم نے بھی اتار دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ مجھے تو جبریل امین نے آکر خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاکی (لگی ہوئی) ہے۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین حضرات کا بلا تفریق یہ کہنا ہے کہ اگرچہ بدن پر نجاست لگی ہوئی ہو اور کپڑے بیشک ناپاک ہوں تاہم نماز صحیح ہو جائے گی۔ نماز کے صحیح ہونے کے لئے بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

”فمن صلی ملا بسالنحاسة عامدا فقد اخل بواجب وصلاۃ صحیحہ“

جس شخص نے جان بوجھ کر نجاست لگے ہوئے نماز پڑھی اس نے واجب میں خلل ڈالا البتہ نماز اس کی صحیح ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

گردانیدن کما ینبغی نسبت
نماز کے صحیح ہونے کے لئے اٹھائی ہوئی چیز اور پہنے ہوئے کپڑوں کے پاک ہونے کو

شرط قرار دینا مناسب نہیں۔

(بدورالاهلۃ ۳۹)

نواب نور الحسن خان لکھتے ہیں:

”یادر جامۃ ناپاک نماز گزار و نمازش صحیح ست“

ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہے۔

(عرف الجادی ۲۲)

ملاحظہ فرمائیے:

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز صحیح ہونے کے لئے کپڑے اور بدن کا پاک ہونا شرط ہے۔ ناپاک کپڑوں میں اور ناپاک بدن سے نماز صحیح نہیں ہوگی۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب طہارت کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔ ناپاک کی لگے ہوئے بھی نماز صحیح ہے۔

قارئین آپ خود فیصلہ فرمائیے یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے

☆ وَعَهْدَنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهْرًا يَنْتَبِئُ
لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ، ۱۲۵:۲

اور ہم نے (حضرت) ابراہیم و (حضرت) اسماعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو۔ طواف و اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے۔

☆ وَطَهْرَ بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔

۲۶:۲۲

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا۔

☆ عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى ان
يصلى في سبعة مواطن في المذبله او المجرورة او المقبرة
وقارعة الطريق وفي الحمام ومعاطن الابل وفوق
ظهير بيت الله۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ کوڑے کرکٹ کی جگہ میں، جانور ذبح کرنے کی جگہ میں قبرستان میں، راستہ چلنے کی جگہ میں، حمام میں، اونٹوں کے باڑے میں اور بیت اللہ کی چھت پر۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا صحابہ کرام اسے ڈانٹتے ہوئے کہنے لگے رک جا رک جا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پیشاب نہ روکو۔ جانے دو چنانچہ صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا کہ یہ مسجدیں پیشاب پاخانہ کے لئے نہیں ہوتیں، یہ تو اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کے لئے ہیں، یا ایسا ہی کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا وہ پانی کا ایک ڈول بھر کے لے آیا اور پیشاب کی جگہ بہا دیا۔

(مسلم ج ۱: ۱۳۸)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لئے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

”و طہارت مکان نماز واجب ست شرط صحت نماز

نیست“

نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے۔

(بدور الاہلۃ ۳۰)

ملاحظہ فرمائیے:

آیات کریمہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے لئے جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ اگر جگہ پاک نہ ہوئی تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز کے صحیح ہونے کے لئے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ناپاک جگہ پر بھی نماز پڑھ لی تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

ستر کا ڈھانپنا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے

☆ بَيْنِيْ اَدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (۱۳:۷)

اے بنی آدم تم اپنی آرائش لے لو ہر نماز کے وقت

☆ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا

تقبل صلوة الحائض الا بخمار،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ان عورت کی نماز

اورٹھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

(ترمذی ج ۱: ۸۶، ابوداؤد ج ۱: ۹۴)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

آیت کریمہ، حدیث مبارک اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ بلا ستر ڈھانپنے نماز کے صحیح نہ ہونے کو ہم نہیں مانتے ستر کھلا رہنے کے باوجود نماز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

”واما آنکہ نماز زن اگر چہ تنہا یا بازناں یا باشوہر یا دیگر محارم باشد بے ستر تمام عورت صحیح نیست پس غیر مسلم ست“

رہی یہ بات کہ عورت کی نماز اگر چہ وہ تنہا ہو یا دوسری عورتوں کے ساتھ ہو یا شوہر یا دوسرے محرموں کے ساتھ ہو تو پورے ستر کے ڈھانپنے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ بات ہمیں تسلیم نہیں۔ نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں:

”وازیںجا دریا فتنہ باشی کہ ہر کہ چیزی از عورتش در نماز نمایاں شد یا در جامۂ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح ست“

یہیں سے تجھے معلوم ہوگا کہ نمازی کے ستر کا جو حصہ بھی نماز میں کھل جائے یا وہ ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہے۔

ملاحظہ فرمائیے:

قرآن وحدیث اور اجماع امت سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ نماز پڑھنے والے کے لئے ستر ڈھانپنا ضروری ہے۔ اگر بلا عذر ستر کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ ہمیں صاحب ہم نہیں مانتے کہ بلا ستر نماز نہیں ہوتی۔ ستر ڈھانپنے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے۔ قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے

عن عبد اللہ بن مسعود قال ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلاة لغير میقاتها الا صلوٰتین جمع بین المغرب والعشاء (بجمع) وصلی الفجر قبل میقاتها۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز بھی بے وقت پڑھی ہو سوائے دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کے کہ ان کو آپ نے (مزدلفہ) میں اکٹھا پڑھا اور فجر کو وقت سے پہلے۔

(بخاری ۲۰۲۸)

عن رافع بن خدیج قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر۔

حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کو خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ اس میں بہت بڑا ثواب ہے۔

(ترمذی ج ۱: ۴۰)

عن محمود بن لبید عن رجال من قومه من الانصار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اسفرتکم بالصبح فانه اعظم للاجر،

حضرت محمود بن لبیدؓ نے اپنی قوم کے کئی انصاریوں سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا روشن کرو گے تم فجر کو اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔

آپ نے ایک دفعہ حج کے موقع پر مزدلفہ میں غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھی تو اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا ذکر فرمایا، اگر آپ کا معمول غلس میں نماز پڑھنے کا ہوتا تو کبھی بھی حضرت عبداللہ بن مسعود آپ کے مزدلفہ میں غلس میں نماز پڑھتے کو عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا نہ نقل فرماتے۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل، آپ کے تاکید و حکم اور عام صحابہ کرام کے معمول کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی نماز غلس (اندھیرے) میں پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

”فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔“

(دستور امتی ۸۰)

غیر مقلدین کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین ہمیشہ غلس (اندھیرے) میں فجر کی نماز پڑھتے رہے۔“

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۲: ۱۵۵)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز اجالے میں پڑھتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی یہی حکم دیتے تھے۔ کہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھو کیونکہ یہ بڑے اجر کا باعث ہے اور صحابہ کرام آپ کے کہنے کے مطابق ہی عمل بھی کرتے تھے۔ لہذا فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنا افضل ہونا چاہیے لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نہیں صاحب فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا ہی افضل ہے۔

تو اگرچہ ذرا سوچئے کیا اللہ کے نبی اور صحابہ کے عمل کے خلاف کسی عمل میں افضلیت

ہو سکتی ہے؟

احناف حامی حدیث و سنت

ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنی چاہیے

☆ عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان الحر ابرد بالصلوة واذا كان البرد عجل، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز گرمی میں ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے اور سردی میں جلد پڑھ لیتے تھے۔

(نسائی ج ۱: ۵۸)

☆ عن ابي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابردوا بالظهور فان شدة الحر من فيح جهنم۔

حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے بھاپ (کی وجہ) سے ہوتی ہے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ٹھنڈا کر۔ مؤذن نے دوبارہ اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے پھر فرمایا ٹھنڈا کر حتیٰ کہ ہمیں ٹیلوں کا سایہ نظر آنے لگا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے۔ لہذا جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔

(بخاری ج ۱: ۷۷، مسلم ج ۱: ۲۲۳)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس معمول اور حکم کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز ہر حالت میں (گرمی سردی کے فرق کے بغیر) اول وقت میں پڑھنی افضل ہے چنانچہ۔
ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

”نماز ہر حالت میں اول وقت پڑھنی افضل ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱: ۵۵۳)

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے کہ آپ ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھتے ہیں۔ یہی آپ نے دوسروں کو حکم بھی دیا ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز اول وقت میں پڑھنی افضل ہے۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف پڑھی جانے والی کسی نماز میں افضلیت ہو سکتی ہے؟
قارئین فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف کوئی عمل اپنانا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

عن عقبہ بن عامر الجہنی یقول ثلث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینہانا ان نصلی فیہن او ان نقبر فیہن موتانا حین تطلع الشمس بازغة حتی ترتفع و حین یقوم قائم الظہیرۃ حتی تمیل الشمس و حین تصنیف الشمس للغروب حتی تغرب۔

حضرت عقبہ بن عامر جھنی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع فرماتے تھے تین اوقات میں نماز پڑھنے سے بھی اور مردوں کو دفنانے سے بھی۔ ایک تو جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ دوسرے جس وقت کہ ٹھیک دوپہر ہو جب تک زوال نہ ہو جائے۔ تیسرے جس وقت سورج ڈوبنے لگے جب تک کہ پورا ڈوب نہ جائے۔

(مسلم ج ۱: ۲۷۶)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

اس صریح و صحیح مرقوع حدیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تحیۃ المسجد ان تینوں اوقات میں اور مطلق نوافل جمعہ کے دن زوال کے وقت پڑھنے جائز ہیں۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”ومنها تحیۃ المسجد وہی مشروعة فی جمع

الاقوات حتی فی الاوقات المنہی عن الصلوۃ فیہا“ الخ
انہیں میں سے تحیۃ المسجد بھی ہے اور یہ تمام اوقات میں جائز ہے۔ حتیٰ کہ جن اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اُن میں بھی،

(نزل الابرار ج ۱: ۱۲۷)

شاء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

”مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱: ۱۳۳)

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرما رہے ہیں کہ تین اوقات میں کوئی سی بھی نماز نہ پڑھنا۔ ان اوقات میں نماز جائز نہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نوافل پڑھ لینے چاہئیں وہ جائز ہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک چیز کو منع کر دینے کے

بعد اس کے کرنے کا فتویٰ دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

بلا عذر دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں

☆ حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى:

محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی۔

☆ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا:

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں۔

☆ قَوْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ :

پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

☆ عن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

يصلی الصلوة لوقتہا الا بجمع و عرفات۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز

وقت پر پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے۔

(نسائی ج ۲: ۳۶)

☆ عن ابی قتادة (فی حدیث طویل) ان رسول الله صلى

الله عليه وسلم قال اما انه ليس في النوم تقريظ انما

التفريظ على من لم يصل الصلوة حتى يجيئ وقت

الصلوة الاخرى۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خبردار نیند میں کوئی تقریظ نہیں ہے: تقریظ اس شخص کی طرف سے ہے جو نماز نہ پڑھے،

حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

(مسلم ج ۱: ۲۳۹)

☆ عن ابی ذر قال قال لی رسول الله صلى الله عليه وسلم

كيف انت اذا كانت عليك امراء يؤخرون الصلوة عن

وقتہا او یمیتون الصلوة عن وقتہا قال قلت فمأثا مرنی

قال صل الصلوة لوقتہا فان ادرکتہا معهم فصل فانہا لك

نافلة۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ

(اے ابو ذر) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے حکمران ایسے ہوں گے جو نماز

کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے یا نماز کو مار کر پڑھیں گے۔ حضرت ابو ذر فرماتے

ہیں میں نے عرض کیا کہ پھر میرے لئے آپ کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا تم نماز کو

اس کے وقت پر پڑھ لینا، پھر اگر ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پھر پڑھ لینا کہ وہ

تمہارے لئے نفل ہو جائیں گے۔

(مسلم ج ۱: ۲۳۰)

☆ عن ابن عباس عن النبی صلى الله عليه وسلم قال من

جمع بین الصلوتین من غیر عذر فقد اتی بابا من

الکبائر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس

نے بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں

سے ایک دروازے میں داخل ہوا۔

(ترمذی ج ۱: ۲۸، مشدک حاکم ج ۱: ۲۷۵)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

فٹ بال کھیلنے کے لئے جمع بین الصلوٰتین

قارئین کرام غیر مقلدین کے یہاں جمع بین الصلوٰتین کے لئے کسی عذر کی ضرورت تو دور رہی کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی وجہ سے بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے۔ ذیل میں شاء اللہ امرتسری صاحب کے دو فتوے ذکر کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سوال: فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصول انعام کے لئے مثلاً آپ شیلڈ فٹ بال کھیل کرتے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں، پر قضاء نماز پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

(محمد مصطفیٰ)

جواب: نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے۔ کھیلنے والوں کو چاہئے کہ پہلے افسروں سے تصفیہ کر لیں، کہ نماز کے وقت کھیل کود کو چھوڑ دیں گے وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں، یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱: ۶۳۱)

نوکری کے لئے جمع بین الصلوٰتین:

سوال: نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ کی فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی۔ کیا ظہر کیساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے؟

جواب: واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱: ۴۳۶)

ملاحظہ فرمائیے:

یہ ہے غیر مقلدین کا قرآن و حدیث پر عمل، قرآن کہہ رہا ہے کہ ہر نماز کا ایک وقت مقرر ہے، نماز کی محافظت ضروری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نماز اپنے وقت پر پڑھتے تھے، اسی کی صحابہ کرام کوتاہی فرماتے تھے۔ اور بلا عذر دو نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کو آپ گناہ کبیرہ قرار دے رہے ہیں، اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے۔

لیکن:

غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب، جمع بین الصلوٰتین بالکل جائز ہے۔ عذر و غیرہ کی قید کی بھی ضرورت نہیں، عذر ہو یا نہ ہو، حتیٰ کہ اگر کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی مصروفیت ہو تب بھی جائز ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہے جائیں

☆ عن ابی محذورة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علمہ

الاذان تسع عشرة كلمة والاقامة سبع عشرة كلمة

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو

اذان کے ۱۹ کلمات سکھائے اور اقامت کے ۷ کلمات۔

(ترمذی ج: ۱، ۳۸: ۱، نسائی ج: ۱، ۷۳: ۱، دارمی ج: ۱، ۲۱۷: ۱)

☆ عن ابی محذورة قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الاذان تسع عشرة كلمة والاقامة سبع عشرة كلمة

الاذان ”اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ والاقامة سبع عشرة كلمة،

”اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہدان لا الہ

الا اللہ، اشہدان لا الہ الا اللہ، اشہدان محمد رسول

اللہ، اشہدان محمد رسول اللہ، حی الصلوٰۃ، حی

الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت

الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا

اللہ۔“

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان

کے ۱۹ کلمات سکھائے اور اقامت کے سترہ، اذان کے کلمات تو یہ ہیں..... اور

اقامت کے ۷ کلمات اس طرح ہیں۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہدان لا

الہ الا اللہ، اشہدان لا الہ الا اللہ، اشہدان محمد رسول اللہ، اشہدان محمد رسول اللہ، حی

الصلوٰۃ، حی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت

الصلوٰۃ، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔

(ابن ماجہ ۵۲، ابوداؤد ۷۳)

☆ عن سلمة بن الاكوع رضى الله عنه انه كان اذا لم

يدرك الصلوة مع القوم اذن واقام ويثنى الاقامة۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں جس وقت نماز جماعت کے

ساتھ نہ ملتی تو وہ خود ہی اذان و اقامت کہہ لیتے اور اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے

تھے۔

(دارقطنی ج: ۱، ۲۳۱: ۱)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اقامت اکبری کہنی چاہیے۔ یہی افضل ہے، اور اذان و اقامت کی یہ صورت کہ اذان بغیر ترجیع کے ہو اور اقامت دوہری ہو اس کا حدیث میں نام و نشان نہیں ہے چنانچہ:

ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

”تکبیر کے ہر ایک کلمہ کو ایک ایک مرتبہ کہنا سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے افضل ہے، زید بن عبدالبر کے تلقین شدہ کلمات ایسے ہی منقول ہیں۔“

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱: ۵۲۸)

محمد سلیمان کیلانی صاحب لکھتے ہیں:

”باقی رہی یہ تیسری صورت کہ اذان بغیر ترجیع کے ہو اور اقامت دوہری ہو تو حدیث سے اس کا نام و نشان نہیں ملتا۔ معلوم نہیں دوستوں نے اسے کہاں سے ایجاد کر لیا۔“

(حاشیہ صلوٰۃ النبی، مرتبہ خالد گر جاکھی ۱۰۲)

ملاحظہ فرمائیے:

ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ان بیچاروں کا مبلغ علم ہی اتنا ہے کہ انہیں یہ احادیث نظر نہیں آتیں، یا پھر یہ ہے کہ ان احادیث کو دیکھ کر یہ لوگ آنکھیں بند کر لیتے ہیں بہر کیف جو بھی ہو فیصلہ قارئین کے سر ہے وہ فیصلہ فرمائیں کہ اتنی احادیث کے خلاف کسی عمل کو اپنی طرف سے افضل قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا سنت ہے

☆ عن عبد الجبار بن وائل عن ایہ انہ ابصر النبی صلی

اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوٰۃ رفع یدیه حتی

کانتا بحیال منکیبہ وحادی بابہامیہ اذنیہ ثم کبر،

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھ مونڈھوں

تک اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کئے پھر اللہ اکبر کہا۔

(ابوداؤد ج ۱: ۱۰۵)

☆ عن عبد الجبار بن وائل عن ایہ انہ رای النبی صلی

اللہ علیہ وسلم اذا ففتح الصلوٰۃ رفع یدیه حتی

تکاد ابہا ماہ تحاذی شحمة اذنیہ،

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو آپ نے دونوں ہاتھ اس قدر

اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی نو کے برابر ہو گئے۔

(نسائی ج ۱: ۱۰۲)

☆

عن وائل بن حجر انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم
رفع يديه حين دخل في الصلوة كبر وصف همam حبال
اذنيه۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہا۔
(حدیث کے راوی ہمam کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز شروع کرتے
وقت ہاتھ اٹھائے تو) کانوں تک اٹھائے۔

(مسلم ج: ۱: ۱۷۳)

☆

عن مالك بن الحويرث ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم كان اذا اكبر رفع يديه حتى يحاذي بهما اذنيه
وفي رواية عنه حتى يحاذي بهما فروع اذنيه،

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے انہی سے ایک دوسری روایت
ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھاتے۔

(مسلم ج: ۱: ۱۶۸)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

مذکورہ تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہاتھ کندھوں تک اٹھانے

چاہئیں۔

چنانچہ خالد گر جاگھی صاحب لکھتے ہیں:

”اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائیے۔“

(صلاة النبي ۱۵۲)

امام خان نوشہروی لکھتے ہیں:

”تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک یا ذرا اور اوپر اٹھانا۔“

(الحدیث کے دس مسئلے ۲۸)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تکبیر تحریر یہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے

چاہئیں۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔ اور عملاً وہ کندھوں تک ہی
اٹھاتے ہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

نماز میں دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے

☆ اخبرنا حجاج بن حسان قال سمعت ابا مجلز او سألته قال قالت كيف يضع قال يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله و يجعلهما اسفل من السرة،

حجاج بن حسان فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مجلز سے سنا، یا ان سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کس طرح باندھے جائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی پھیلی کے اندر کے حصہ کو بائیں ہاتھ کی پھیلی کے اوپر کے حصہ پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۳۹۱)

☆ عن ابراهيم قال يضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة،

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ نمازی نماز میں وایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۳۹۱)

☆ عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة۔

حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا وایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۳۹۰)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہاتھ سینے پر باندھنے چاہئیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مناسب ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں ہے۔

چنانچہ یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

”دائیں ہاتھ کی پھیلی بائیں ہاتھ کے پہونچے پر رکھ کر سینہ پر ہاتھ باندھے۔“

(دستور المتقی ۹۷)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”ويضع اليمنى على اليسرى ثم يضعهما على صدر ورده“

وهو المختار۔“

اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے پھر دونوں کو سینہ پر رکھے یہی مختار مذہب ہے۔

(نزل الابرار ج ۱: ۷۳)

مولوی خالد گر جاکھی لکھتے ہیں:

”مذکورہ طریقہ کے مطابق سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔“

زیر ناف ہاتھ باندھنا ویسے ہی نامناسب معلوم ہوتا ہے، نیز زیر ناف ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں۔“

(صلاۃ النبی ۱۵۷)

حکیم فیض عالم صاحب اس عمل پر استہزاء کرتے ہوئے یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

”یہاں ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہ خلفاء بنی عباس میں سے ہارون کا ایک نماز میں آزار بند کھل گیا اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کر کے آزار بند سنبھال لیا، نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانی سے ہارون الرشید کے اس فعل کو دیکھا، قاضی ابو یوسف صاحب نے فتویٰ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی صحیح ہے۔

(اختلاف امت کا المیہ ۷۸)

ملاحظہ فرمائیے:

جو عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار دے رہے ہیں جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اخلاق نبوت میں سے شمار کر رہے ہیں جس پر صحابہ و تابعین اور اکثر ائمہ کا عمل ہے وہ تو غیر مقلدین کے یہاں نامناسب عمل ہے، اس کی انہیں کوئی دلیل بھی نہیں ملتی اور اس کا مذاق اڑانے سے بھی نہیں چوکتے۔

احناف حامی حدیث و سنت

نماز میں بِسْمِ اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیئے

☆ عن انس قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمرو و عثمان رضی الہ عنہم فلم اسمع احدا منهم یجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم،

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی لیکن میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

(نسائی ج: ۱۰۵)

☆ عن انس قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمرو و عثمان فلم اسمع احدا منهم یقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی، لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

(مسلم ج: ۱۷۲)

☆ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابا بکر و عمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العلمین۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے تھے۔

(بخاری ج: ۱۰۳)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو مجھ سے فرمایا۔ بیٹا یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ ان کے نزدیک اسلام میں بدعت ایجاد کرنے سے زیادہ کوئی چیز مغفوس ہو اور فرمایا کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ (سب) کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ کہتے ہوئے نہیں سنا، لہذا تم بھی نہ کہو، جب تم نماز پڑھو تو کہو الحمد للہ رب العالمین۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مغفلؓ کی حدیث حسن ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکثر اہل علم صحابہ کا عمل اسی پر ہے جن میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین بھی ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ یہ لوگ اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے، البتہ ان کا کہنا ہے کہ نمازی بسم اللہ اپنے جی میں کہہ لے۔

(ترمذی ج ۱: ۵۷)

☆ عن ابراہیم قال جبر الامام بسم الله الرحمن الرحيم بدعة۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام کا بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے بڑھنا بدعت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۱)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ پکار کر پڑھنا بہتر ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

”والحاصل ان الحق ثبوت قراءتها وانها آية من كل سورة وانها تقرأ في الصلوة جهرافي الجهرية و سرافي السرية“۔
(الروضة الندية ج ۱: ۱۰۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حق بات یہی ہے کہ بسم اللہ کا نماز میں پڑھنا ثابت ہے اور یہ ہر سورۃ کی ایک آیت ہے اور اسے جہری نمازوں میں جبراً (اونچی آواز سے) پڑھا جائے اور سری نمازوں میں سرا (آہستہ)۔

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں عام صحابہ کرام اور تابعین کا معمول بھی یہی ہے۔ یہ حضرات بسم اللہ آہستہ پڑھتے ہیں اونچی آواز سے پڑھنے کو اچھا نہیں سمجھتے بلکہ اسے گنواروں کا فعل اور بدعت قرار دیتے ہیں، لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا بہتر اور حق ہے۔ قارئین کرام غور فرمائیے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے خلاف کسی عمل بدعت کو بہتر اور حق کہنا یہ عمل بالحدیث ہے یا حدیث سے بغاوت؟ بھلا جس عمل کو صحابہ اور تابعین بدعت قرار دیں وہ بہتر اور حق ہو سکتا ہے؟

نوٹ:

غیر مقلدین کا بسم اللہ پڑھنے کے متعلق جہری و سری نماز کا فرق کرنا کہ جہری میں جبراً

پڑھا جائے اور سری میں بالسر یہ خود ساختہ فرق ہے۔ کسی حدیث میں یہ فرق موجود نہیں ہے۔

احناف حامی حدیث و سنت

امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔

☆ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

☆ عن يسير بن جابر قال صلى ابن مسعود فسمع

ناسا يقرؤون مع الامام فلما انصرف قال اما ان لكم ان

تفقهوا اما ان لكم ان تعقلوا واذا قرئ القرآن فاستمعوا

له وانصتوا كما امركم الله،

☆ حضرت یسیر بن جابر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز پڑھی اور چند

آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا

کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھو اور عقل سے کام لو۔ جب قرآن کریم کی قرأت ہوئی

ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

(تفسیر طبری ج ۹: ۱۱۰)

☆ عن ابن عباس في قوله تعالى واذا قرئ القرآن

فاستمعوا له وانصتوا يعني في الصلوة المفروضة۔

☆ حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد واذا قرئ القرآن الآية کے

متعلق مروی ہے کہ یہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(کتاب القرآۃ للبیہقی ۸۸)

☆ عن ابي موسى الاشعري قال ان رسول الله صلى الله

عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا وعلمنا صلواتنا فقال اذا

صليتم فاقبموا صفوفكم ثم ليؤمكم احدكم فاذا اكبر

فكبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غير المغضوب عليهم

ولا الضالين فقولوا آمين۔

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں

خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی اور نماز کا طریقہ بتلایا

اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کرلو، پھر تم میں سے ایک تمہارا

امام بنے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو

اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

(مسلم ج ۱: ۱۷۴)

☆ عن ابي موسى الاشعري قال قال رسول الله صلى الله

عليه وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا فاذا كان عند القعدة

فليكن اول ذكر احدكم التشهد۔

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب

امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو پھر جب قعدہ میں بیٹھے تو تم میں سے ایک کا پہلا

ذکر تشہد ہونا چاہیے۔

(ابن ماجہ ۶۱)

☆ عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

انما جعل الامام ليؤتم به فاذا اكبر فكبروا واذا قرأ فا

نصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا

لك الحمد۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سوجب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے، تو تم خاموش رہو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔

(نسائی ج ۱: ۱۰۷)

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الامام لیؤتم بہ فاذا اکبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سوجب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

(نسائی ج ۱: ۱۰۷)

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ واذا اکبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب (علیہم) ولا الضالین فقولوا آمین۔

(الحديث)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سوجب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

(ابن ماجہ ۶۱)

☆ ثنا سفین بن عیینہ عن الزہری عن ابن اکیمة قال سمعت ابا ہریرۃ يقول صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ صلاة نظن انها الصبح فقال هل قرأتمکم من احد قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع القرآن۔

ابن اکیمة فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ ہمارا خیال ہے وہ صبح کی نماز تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے قرأت کی ہے۔ ایک صاحب بولے میں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت (کشمش) کیوں کی جارہی ہے۔

(ابن ماجہ ۶۱)

☆ عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی خلف الامام فان قرأ الامام له قرأۃ۔
حضرت جابر عن عبد اللہ بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

(موطا امام محمد ۹۵)

☆ عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل من کان له امام فقراء ته له قرأۃ۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۳۷۷)

☆ عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأه الامام له قراءة۔

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

(کتاب القراءة للبیہقی ۱۳۸)

☆ عن ابی ہریرۃ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأه الامام له قراءة۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

(کتاب القراءة ۱۷۰)

☆ عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فان قرأه الامام له قراءة۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

(کتاب القراءة للبیہقی ۱۵۶)

☆ عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال تكفيك قراءة الامام خافت اوجهر۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تجھے امام کی قرأت کافی ہے۔ چاہے وہ آہستہ آواز سے قرأت کرے یا اونچی آواز سے۔

(دارقطنی ج ۳: ۳۳۱)

☆ عن انس بن مالك ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأه الامام له قراءة۔

(کتاب القراءة للبیہقی ۱۵۳)

☆ عن انس قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم باصحابه ثم اقبل بوجهه فقال اقرأون والامام يقرأ فسكتوا فسألهم ثلثا فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی (نماز سے فارغ ہو کر) آپ صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم قرأت کرتے ہو جبکہ امام قرأت کر رہا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام چپ رہے، آپ نے تین بار یہی سوال کیا تو صحابہ کرام بولے کہ ہم ایسا کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایسے مت کرو۔

(طحاوی ج ۱: ۱۵۰ و کتاب القراءة للبیہقی ۱۵۱)

☆ عن يحيى بن عبد الله بن سالم العمري وي زيد بن ابي عبياض ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان منكم له امام فائتم به فلا يقرآن معه فان قراءته له قراءة۔

☆ یحییٰ بن عبد اللہ اور یزید بن ابی عیاض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لئے امام ہو اور وہ اس امام کی اقتداء کرے تو مقتدی اس کے ساتھ قرأت نہ کرے کیونکہ امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

(کتاب القراءة للبیہقی ۱۸۳)

☆ عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الاوراء الامام۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے نماز کی کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

(طحاوی ج: ۱، ۱۳۹، مصنف عبدالرزاق ج: ۳۰)

☆ عن ابی ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلاة لا یقرأ فیہا بام الكتاب فہی خداج الا صلاۃ خلف امام۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی ہے۔ سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔

(کتاب القراءة للسمعانی ج: ۱)

☆ عن الشعبي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا قراءة خلف الامام۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں۔

(دارقطنی ج: ۱، ۳۲۰)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ حضرت عائشہ کے گھر میں تھے۔ آپ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ حضرت عائشہ بولیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا دیں۔ آپ نے فرمایا بلا دو حضرت حفصہ بولیں یا رسول اللہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بلا لیں، آپ نے فرمایا بلا لو۔ حضرت ام فضل بولیں یا رسول اللہ عباس کو بھی بلا لیں آپ نے فرمایا ہاں، جب یہ سب حضرات جمع ہو گئے تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر دیکھا اور خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے اس وقت آپ کے پاس سے اٹھ جاؤ پھر حضرت بلالؓ نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع

کی، آپ نے فرمایا ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ بولیں یا رسول اللہ ابو بکرؓ بہت نرم دل ہیں۔ جب آپ کو نہیں دیکھیں گے تو رونے لگیں گے اور لوگ بھی رو دیں گے۔ اگر عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو اچھا ہو، لیکن حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے پاؤں سے زمین میں لکیریں پڑ رہی تھیں، جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو (حضرت ابو بکرؓ کو متنبہ کرنے کے لئے) سبحان اللہ کہا، حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ ہی ٹھہرو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے اور آپ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ گھڑے ہو کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کرنے لگے اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی اقتداء کرنے لگے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اسی جگہ سے شروع فرمائی جس جگہ حضرت ابو بکرؓ پہنچے تھے۔

(ابن ماجہ ۸۸، ملحاوی ج: ۱، ۲۷۶، مسند احمد ج: ۱، ۲۳۲، دارقطنی ج: ۱، ۳۹۸)

☆ عن ابی ہریرۃ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قال القارى غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال من خلفه آمين فوافق قوله قول اهل السماء غفر له ما تقدم من ذنبه۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاری غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے اور اس کے پیچھے اس کا مقتدی آمین کہتا ہے اور مقتدی کا قول اہل آسمان کے قول کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(مسلم ج: ۱، ۱۷۶)

☆ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا امن القاری فامنوا فان الملائکۃ تؤمن فممن وافق تامين تامين الملائکۃ غفر له ما تقدم من ذنبه۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔
(بخاری ج ۲: ۹۴۷، نسائی ج ۱: ۱۰۷، ابن ماجہ ۶۱)

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین فان الملائکۃ تقول آمین وان الامام يقول آمین فمن وافق تامين تامين الملائکۃ غفر له ما تقدم من ذنبه۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا للضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے سو جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(نسائی ج ۱: ۱۰۷، دارمی ج ۱: ۲۲۸، مسند احمد ج ۲: ۲۳۳)

☆ عن الحسن عن ابی بکرۃ انه انتهى الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو راكع فركع قبل ان يصل الى الصف فقال زادك الله حرصا ولا تعد۔

☆ حضرت حسن بصریؒ حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی علیٰ صحابہ الصلوٰۃ والسلام میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ چنانچہ یہ صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے (اور

☆ آہستہ آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

(بخاری ج ۱: ۱۰۸)

☆ عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفتتح الصلوة بالتكبير والقراءة بالحمد لله رب العلمين۔

☆ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ اکبر کہہ کر شروع فرماتے تھے اور قرأت الحمد اللہ رب العلمین سے۔

(ابوداؤد ج ۱: ۱۱۳)

☆ عن عبادة بن الصامت يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم قال لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً قال سفيان لمن يصلي وحده۔

☆ حضرت عبادہ بن صامتؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید کچھ اور نہ پڑھے۔ حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

(ابوداؤد ج ۱: ۱۱۹)

☆ قال الامام الترمذی واما احمد بن حنبل فقال معنى قول النبي صلى الله عليه وسلم لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان وحده۔

☆ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کہ اس کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرأت نہ کرے کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا کہنا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

(ترمذی ج ۱: ۷۱)

احناف حامی حدیث و سنت

خلفاء راشدین امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے

☆ عبد الرزاق عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن القراءة خلف الامام قال واخبرني اشياخنا ان عليا قال من قرأ خلف الامام فلا صلاة له قال واخبرني موسى بن عقبة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكر وعمر وعثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الامام۔

امام عبد الرزاق عبد الرحمن بن زيد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عبد الرحمن بن زید فرماتے ہیں۔ مجھے بہت سے مشائخ نے خبر دی ہے کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی اور موسیٰ بن عقبہؓ نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۲: ۱۳۹)

☆ حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان:

☆ عن نافع وانس بن سير بن قال قال عمر بن الخطاب تكفيك قراءة الامام۔

امام نافع اور انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۳۷۶)

☆ عن القاسم بن محمد قال قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه لا يقرأ خلف الامام جهرا ولم يجهر۔

حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے امام جہر کرے یا نہ کرے۔

(كتاب القراءة للبيهقي ۱۸۳)

☆ اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال ليت في فهم الذي يقرأ خلف الامام حجرا۔

محمد بن عجلان سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا کہ کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈال دیے جائیں۔

(موطا امام محمد ۹۸)

☆ حضرت علیؓ کا فرمان:

☆ عن عبد الرحمن بن ابي ليلى قال قال علي بن ابي طالب رضي الله عنه من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة۔

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ”جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کو کھودیا۔“

(دارقطنی ج ۱: ۳۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۳۷۶)

☆ عن داود بن قليس عن محمد بن عجلان قال قال علي من قرأ مع الامام فليس على الفطرة۔

محمد بن عجلان فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ قرأت کی وہ فطرت (اسلام کے طریقہ) پر نہیں ہے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۲: ۱۳۸، طحاوی ج ۱: ۱۵۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول و عمل:

☆ عن ابی وائل قال جاء رجل الى عبد الله (بن مسعود) فقال يا ابا عبد الرحمن اقرأ خلف الامام؟ قال انصت للقرآن فان في الصلوة شغلا وسيكفيك ذلك الامام۔
حضرت ابو وائلؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا (قرأت) کے وقت خاموش رہو کیونکہ نماز میں امام قرأت میں مشغول ہے اور تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲: ۱۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۳۷۶،

کتاب القراءات للبیہقی ۱۲۶، مؤطا امام محمد ۹۶)

☆ عن علقمة بن قیس ان عبد الله بن مسعود كان لا يقرأ خلف الامام فيما يجهر فيه وفيما يخافت فيه في الاوليين ولا في الاخرين۔

حضرت علقمہ بن قیسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں نہ پہلی رکعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔

(موطا امام محمد ۹۶)

☆ عن علقمة عن ابی مسعود قال ليت الذي يقرأ خلف الامام ملثي فوه ترابا۔

حضرت علقمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کاش کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

(طحاوی ج ۱: ۱۵۰، مصنف عبدالرزاق ج ۲: ۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول و عمل:

☆ مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ قال و كان عبد الله بن عمر لا يقرأ خلف الامام

امام مالکؓ بواسطہ نافعؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہے تو آپ فرماتے کہ تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے اور جب اکیلا نماز پڑھے تو قرأت کر لیا کرے۔ نافعؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

(موطا امام مالک ۶۸)

☆ عن القاسم بن محمد قال كان ابن عمر لا يقرأ خلف الامام جهرا ولم يجهر، الحديث۔

قاسم بن محمدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔ خواہ امام اونچی آواز سے قرأت کرے یا نہ کرے۔

(کتاب القراءات للبیہقی ۱۸۳)

☆ عن عبيد الله بن مقسم انه سأل عبد الله بن عمر وزيد بن ثابت وجابر بن عبد الله فقالوا لا تقرأوا خلف الامام في شيء من الصلوة۔

عبداللہ بن مقسمؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں سوال کیا تو ان حضرات نے فرمایا کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

(طحاوی ج ۱: ۱۵۰)

حضرت زید بن ثابتؓ کا قول و عمل:

☆ عن عطاء بن یسار انه اخبره انه سال زید بن ثابت عن

القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیء۔

حضرت عطاء بن یسارؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا، تو آپؓ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

(مسلم ج ۱: ۲۱۵، نسائی ج ۱: ۱۱۱)

☆ عن زید بن ثابت قال لا یقرأ خلف الامام ان جهر ولا ان

خافت۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے نہ جب کہ امام جہر سے قرأت کرے اور نہ جب کہ وہ آہستہ آواز سے قرأت کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۳۷۶)

☆ عن ابن زکوان عن زید بن ثابت و ابن عمر کانالا

یقرآن خلف الامام۔

ابن زکوانؓ سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲: ۱۴۰)

☆ عن موسی بن سعد بن زید بن ثابت یحدثه عن جده

انه قال من قرأ خلف الامام فلا صلاة له۔

حضرت زید بن ثابتؓ کے پوتے موسیٰ بن سعدؓ سے مروی ہے کہ ان کے دادا حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(موطا امام محمد ۱۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۳۷۶)

(مصنف عبدالرزاق ج ۲: ۱۳۷)

☆ عن موسی بن سعد عن ابن زید بن ثابت عن ایہ زید

بن ثابت قال من قرأ وراء الامام فلا صلاة له۔

حضرت موسیٰ بن سعدؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(کتاب القراءة للبیہقی ۱۸۵)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا فرمان:

☆ اخبرنا داود بن قیس الفراء المدنی اخبرنی بعض ولد

سعد بن ابی وقاص انه ذکر له ان سعدا قال وددت ان

الذی یقرأ خلف الامام فیہ جمرة۔

امام محمدؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی داؤد بن قیسؓ مدنی نے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے کسی بیٹے نے ان سے ذکر کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا میرا جی

چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

(موطا امام محمد ۹۸)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان:

☆ عن ابی حمزة قال قالت لا بن عباس اقرأ والا امام بين يدي فقال لا۔

ابو حمزہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا میں اس صورت میں قرأت کر سکتا ہوں کہ امام میرے آگے ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

(طحاوی ج: ۱۵۱)

☆ عن عكرمة عن ابن عباس انه قيل له ان ناسا يقرءون في الظهر والعصر فقال لو كان لي عليهم سبيل لقلعت السننهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ فكانت قراءته لنا قراءة وسكوته لنا سكوتاً۔

حضرت عکرمہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ ظہر و عصر میں قرأت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میرا ان پر بس چلے تو میں ان کی زبانیں کھینچ لوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کی سو آپ کی قرأت ہماری قرأت تھی اور آپ کا سکوت ہمارا سکوت تھا۔

(طحاوی ج: ۱۴۱)

حضرت جابر بن عبداللہ کا قول و عمل:

☆ مالك عن ابی نعيم وهب بن كيسان انه سمع جابر بن عبد الله يقول من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا وراء الامام۔

حضرت امام مالکؒ ابو نعیم و ہب بن کيسانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی، تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی الا یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ (موطا امام مالک ۶۶، ترمذی ج: ۱۰۱)

☆ عن جابر قال لا يقرأ خلف الامام۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۶۱)

☆ عن عبيد الله بن مقسم قال سألت جابر بن عبد الله

انقرأ خلف الامام في الظهر والعصر شيئاً فقال لا۔

حضرت عبید اللہ بن مقسمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا کہ کیا آؤ ظہر و عصر میں امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ج: ۲۱)

حضرت محمد بن سیرینؒ ۱۱۰ھ کا فرمان:

☆ عن محمد قال لا اعلم القراءة خلف الامام من السنة

حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو سنت جانتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۷۰)

حضرت امام ابو حنیفہؒ ۱۵۰ھ کا مسلک:

☆ قال محمد لا قراءة خلف الامام فيما جهر فيه ولا ف

لم يجهر وبذلك جاءت عامة الآثار وهو قول احنيفة۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں اس کی تائید میں عام آثار وارد ہوئے ہیں اور یہی حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

(موطا امام محمد ۹۴)

حضرت امام محمدؒ (۱۸۹ھ) کا مسلک:

☆ قال محمد وبہ ناخذ لانری القراءة خلف الامام فی

شیء من الصلوة یجہر فیہ ولا یجہر۔

امام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہی ہمارا مسلک ہے، ہم کسی بھی نماز میں خواہ جہری ہو یا سری امام کے پیچھے قرأت کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

(کتاب الآثار بروایت الامام محمدؒ ۲۳)

حضرة امام مالکؒ (۱۷۹ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ)،

امام زہریؒ (۱۲۴ھ)، سفیان ثوریؒ (۱۶۱ھ)،

سفیان بن عیینہؒ (۱۹۸ھ) اور اسحاق بن راہویہؒ (۲۳۸ھ) کا مسلک:

☆ وجملة ذلك ان القراءة غير واجبة على المأموم فيما

جهر به الامام ولا فيما اسر به نص عليه احمد في رواية

الجماعة وبذلك قال الزهري والثوري وابن عيينة

ومالك وابو حنيفة واسحق۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں

..... امام احمدؒ نے صراحت کے ساتھ یہ بیان کیا ہے جیسا کہ علماء کی ایک

جماعت نے ان سے نقل کیا ہے، اور امام زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، امام

مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور اسحاق بن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(معنی ابن قدامة ج ۱: ۵۶۶)

حضرت امام شافعیؒ (۲۰۴ھ) کا مسلک:

☆ نحن نقول كل صلاة صليت خلف الامام والا امام يقرأ

قراءة لا يسمع فيها قرأ فيها۔

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأت کر رہا ہو

جو سنی نہ جاتی ہو تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کر لے۔

(کتاب الام ج ۴: ۱۶۶)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) کا فرمان:

☆ وكذلك ان كان مأموما ينصت الى قراءة الامام

ويفهمها۔

ایسے ہی اگر نماز پڑھنے والا مقتدی ہے تو اس کو امام کی قرأت کے لئے خاموش رہنا

چاہیے اور اس کی قرأت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(غنیۃ الطالبین مترجم ۵۹۲)

مذکورہ بالا آیات کریمہ، احادیث و آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال سے مندرجہ ذیل

امور ثابت ہوئے:

۱۔ مرض الوفا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جس میں آپ نے سورۃ

فاتحہ نہیں پڑھی کیونکہ پہلے حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب آپ تشریف لائے

تو حضرت ابو بکرؓ مکبر کا فریضہ انجام دینے لگے اور آپ امامت کرانے لگے اور آپ

نے قرأت اس کے آگے سے شروع کی جہاں تک حضرت ابو بکرؓ چکے تھے اور مسند احمد

کی روایت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے وقت حضرت ابو

بکرؓ سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ شروع کر چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے یہ نماز بغیر فاتحہ کے پڑھائی اور ہے بھی یہ آپ کا آخری فعل جس کا کوئی تاخیر

بھی نہیں، چودہ صدیاں گزر گئیں آج تک کسی نے نہیں کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ نماز نہیں ہوئی (العیاذ باللہ)۔ لہذا ثابت ہوا کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول اور فعل دونوں اس کی دلیل ہوئے۔

۲۔ آمین کی حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کو قاری (قرأت کرنے والا) فرمایا نیز آپ نے حکم دیا کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے۔ مقتدی کا نہیں، ورنہ تو آپ اول تو سب کو قاری قرار دیتے، دوسرے مقتدیوں سے کہتے کہ جب تم ولا الضالین کہہ چکو تو آمین کہو مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

نیز احادیث آمین سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسان اور فرشتے آمین میں موافقت کرنے کا مفہوم بالکل ظاہر و باہر ہے کہ ملائکہ کی آمین امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی واقع ہوتی ہے۔ (کیونکہ قرأت قرآن خاصہ انسان ہے۔ کسی اور کو یہ حاصل نہیں)۔ پس چاہیے کہ مقتدیوں کی آمین بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی ہوتا کہ مقتدیوں اور فرشتوں کی آمین میں توافق ہو سکے، اس بات سے بھی ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔ علیہ

۳۔ حضرت بکرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت ہو جائے گی، کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پایا تو رکعت پانے کے لئے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو عادی اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، اسے لوثاؤ، امام کو رکوع میں پالینے سے رکعت کا ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی پر

سورۃ فاتحہ فرض نہیں، اگر فرض ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ کو ضرور نماز لوٹانے کا حکم دیتے کیونکہ وہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر رکوع میں چلے گئے تھے، لیکن کسی حدیث سے بھی آپ کا انہیں نماز لوٹانے کا حکم دینا ثابت نہیں۔

۴۔ حضرت انسؓ اور حضرت عائشہؓ کی احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ سورۃ فاتحہ بھی قرأت میں شامل ہے کیونکہ دونوں ہی یہ فرما رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأت کی ابتداء سورۃ فاتحہ سے کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ قرأت میں شامل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مقتدی کو قرأت سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ نہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور نہ ہی کوئی دوسری سورۃ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کیونکہ اُن میں واذا اقرأ فانصتوا کے بعد واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی قرأت میں شامل ہے اور وہ صرف امام کا وظیفہ ہے۔ مقتدی کا نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو ظاہر ہے کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سورۃ فاتحہ ہی کا حصہ ہے اور آپ نے اسے امام کے پڑھنے کے ساتھ خاص کیا ہے۔ لہذا غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ان احادیث میں قرأت سے روکا گیا ہے سورۃ فاتحہ سے نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ سورۃ فاتحہ بھی قرأت میں شامل ہے اور سورۃ فاتحہ کی ممانعت اولاً وبالذات ہے اور دوسری سورتوں کی ممانعت ثانیاً اور بالتبع۔

۵۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً۔ اکیلے نماز پڑھنے والے کے لئے ہے۔

اول یہ کہ اس حدیث میں فصاعداً کا لفظ موجود ہے جس کا مطلب ہے کچھ مزید، اس لفظ کے ہوتے ہوئے حدیث کا ترجمہ ہوگا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید قرأت نہ کرے اور اس پر اجماع ہے کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید قرأت منفرد ہی کرتا ہے مقتدی نہیں۔

دوم یہ کہ اس حدیث کے ترجمہ پر غور کیا جائے۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ ”اس شخص کی نماز نہیں جو سورۃ فاتحہ کیساتھ قرأت نہ کرے“۔ یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ نہ پڑھے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ منفرد کیلئے ہے مقتدی کے لئے نہیں کیونکہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ پڑھنا منفرد کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔

آئمہ مجتہدین حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ میں سے کوئی امام بھی جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو صحیح نہیں سمجھتا، فرض و واجب سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے۔ نیز آئمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی اس کا قائل نہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ و تابعین اور اقوالِ ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے چاہے امام اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو یا آہستہ آواز سے اور جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز ناقص ہے، کالعدم ہے بیکار ہے باطل ہے۔

چنانچہ میان نذیر حسین صاحب کے برادر زادے اور شاگرد مولوی عبدالحفیظ صاحب لکھتے ہیں:

”فاتحہ خلف الامام پڑھنا فرض ہے بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے نماز نہیں ہوتی۔“
(فتاویٰ نذیریہ ج ۱۷: ۳۹۸)

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں:

”بعدہ سورۃ فاتحہ بخواند اگرچہ درپس امام باشد زیرا کہ بے فاتحہ نہ نماز صحیح است و نہ اور اک رکعت معتد بہ“
اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے اگرچہ امام کے پیچھے ہو کیونکہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ رکعت کا پانا معتبر ہے۔

(عرف الجادی ۲۶)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”ومن فرائضها قراءة الفاتحة لقادر عليها في كل ركعة
من الثنائية والرابعة في الفرائض والنوافل للامام
والمأموم والمنفرد والمسبوق“۔

نماز کے فرائض میں سے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہے اس شخص کے لئے جو اس کے پڑھنے پر قادر ہو دو رکعت والی اور چار رکعت والی نمازوں کی ہر رکعت میں خواہ فرض نماز ہو یا نفل، امام مقتدی منفرد اور مسبوق ہر ایک کے لئے۔

(نزل الابرار ج: ۱ ص: ۷۵)

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

”میں سورۃ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری جانتا ہوں از روئے قرآن وحدیث میری تحقیق ہے کہ فاتحہ کے بغیر منفرد ہو یا مقتدی کسی کی نماز نہیں ہوتی۔“

(فتاویٰ ثنائیہ ج: ۱ ص: ۵۵۵)

کراچی سے ایک رسالہ ”فصل الخطاب فی قرائۃ فاتحۃ الكتاب“ شائع ہوا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ

”جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے، کالعدم ہے، بیکار ہے، باطل ہے۔“

(فصل الخطاب ۱)

ملاحظہ فرمائیے:

قرآن وحدیث آثار صحابہ و تابعین وغیرہ سے تو یہ ثابت ہو رہی ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنی ہی نہیں چاہیے خاموش رہ کر امام کی قرأت کی طرف کان لگانے چاہئیں لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ کی قرأت فرض و واجب ہے اگر وہ سورۃ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ نماز جو آپ نے بغیر سورۃ فاتحہ کی قرأت کے پڑھائی تھی وہ بھی نہ ہوئی، نیز خلفاء راشدین ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں

تابعین جن میں حضرت داتا علی بھڑی، خواجہ معین الدین چشتی اجیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیاء، خواجہ باقی باللہ، مجد الف ثانی، حضرت طاہر بنگلی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ جیسے سینکڑوں اولیاء کرام ہیں ان سب کی نماز بھی نہ ہوئی کیونکہ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ تو خود پڑھتے تھے اور نہ ہی پڑھنے کو صحیح سمجھتے تھے۔

قارئین کرام غور فرمائیے کہ غیر مقلدین اپنے اس نظریہ سے کس کس کی نماز باطل قرار دے رہے ہیں اور جب ان کی نماز ہی نہ ہوئی تو یہ تارک نماز ہوئے اور تارک نماز غیر مقلدین کے نزدیک چونکہ مسلمان نہیں، اس لئے یہ سب حضرات بھی مسلمان نہ ہوں گے العیاذ باللہ۔ غیر مقلدین کی یہ اتنی بڑی جرات و جسارت ہے جو غیر مقلدین کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ قارئین آپ نے غیر مقلدین کے فتوے ملاحظہ فرمائے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کے فتوے پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیے۔ دیکھئے امام احمد بن حنبل کیا فرماتے ہیں۔

فتویٰ امام احمد بن حنبل:

”اہل اسلام میں سے کسی کو بھی ہم نے یہ کہتے نہیں سنا کہ جس شخص نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جس نے قرأت کی ہو اور اس کے مقتدی نے قرأت نہ کی ہو تو اس مقتدی کی نماز نہیں ہوئی، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ کے صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین ہیں اور یہ امام مالک ہیں اہل حجاز میں اور یہ سفیان ثوری ہیں اہل عراق میں اور یہ امام اوزاعی ہیں اہل شام میں اور یہ لیث ہیں اہل مصر میں، ان میں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ جس نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی کہ جس نے قرأت کی تھی اور خود اس مقتدی نے نہیں کی تو اس مقتدی کی نماز باطل ہے۔“

(معنی ابن قدامہ ج: ۱ ص: ۵۶۶)

احناف حامی حدیث و سنت

جس نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے وہ رکعت پالی

حضرت حسن بصریؒ حضرت ابو بکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدو
ہا شیئا ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلوٰۃ۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں جا چکے ہوں تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور اس رکعت کو شمار نہ کرو البتہ جس نے رکوع پالیا اس نے نماز (کی وہ رکعت) پالی۔

(ابوداؤد ج: ۱۲۹، مستدرک حاکم ج: ۲۱۶)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

چونکہ امام کو رکوع میں پالینے والے مقتدی کی رکعت کا ہو جانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے، مقتدی پر فاتحہ فرض نہیں اور یہ غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے انہوں نے ان تمام احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف بڑی ڈھٹائی کے ساتھ صاف طور پر کہہ دیا کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کی وہ رکعت نہیں ہوتی سلام پھیرنے کے بعد اس رکعت کو ادا کرنے۔

چنانچہ مولوی عبدالرحمن گورکھپوری لکھتے ہیں:

”مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، اس لئے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔“

(فتاویٰ نذیریہ ج: ۱۱۶: ۳۹۶)

نوٹ:

یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب کا مصدقہ فتویٰ ہے۔

نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

”بے فاتحہ نہ نماز صحیح است و نہ ادراک رکعت معتد بہ۔“

سورہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ ہی (رکوع میں امام کو پانے سے) رکعت کے پانے کا اعتبار ہے۔

(عرف الحادی ۲۶)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”ولو وجد الامام في الركوع لا يعتد بتلك الركعة لان

قراءة الفاتحة فرض عندنا“

اگر امام کو رکوع میں پالیا تو (نماز میں) اس رکعت کو شمار نہیں کیا جائیگا کیونکہ سورہ فاتحہ پڑھنا ہمارے نزدیک فرض ہے۔

(نزل الابرار ج: ۱ ص: ۱۳۳)

مولوی یونس دہلوی لکھتے ہیں:

”مدرک رکوع کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی۔“

(دستورالمتقی ۱۱۱)

ملاحظہ فرمائیے:

اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ امام کو رکوع میں پالینے والے کی رکعت ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرام تابعین عظام کا کہنا ہے کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے۔ ائمہ مجتہدین اس پر متفق ہیں کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے۔ لیکن غیر مقلدین بلا جھجک کہہ رہے ہیں کہ امام کو رکوع میں پانے والے کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی کیونکہ یہ بات مان لینے سے ان کے مسلک پر زور پڑتی ہے اور چونکہ اپنا مسلک اور دوسروں کی مخالفت عزیز ہے اس لیے نہ قول رسول کی پرواہ نہ آثار صحابہ کی فکر، نہ اجماع کا خیال۔

احناف حامی حدیث و سنت

نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے

☆ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال القاری غیر المغضوب علیہ ولا الضالین فقال من خلفہ آمین فوافق قوله قول اهل السماء غفرله ماتقدم من ذنبه۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قرأت کرنے والے (امام) نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا اور اس کے پیچھے نے آمین کہا، پس مقتدی کا آمین کہنا آسمان والوں (فرشتوں) کی آمین کہنے کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(مسلم ج: ۱ ص: ۱۷۶)

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین فان الملائکۃ تقول آمین وان الامام يقول آمین فمن وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفرله ماتقدم من ذنبه۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر الم مغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق دلی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

(ابوداؤد ج: ۱ ص: ۱۱۳)

☆ عن الحسن ان سمرة بن جندب و عمران بن حصين
تذاكرا فحدث سمرة بن جندب انه حفظ عن رسول
الله صلى الله عليه وسلم سكتين سكتة اذا اكبر وسكتة
اذا فرغ من غير المغضوب عليهم ولا الضالين فحفظ
سمرة وانكر عليه عمران بن حصين فكتبافى ذلك الى
ابى بن كعب فكان فى كتابه اليهما اوفى رده عليهما
ان سمرة قد حفظ -

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ حضرت سمرة بن جندبؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ کا
آپس میں مذاکرہ ہوا۔ حضرت سمرةؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا (نماز میں) دو مرتبہ خاموش ہونا یاد رکھا ہے۔ ایک جب کہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ
چکے دوسرے جب آپ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر
فارغ ہوتے۔ حضرت عمران بن حصینؓ نے اس کا انکار کیا، پھر ایسا ہوا کہ ان دونوں
حضرات نے یہ مسئلہ پوچھنے کے لئے حضرت ابی بن کعبؓ کو خط لکھا۔ حضرت ابی بن
کعبؓ نے اپنے جوابی خط میں لکھا کہ سمرةؓ نے صحیح یاد رکھا ہے۔

(ترمذی ج: ۱ ص: ۵۹)

☆ عن علقمة بن وائل عن ابيه ان النبي صلى الله عليه
وسلم قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين و
خفف بها صوته -

حضرت علقمة بن وائلؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
(نماز میں) غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے
آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کر دی۔

(ترمذی ج: ۱ ص: ۵۸)

☆ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔

☆ عن ابراهيم قال قال عمر اربع يخفين عن الامام
التعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم و آمين واللهم ربنا
لك الحمد -

حضرت ابراہیمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو
آہستہ کہے۔ ۱. اعوذ باللہ، ۲. بسم اللہ

۳. آمین ۴. اللہم ربنا لک الحمد۔

(کنز العمال ج: ۸ ص: ۲۷۴)

ملاحظہ کیجئے:

۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت وائلؓ کی
احادیث سے واضح ہے، نیز آپ کا تکبیر اولیٰ کہہ کر سکوت اختیار کرنا پھر سورہ فاتحہ پڑھ
کر دوبارہ سکوت کرنا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ کر آہستہ
آواز سے ثناء پڑھتے تھے اور سورہ فاتحہ ختم کر کے ثناء کی طرح آہستہ آواز سے آمین
کہتے تھے۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آمین آہستہ آواز
سے کہنی چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے غیر المغضوب
علیہم ولا الضالین کہنے پر مقتدیوں کو آمین کہنے کا حکم فرمایا ہے اس سے
واضح ہوتا ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا ورنہ اس کے ولا الضالین کہنے پر آمین
کہنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ نیز آپ نے یہ جو فرمایا کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی
آمین کہتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے اور امام دونوں آہستہ آواز ہی سے آمین
کہتے ہیں کیونکہ اگر فرشتوں اور امام کی آمین اور نجی آواز سے ہوتی تو لوگ ان کی آمین

کی آواز خود ہی سن لیتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتلانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی کہ فرشتے اور امام بھی آمین کہتے ہیں۔

۴۔ حدیث میں نمازی کی آمین کے ملائکہ کی آمین کے ساتھ موافق ہونے پر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نمازی کی آمین میں فرشتوں کے ساتھ موافقت کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) یہ موافقت وقت میں بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی جب امام ولا الضالین ختم کرتا ہے تو فرشتے فوراً آمین کہتے ہیں ہمیں بھی ان کی موافقت کرتے ہوئے اسی وقت آمین کہنی چاہیئے۔ (۲) خشوع و اخلاص میں بھی موافقت ہو سکتی ہے جیسے فرشتے انتہائی خشوع اور اخلاص کے ساتھ کہتے ہیں ہمیں بھی ایسے ہی کہنی چاہیئے۔ (۳) انشاء میں بھی موافقت ہو سکتی ہے یعنی جیسے فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی آمین کی آواز سنانا نہیں دیتی ایسے ہی ہمیں بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیئے۔

۵۔ خلفاء راشدین بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعی ابو معمر وغیرہ ہمارے آثار سے واضح ہے۔

۶۔ اکثر صحابہ کرام اور تابعین بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے۔

۷۔ مذکورہ احادیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے وہیں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آمین کہنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی صرف ایک مرتبہ آمین کہیں اور دونوں کی آمین اکٹھی ہو جس کی صورت یہ ہے کہ امام جب ولا الضالین کہہ کر سکوت کرے تو مقتدی فوراً آمین کہہ لیں اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں کی آمین اکٹھی ہو جائے گی کیونکہ امام بھی ولا الضالین کے بعد متصلآ آمین کہے گا۔

۸۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے کہ جب قاری و امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ امام ہی پڑھے گا مقتدی نہیں۔ کیونکہ اگر مقتدی بھی سورۃ فاتحہ پڑھتا تو پھر یہ نہ فرماتے کہ امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو بلکہ آپ فرماتے کہ جب تم ولا الضالین کہہ چکو تو آمین کہو۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

قرآن و سنت آثار صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیئے اونچی آواز سے آمین کہنا سنت ہے اور جو شخص ان آیات و احادیث اور آثار صحابہ کے پیش نظر ان سے کہے کہ بھائی آمین آہستہ آواز سے کہو تو وہ اسے تارک سنت سمجھ کر نفرت و حقارت سے دیکھتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے یہودی تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے نیز وہ ایک آمین کے بجائے دو آمین کے بھی قابل ہیں۔ اس سلسلہ میں غیر مقلدین کی چند تحریرات ملاحظہ فرمائیے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

”مغرب و عشاء اور صبح کی نماز میں جب امام اور مقتدی سورۃ فاتحہ کی پچھلی آیت کو ختم کر چکیں تو پہلے امام پھر مقتدی پکار کر آمین کہیں۔“

الخ (دستور الحنفی ۱۱۱)

جماعت غرباء و المجدیٹ کے سابق امام مفتی عبدالستار قطراز ہیں:

”پس آج کل بھی جو نا عاقبت اندیش وقتہ انگیز اونچی آمین سے چوے اور کہنے والو سے حذر رکھے وہ یقیناً یہودی ہے۔“

(فتویٰ آمین بالجبر ۳)

مولوی محمد صاحب جو نا گڑھی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

”خیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ نری یہودیت ہے کہ اپنے امام کی رائے قیاس پر بھروسہ بیٹھنا اور دینی امور میں شخصی تقلید کوئی چیز سمجھنا اور آمین کی آواز سے چوتنا۔“

(دلائل محمدی ج ۲: ۷۷)

مولوی خالد گر جاکھی صاحب کے ابا جان

مولوی نور محمد گر جاکھی صاحب یوں زہرا لکھتے ہیں:

”اے منکرین آمین اور آمین بالجہر سے روکنے والو سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نمراد ہو بلکہ اوروں کو بھی اس نعمت سے ناہراد اور بے نصیب کرتے ہو۔“

(اثبات آمین بالجہر ۱۳ مشمولہ استیصال التقلید)

یہی مولوی نور محمد صاحب اپنے رسالے میں آگے چل کر ول کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ایسی غلیظانہ زبان استعمال کرتے ہیں کہ پناہ بخدا، تبر ابازی کی اس سے بدر مثال شاید نہ پیش کی جاسکے۔ یہ صاحب خفیوں اور یہودیوں میں مماثلت ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔

- ۱۔ یہودی آمین بالجہر سے جلتے تھے۔..... خفی بھی آمین بالجہر سے جلتے ہیں۔
- ۲۔ یہودی جمعہ پڑھنے سے حسد کرتے تھے۔..... خفی بھی جمعہ کی تردید میں مضمون لکھتے ہیں۔
- ۳۔ یہودی قبلہ پر حسد کرتے تھے۔..... خفی بدعتی بغداد کی طرف منہ کر لیتے ہیں۔
- ۴۔ یہودی صفوں کی درستی سے جلتے تھے۔..... خفی بھی پاؤں سے پاؤں ملانے سے جلتے ہیں۔
- ۵۔ یہودی سلام سے حسد کرتے تھے۔..... خفی بھی محمدیوں سے سلام پسند نہیں کرتے۔
- ۶۔ یہودی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے تھے۔..... خفی بھی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے ہیں۔
- ۷۔ یہودی لوگوں کو تقلید پر مجبور کرتے تھے۔..... خفی بھی عوام کو تقلید پر مجبور کرتے ہیں۔
- ۸۔ یہودی اقوال احبار پیش کرتے تھے۔..... خفی بھی اقوال الرجال ہی پیش کرتے ہیں۔
- ۹۔ یہودی حضرت موسیٰؑ کی کتاب کو چھوڑ کر گمراہ ہو گئے تھے۔.....

خفی بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر صراط مستقیم بھول گئے۔

۱۰۔ جو لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کریں گے وہ اس امت کے یہودی ہیں۔.....

خفی لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں۔ لہذا

یہی اس امت کے یہودی ہیں۔“

(اثبات آمین بالجہر ۲۰)

حافظ عبداللہ روپڑی صاحب سے ایک سوال ہوا:

سوال: حکم ہے کہ جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی کہے۔ ایک مقتدی اس وقت جماعت میں شامل ہوا جب امام غیر المغضوب پڑھ چکا تھا تو وہ امام کے ساتھ آمین کہے یا پہلے الحمد پڑھے۔ (محمد علی خطیب جامع مسجد حنڈیالہ) آپ نے جواب دیا کہ۔

جواب: دونوں باتوں پر عمل کرے امام کے ساتھ بھی آمین کہے اور اپنی فاتحہ ختم کر کے بھی آمین کہے۔ (الخ)

(فتاویٰ الہمدیث ج: ۱ ص: ۳۹۳)

جماعت غرباء الہمدیث کے امام مفتی عبدالستار سے بھی ایک ایسا ہی سوال ہوا آپ نے جواب کا جواب دیا مع سوال کے ملاحظہ فرمائیے:

سوال: مسبوق نے امام کی اقتداء اس وقت کی کہ امام نصف الحمد پڑھ چکا تھا اور مقتدی نے الحمد شروع کی یہ نصف الحمد تک پہنچا تھا کہ امام نے ولا الضالین کو پڑھا تو مقتدی الحمد چھوڑ کر آمین کہے گا یا نہیں؟ اگر کہے گا تو اپنی الحمد پوری کر کے کہے یا نہیں؟ اگر کہے گا تو دوبارہ کہنا لازم آئے گا ایک درمیان فاتحہ دوسرے بعد فاتحہ اور اگر نصف الحمد میں آمین کہے گا تو یہ تحریف لازم آئے گی اور تحریف کلام اللہ میں حرام ہے اب کوئی ایسی حدیث ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ مسبوق الحمد پڑھتا رہے آمین نہ کہے یا الحمد چھوڑ کر آمین کہے۔

(سید اللہ و تانصیر آبادی)

واب: اس کا نام تحریف نہیں اتباع امام ہے۔ امام کی متابعت کی وجہ سے اگر نصف الحمد میں آمین کہے اور پھر الحمد ختم کر کے بھی آمین کہے تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ (الخ)

(فتاویٰ ستاریہ ج: ۱ ص: ۱۳۰)

ملاحظہ فرمائیے:

یہ ہے غیر مقلدین حضرات کا طرز عمل کہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ ایک عمل (آہستہ آواز سے آمین کہنا) نہ صرف یہ کہ ان کے نزدیک صحیح نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے والے اور اونچی آواز سے آمین نہ کہنے والے ان کے نزدیک اس قدر برے ہیں کہ یہودیوں سے جا ملے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ قارئین آپ نے غیر مقلدین کی تحریرات ملاحظہ فرمائیں غور کیجئے کہ آخر یہ تبرابازی کس پر کی جارہی ہے۔ کیا اس تبرابازی سے اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہوگی کہ آپ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے کیا خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور تابعین عظام، نیز ہزاروں لاکھوں بزرگان دین کی رو میں بے چین نہ ہوں گی کہ وہ خود بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے اور دوسروں کو بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنے کا مسئلہ بتلاتے تھے۔ نقل کفر کفر نہ باشد کیا یہ سب آمین بالجہ سے چڑتے تھے اور کیا یہ سب یہودی تھے؟ سچ ہے اذافاتک

الحياء فافعل مست، بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن۔

قارئین محترم یہ ہیں غیر مقلدین عمل بالجہیث کے دعویٰ دار جو تبرابازی میں رافضیوں کو بھی مات لڑتے ہیں۔ اب آپ مندرجہ بالا آیات کریمہ احادیث و آثار اور ان کے خلاف غیر

مخالفت بلکہ حدیث دشمنی؟

احناف حامی حدیث و سنت

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا، اور ترک رفع یدین کے باب میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث حسن ہے اور بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین اسی کے (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

(ترمذی ج: ۱ ص: ۵۹)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

(ابوداؤد ج: ۱ ص: ۱۰۹)

☆ اخبرنا سويد بن نصر حدثنا عبد الله بن المبارك من

سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود

عن علقمة عن عبد الله قال الا اخبركم بصلوة رسول

الله صلى الله عليه وسلم قال فقام فرفع يديه اول مرة

ثم لم يُعِدْ،

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مکہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر نہ دوں (حضرت عاتقہ آپ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمیہ کے وقت) رفع یدین کیا پھر نہیں کیا۔

(نسائی ج: ۱۷: ۱۱۷)

اخبرنا محمود بن غیلان المروزی حدثنا وكيع حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن الاسود عن علقمة عن عبد الله انه قال الاصلی بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلی فلم يرفع يديه الامرة واحدة۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیر تحریمیہ کے وقت) رفع یدین کیا۔

(نسائی ج: ۱۲۰: ۱۲۰)

حدثنا محمد بن الصباح البزارنا شريك عن يزيد بن ابي زياد عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود۔ ۱

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کانوں کے قریب تک لے جا کر رفع یدین کرتے پھر (کسی جگہ) نہ کرتے۔

(ابوداؤد ج: ۱۰۹: ۱۰۹)

حضرت محمد بن عمرو بن عطاء سے مروی ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابو حمید ساعدیؓ کہنے لگے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تم سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں، میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر (تحریمیہ) کہتے تو آپ دونوں ہاتھ مونڈھوں کے برابر لے جاتے، اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جمادیتے پھر اپنی کمر (مبارک) جھکا کر سر اور گردن کے برابر کر دیتے پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ آپ کی کمر کی ہر پہلی اپنی جگہ پر آ جاتی اور جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ زمین پر اس طرح رکھتے کہ نہ ہاتھوں کو بچھاتے نہ سمیٹ کر پہلو سے لگا دیتے اور پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلے کی طرف رکھتے پھر جب دو رکعتوں پر بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔

(بخاری ج: ۱۱۳: ۱۱۳)

عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مالي ارا كانها اذ ناب خيل شمس اسكنوا في الصلوة۔ ☆

حضرت جابر بن سمرةؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ مبارک سے نکل کر) ہمارے پاس تشریف لائے (اور ہمیں رفع یدین کرتے ہوئے پا کر) فرمایا کہ مجھے کیا ہو گیا کہ میں تمہیں اس طرح رفع یدین کرتے ہوئے پاتا ہوں۔ جیسے بد کے ہوئے گھوڑوں کی ذمیں اٹھی ہوئی ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

(مسلم ج: ۱۸۱: ۱۸۱)

☆ عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن يعني رافعوا يدينا في الصلوة فقال ما بالهم رافعين ايديهم في الصلوة كأنها اذ ناب الخيل الشمس اسكنوا في الصلوة۔

حضرت جابر بن سمرة فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ہم نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے، آپ نے فرمایا انہیں کیا ہو گیا کہ نماز کے اندر اس طرح رفع یدین کر رہے ہیں جیسے بد کے ہوئے گھوڑوں کی دیں اٹھی ہوئی ہوں۔ نماز کے اندر سکون اختیار کرو۔

(نسائی ج ۱: ۱۳۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ ان سب نے رفع یدین نہیں کیا۔ مگر پہلی تکبیر کے وقت نماز کے شروع میں، محدث اسحاق بن ابی اسرائیلؒ کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو اپناتے ہیں پوری نماز میں۔

(دارقطنی ج ۱: ۲۹۵، بیہقی ج ۲: ۷۹)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے:

☆ عن الاسود قال صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شيء من صلوة الاحين افتتح الصلوة۔

(الحدیث)

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے ابتداء نماز کے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۲۳۷)

☆ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے:

☆ عن عاصم بن كليب عن ابيه ان عليا كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة ثم لا يعود۔

حضرت عاصم بن کلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر (اس کے بعد) نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۲۳۶)

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے:

☆ عن ابراهيم عن عبد الله انه كان يرفع يديه في اول ما يستفتح ثم لا يرفعهما۔

حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۲۳۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے:

☆ اخبرنا مالك اخبرني نعيم المجرم وابو جعفر القاري ان ابا هريرة كان يصلي بهم فكبر كلما خفض ورفع قال ابو جعفر القاري وكان يرفع يديه حين يكبر ويفتح الصلوة۔

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی امام مالکؒ نے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی نعيم المجرم اور ابو جعفر القاری دونوں نے کہ حضرت ابو ہریرہؓ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔ ابو جعفر القاری کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔

(موطا امام محمد ۸۸ و کتاب الحج ج ۱: ۹۵)

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما

کے اصحاب و عظامید ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے:

☆ عن شعبة عن ابي اسحق قال كان اصحاب عبد الله واصحاب علي لا يرفعون ايديهم الا في افتتاح الصلوة قال وكيع ثم لا يعودون۔

حضرت ابو اسحقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب و شاگرد صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے، حضرت وکیعؒ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۲۳۶: ۱)

حضرت ابو اسحقؒ سمعی، امام شعیؒ اور ابراہیم نخعیؒ

تینوں ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے:

☆ قال عبد الملك ورأيت الشعبي و ابراهيم و ابا اسحق لا يرفعون ايديهم الا حين يفتتحون الصلوة۔

حضرت عبد الملك بن ابيجہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعیؒ، ابراہیم نخعیؒ اور ابو اسحقؒ سمعیؒ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۲۳۷: ۱)

حضرت امام مالکؒ کا مسلک:

☆ (قال) وقال مالك لا اعرف رفع اليدين في شيء من تكبير الصلوة لا في خفض ولا في رفع الا في افتتاح الصلوة۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جان تا رفع یدین کو نماز کی کسی بھی تکبیر میں نہ جھکتے ہوئے نہ اٹھتے ہوئے سوائے ابتداء نماز کے۔

(المدة الكبرى ج: ۶۸: ۱)

ترک رفع یدین پر اہل کوفہ کا اجماع:

☆ قال الامام الترمذی وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سيفان و اهل الكوفة۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین عظام اسی کے (صرف) تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

(ترمذی ج: ۵۹: ۱)

کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پر اجماع:

☆ قال النووي "اجمعت الامة على استحباب رفع اليدين عند تكبيرة الاحرام واختلفوا فيما سواها واجمعوا على انه لا يجب شيء من الرفع"۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ میں اختلاف ہے..... اور اس پر بھی اجماع ہے رفع یدین کسی مقام پر بھی واجب نہیں۔

(نووی شرح مسلم ج: ۱۶۸: ۱)

ابتداء اسلام میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ بھی رفع یدین ہوا ہے لیکن بعد میں یہ رفع یدین باقی نہیں رہا، اس کی بہت سی دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کرام کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث سے واضح ہے، نیز آپ نے حکم دیا کہ سات مقامات کے علاوہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ ان سات مقامات میں نماز کے اندر تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے علاوہ اور کسی جگہ کے رفع یدین کا ذکر نہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ظاہر ہے۔ اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین باقی ہوتا تو آپ اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہ فرماتے اور ان سات مقامات میں نماز کے اندر رکوع والے رفع یدین کا ذکر بھی فرماتے، آپ کا اس رفع یدین پر اظہار ناپسندیدگی کرنا اور ان سات مقامات میں رکوع والے رفع یدین کا ذکر نہ کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

دوسری دلیل:

کسی بھی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے رکوع والے رفع یدین کا حکم دیا ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے وفات تک رکوع میں جاتے اٹھتے رفع یدین کیا ہے اگر یہ رفع یدین باقی ہوتا تو کوئی تو ایسی حدیث ملتی۔ کسی بھی ایسی حدیث کا نہ ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

تیسری دلیل:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افعال و اعمال کو سب سے زیادہ جاننے والے ان کو اپنانے والے اور ان پر عمل کرنے والے حضرات خلفاء راشدین ہیں۔ اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو لازمی تھا کہ خلفاء راشدین کا اس پر عمل ہوتا، لیکن ایک بھی صحیح حدیث سے حضرات خلفاء راشدین کا رفع یدین کرنا ثابت نہیں جب کہ صحیح احادیث سے ان حضرات کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے، یہ اس بات کی بڑی کھلی اور واضح دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا، اگر یہ باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ خلفاء راشدین اس پر عمل نہ کرتے۔

چوتھی دلیل:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو رفع یدین کی حدیث کے مرکزی راوی ہیں۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ وہ خود تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یہ بھی اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا اور نہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر جو نہایت متبع سنت صحابی ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو رفع یدین نقل کریں اور خود اس پر عمل نہ کریں۔

☆

اس بات پر اجماع امت ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت بھی رفع یدین کرنا صرف مستحب (سنت غیر مؤکدہ) ہے فرض واجب نہیں۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

مندرجہ بالا احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ رکوع والا رفع یدین سنت مؤکدہ، سنت متواترہ بلکہ واجب بلکہ فرض ہے، نہ کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے بلکہ باطل ہو جاتی ہے، اور جو رفع یدین نہ کرے وہ سخت گنہگار ہے اور سعادت سے محروم ہے۔ (العیاذ باللہ)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

”اور خود بھی رفع یدین شروع کر دیں کہ سنت مؤکدہ ہے۔“

(صلاة الرسول ۲۳۶)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

”ہم رفع یدین سے محروم بھائیوں کی خدمت میں بڑے خلوص اور محبت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ جناب رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیاری سنت کو ضرور اپنائیں اور عمل میں لائیں اور کسی کے کہے کہائے اس سعادت سے محروم نہ ہوں۔“

(صلاة الرسول ۲۴۲)

مزید قسط راز ہیں:

”ہر مسلمان رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے۔“

(صلاة الرسول ۲۴۳)

نور حسین صاحب گرجا کھی مولوی خالد گرجا کھی صاحب کے والد لکھتے ہیں:

”امام سبکی نے رفع الیدین کے متعلق (۴۳) صحابہ سے روایات نقل کی ہیں اور تابعین، تبع تابعین و ائمہ مجتہدین و محدثین کے نام لکھ کر از روئے دلائل ثابت کیا ہے کہ رفع یدین سنت مؤکدہ ہے بلکہ واجب ہے اور اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔“

(قرۃ العینین ۶۹)

غیر مقلدین کے مجتہد العصر عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

”احتیاطاً رفع یدین کرنے ہی میں ہے نہ کرنے میں خطرہ ہے کہ نماز میں نقص آئے۔“

(فتاویٰ الہمدیث ج: ۱ ص: ۶۱۳)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث و آثار سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا۔ اس لیے خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے، ائمہ مجتہدین، ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کے سنت مؤکدہ یا فرض یا واجب ہونے کا قائل نہیں اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ رفع یدین نہ کرنے سے نماز میں کسی بھی قسم کا نقص یا کمی آئے گی اور رفع یدین نہ کرنے والا سخت گنہگار اور سعادت سے محروم ہوگا۔ لیکن غیر مقلدین بے خوف و خطر اس بات کے قائل ہیں کہ رفع یدین رکوع کے وقت سنت مؤکدہ ہے، واجب ہے، فرض ہے اگر کوئی نہ کرے تو نماز ناقص ہوگی بلکہ باطل ہوگی اور رفع یدین نہ کرنے والا سخت گنہگار اور سعادت سے محروم ہے۔

قارئین کرام ذرا انصاف کیجئے اور دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ ان فتوؤں کی زد میں کون کون آرہا ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرات براء بن عازب، حضرت عباد رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف تکبیر تحریرہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نہیں کرتے تھے، کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز باطل ہے، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، جلیل القدر تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں متبعین جو رکوع والا رفع یدین نہیں کرتے تھے کیا ان سب کی نماز باطل ہے۔ کیا ان سب کی نماز ناقص ہے، کیا یہ سب گنہگار اور سعادت سے محروم ہیں، کیا حضرت داتا علی ہجویری، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ اور ان جیسے ہزاروں لاکھوں اولیاء کرام اور بزرگان دین کی نماز ناقص ہے۔ کیا ان کی نماز باطل ہے، کیا یہ حضرات سعادت سے محروم اور سخت قسم کے گنہگار ہیں؟ کیونکہ یہ حضرات بھی رکوع والا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

قارئین کرام اب خود فیصلہ کیجئے کہ غیر مقلدین کا مذکورہ بالا احادیث صحیح صریحہ کے خلاف اس قدر تند و تیز قسم کے فتوے دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

نماز میں جلسہ استراحت نہیں کرنا چاہیئے

☆ عن عباس اوعیاش بن سهل الساعدی انه كان في مجلس فيه ابوه وكان من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وفي المجلس ابو هريرة وابو حميد الساعدي وابو اسيد فذكر الحديث وفيه ثم كبر فسجد ثم كبر فقام ولم يتورك۔

عباس بن عیاش بن سہل ساعدی سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے والد بھی تھے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے تھے اور اسی مجلس میں حضرت ابو ہریرہ حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ بیان کیا کہ پھر آپ نے صلی اللہ ولیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہی تو آپ سیدھے کھڑے ہو گئے بیٹھے نہیں۔ یعنی جلسہ استراحت نہیں کیا۔

(ابوداؤد ج ۱: ۱۰۷)

☆ عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینہض فی الصلوۃ علی صدور قدمیہ قال ابو عیسیٰ حدیث ابی ہریرۃ علیہ العمل عند اهل العلم یختارون ان ینہض الرجل علی صدور قدمیہ۔ الخ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی پر عمل ہے اور وہ اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ آدمی (نماز میں دوسری، تیسری رکعت کے لئے) پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو۔

(ترمذی ج: ۱ ص: ۶۵)

خلفاء راشدین جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے:

☆ عن الشعبي ان عمر وعلياً واصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا ينهضون في الصلوة على صدور اقدامهم۔

حضرت امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۱ ص: ۳۹۴)

خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے تابعین اور تبع تابعین بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے، حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔ خیر القرون میں جلسہ استراحت کا رواج نہیں تھا۔

آج بھی حرمین شریفین کے امام جلسہ استراحت نہیں کرتے، ہاں اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھ جائے اور پھر اٹھے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اعذار کی وجہ سے بہت سے اعمال میں شریعت کی طرف سے رخصت ہے۔ چنانچہ قعدہ میں عذر کی وجہ سے دوزانو بیٹھنے کے بجائے چوکڑی مار کر بیٹھنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ثابت ہے۔

(دیکھئے بخاری ج: ۱ ص: ۱۱۴)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث کے خلاف عذر وغیرہ کی تفریق کے بغیر غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جلسہ استراحت مستحب بلکہ سنت ہے۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

”وجلسہ استراحت سنت است“

اور جلسہ استراحت سنت ہے۔

(عرف الجادی ص: ۳۰)

امام عیسیٰ صاحب لکھتے ہیں:

”یہ جلسہ واجب نہیں سنت ہے۔“

(رسول اکرم کی نماز ص: ۸۳)

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

”ويستحب ان يجلس جلسة خفيفة بعد السجدة الثانية“

اور دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھا (جلسہ استراحت کرنا) مستحب ہے۔

(نزل الابرار ج: ۱ ص: ۸۱)

ملاحظہ فرمائیے:

جو عمل نہ تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے نہ آپ نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی وہ خلفاء راشدین، صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین عظام کا معمول ہے اور نہ ہی وہ خیر القرون میں رواج پذیر ہے ایسا عمل غیر مقلدین کے نزدیک سنت ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خلفاء راشدین صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین، ائمہ مجتہدین کو اس سنت کا علم نہ ہو سکا اور وہ اس سنت سے محروم رہے۔ الحیا ذباللہ۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

نماز میں سجدے سے اٹھتے وقت

دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہیں اٹھنا چاہیئے:

☆ عن نافع عن ابن عمر قال نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان يعتمد الرجل علی یدیه اذا نهض فی الصلوۃ۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں (دوسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت) دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد ج: ۱ ص: ۱۳۲)

☆ عن وائل بن حجر قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد وضع رکبتيه قبل یدیه واذ نهض رفع یدیه قبل رکبتيه،

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ سجدے میں جاتے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھتے پھر ہاتھ اور جب سجدے سے کھڑے ہوتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹنے۔

(ابوداؤد ج: ۱ ص: ۱۳۲)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکتے ہوئے ہی اٹھنا چاہیئے ان کے ہاں عذر وغیرہ کی کوئی قید نہیں چنانچہ۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

”پھر زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوں۔“

(دستورالمتقی ۱۰۱)

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیکے بغیر اٹھنے کا ہے، حضرت علیؓ اسی کو سنت قرار دیتے ہیں۔ عام صحابہ کرام کا اسی پر عمل ہے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے سے منع بھی فرما رہے ہیں، لیکن غیر مقلدین اس کی پراہ کئے بغیر اور عذر وغیرہ کی قید لگائے بغیر کہہ رہے ہیں کہ نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہوں۔

قارئین یہ ہے غیر مقلدین کا حدیث پر عمل اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

دونوں قدموں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون ہے اور توڑک مسنون نہیں

☆ عن وائل بن حجر قال قدمت المدينة قلت لا نظرون ألى الصلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما جلس يعني للشهادة افتروا رجله اليسرى ووضع يده اليسرى يعني على فخذه اليسرى ونصب رجله اليمنى قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح والعمل عليه عند أكثر أهل العلم۔

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے (جی میں) کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ضرور دیکھوں گا (میں نے دیکھا کہ) جب تشهد میں بیٹھے تو آپ نے بائیں پاؤں بچھا کر اپنا بائیں ہاتھ بائیں ران پر رکھ لیا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کی اکثریت کا اسی پر عمل ہے۔

(ترمذی ج: ۱۲: ۶۵)

☆ عن عبد الله وهو بن عبد الله بن عمر عن أبيه قال من سنة الصلوة ان تنصب القدم اليمنى واستقباله باصا بعها القبلة والجلوس على اليسرى۔

حضرت عبد اللہ اپنے والد عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز کی سنت میں سے ہے کہ (تشہد میں) دایاں پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ رکھی جائیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔

(نسائی ج: ۱۲: ۱۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ اکبر کے ساتھ اور قرأت الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ شروع فرماتے تھے اور جب آپ رکوع کرتے تو اپنا سر مبارک نہ اوپر اٹھاتے تھے اور نہ بالکل نیچے جھکا دیتے تھے۔ دونوں کے درمیان رکھتے تھے، اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے اور جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تو (دوسرے) سجدے میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے نہ بیٹھ جاتے اور آپ ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے اور آپ بائیں پاؤں بچھا دیتے اور دایاں کھڑا رکھتے تھے اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے اور آپ اس سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی اپنے دونوں بازوؤں کو درندہ کی طرح بچھا دے اور آپ نماز سلام سے ختم فرماتے تھے۔

(مسلم ج: ۱: ۱۹۳)

☆ عن عبد الله بن عبد الله انه اخبره انه كان يرى عبد الله بن عمر يتربع في الصلوة اذا جلس ففعلته وانا يومئذ حديث السن فنهاني عبد الله بن عمر وقال انما سنة الصلوة ان تنصب رجلك اليمنى وتثنى اليسرى فقلت انك تفعل ذلك فقال ان رجلاي لا تحملاني،

حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو دیکھتے تھے کہ جب آپ (قعدہ میں) بیٹھتے تو چوڑی مار کر بیٹھتے (فرماتے ہیں کہ) میں ابھی بالکل نو عمر تھا میں بھی ایسا کرنے لگا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے مجھے اس سے روکا اور فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (بیٹھنے میں) دایاں پاؤں کھڑا رکھو اور بائیں پاؤں پھیلا دو میں نے کہا کہ آپ تو اس طرح کرتے ہیں (چوڑی مارتے ہیں) آپ نے فرمایا میرے پاؤں میرا بار نہیں اٹھاپاتے۔

(بخاری ج: ۱: ۱۱۳)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و تصریحات کے خلاف غیر مقلدین پہلے اور دوسرے قعدہ میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں قعدہ اولیٰ میں تو دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پر ہی بیٹھا جائے البتہ دوسرے قعدہ میں تو رک کیا جائے عذر ہو یا نہ ہو اور تو رک ضرور کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

”جب آخر کی رکعت میں بیٹھیں تو بایاں پاؤں نکال کر بائیں جانب کے کولہے پر بیٹھیں (اس کو تو رک کہتے ہیں)۔“

(دستور المستقی ۱۰۲)

اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”آخری تشہد میں دایں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولہے پر بیٹھ جائے یا دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر بائیں کولہے پر بیٹھے۔“

(رسول اکرم کی نماز ۸۵)

صادق یا لکوٹی صاحب تحریر کرتے ہیں:

نوٹ: ”بائیں جانب کولہے پر بیٹھنا تو رک کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قعدہ میں ضرور تو رک کرنا چاہیئے۔“

(صلوۃ الرسول ۲۷۴)

ملاحظہ فرمائیے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً دونوں طرح سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ دونوں قعدوں میں بلا تفریق دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی کو سنت قرار دے رہے ہیں، اسی پر بس نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاف طور پر تو رک وغیرہ سے منع بھی فرما رہے ہیں لیکن غیر مقلدین جو عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں۔ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل سے ثابت مسنون طریقہ تو پسند نہیں اور جس طریقہ سے اللہ کے نبی نے منع فرمایا ہے وہ ان کے نزدیک سنت ہے اسے ضرور کرنا چاہیئے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قارئین کرام کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں؟ اور فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت

ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

پہلے قعدے میں تشهد سے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیے

☆ عن عبد الله بن مسعود قال قال النبي صلى الله عليه وسلم في الركعتين كانه على الرضف قلت حتى يقوم قال ذلك يريد،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (تین یا چار رکعت والی نماز میں) دو رکعت پڑھ کر ایسا بیٹھے گویا جلتے توے پر بیٹھے ہیں یعنی بہت جلد اٹھ جاتے تھے۔ ابو سعیدؓ حدیث کے راوی کہتے ہیں میں نے کہا (تیسری رکعت کے لئے) کھڑے ہونے کی وجہ سے، تو آپ نے فرمایا ہاں یہی مراد ہے۔

(نسائی ج ۱: ۱۳۲)

☆ عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يزيد في الركعتين على التشهد،

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں میں تشهد پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

(مسند ابی یعلیٰ ج ۷: ۳۳۷)

☆ عن الحسن انه كان يقول لا يزيد في الركعتين الاولين على التشهد.

حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ پہلی دو رکعتوں میں تشهد پر زیادتی نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۲۹۶)

☆ عن الشعبي قال من زادني الركعتين الاوليين على التشهد فعليه سجدتا سوا.

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے پہلی دو رکعتوں میں تشهد پر زیادتی کی اس پر سجدہ سوا لازم ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۲۹۶)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قعدہ اولیٰ میں تشهد کے بعد

آگے درود وغیرہ بھی پڑھ سکتے ہیں، چنانچہ

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں:

”وطا ہر ادعیہ واردہ در تشهد شامل ہر دو تشهد ست مگر آنکہ در تشهد اوسط تخفیف خوب ست“

ظاہر یہ ہے کہ جو دعائیں تشهد میں وارد ہوئی ہیں وہ دونوں تشهدوں کو شامل ہیں (یعنی دونوں تشهدوں میں پڑھنی چاہئیں) البتہ درمیانے تشهد میں تخفیف بہتر ہے،

(عرف الجادی ۲۸)

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:

”ثم يجلس للتشهد ويستحب عملا فيه الصلوة

الكاملة على النبي صلعم ثم ليتخير من الدعاء اعجبه ليدع به ربه وليخففه في اتمام بان يختصر في الادعية بعد التشهد والصلوة على النبي صلعم ثم ينهض مكبرا“

پھر تشهد کے لئے بیٹھے اور اس میں مستحب یہ ہے کہ پہلے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پورا

درود پڑھے پھر جو دعائے سب سے اچھی لگتی ہو اسے اختیار کر کے اپنے رب سے وہ دعائے مانگے اور

اس عمل کے اتمام میں اختصار سے کام لے بائیں طور کہ تشهد کے بعد دعا اور درود میں اختصار کرے

پھر تکبیر کہتا ہوا (تیسری رکعت کے لئے) اٹھ کھڑا ہو،

(نزل الابرار ج ۱: ۸۱-۸۲)

مولوی خالد گرجا کی صاحب لکھتے ہیں:

”اسی طرح پہلے تشہد میں پڑھ لیا جائے یا نہ پڑھا جائے ایک ہی بات ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ درود شریف پڑھنے کی وجہ سے ثواب میں اضافہ ہو۔“

(صلاة النبی ۲۳۳)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث بتلا رہی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے بلکہ تشہد سے فارغ ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے، اسی کے مطابق صحابہ کرام عمل کرتے ہیں اسی پر تابعین فتویٰ دیتے ہیں۔ جلیل القدر تابعی حضرت امام شعبیؒ تو فرماتے ہیں کہ کسی نے تشہد سے آگے کچھ پڑھا تو اس پر سجدہ ہو و واجب ہو جائے گا ان امور کا تقاضا تو یہ ہے کہ پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد کچھ نہ پڑھا جائے لیکن غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں صاحب نمازی کی مرضی ہے پڑھے نہ پڑھے اس کے لئے دونوں برابر ہیں بلکہ پڑھنا مستحب ہے اور ثواب میں اضافہ کا باعث بن سکتا ہے۔ قارئین ذرا سنجیدگی سے سوچئے کہ جس پر اللہ کے نبی کا عمل نہیں، تابعین اس کے خلاف فتویٰ دے رہے ہیں کیا وہ عمل مستحب ہو سکتا ہے کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے خلاف کسی عمل میں ثواب کی زیادتی تو کجا خود ثواب ہو سکتا ہے؟ مگر غیر مقلدین کو اس کی کیا پرواہ انہیں اپنے اجتہاد سے غرض ہے۔

احناف حامی حدیث و سنت

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعائے مکتنا صحیح ہے

☆ عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ائی الدعاء اسمع

قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوٰۃ المکتوبات۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کوئی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا جو رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد مانگی جائے۔

(ترمذی ج ۲: ۱۸۷)

☆ عن علی بن ابی طالب قال کان النبی صلی اللہ علیہ

وسلم اذا سلم من الصلوٰۃ قال اللھم اغفر لی ما قدمت

وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت

اعلم به منی انت المقدم وانت المؤخر لا الہ الا انت،

حضرت علیؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے فارغ

ہو کر سلام پھیرتے تو یہ دعائے مکتنا کرتے۔ اللھم اغفر لی ما قدّمت وما اخرت

وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی

انت المقدم وانت المؤخر لا الہ الا انت،

(ابوداؤد ج ۱: ۲۱۲)

☆ عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان

ربکم حی کریم یتحیی من عبده اذا رفع یدیه الیہ

ان یردھما صفراً،

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پروردگار انتہائی حیوالا اور سختی ہے اور اپنے بندے سے شرماتا ہے۔ کہ جب وہ ان کی طرف (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے تو وہ انہیں خالی لوٹا دے۔

(ترمذی ج ۲: ۱۹۶، ابوداؤد ج ۱: ۲۰۹، ابن ماجہ ۲۸۳)

☆ عن عمرو ابن الخطاب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رفع يديه في الدعاء لم يردهما حتى يمسح بهما وجهه۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے تو انہیں لوٹاتے نہ تھے جب تک کہ چہرے پر نہ پھیر لیتے تھے۔

(ترمذی ج ۲: ۱۶۷)

☆ ذکر ابن الکثیر فی قصة علاء بن الحضرمي
”ونودي بصلوة الصبح حين طلع الفجر فصلی بالناس فلما قضی الصلوة جتا علی رکبتيه وجتا الناس ونصب فی الدعاء ورفع يديه وفعل الناس مثله (الخ)
حافظ بن کثیر نے حضرت علاء بن حضرمی کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔

کہ جب صبح صادق ہو گئی تو فجر کی نماز کے لئے اذان دی گئی۔ آپ نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ اور لوگ دوزانو بیٹھ گئے، آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں لگے، لوگوں نے بھی آپ ہی کی طرح کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶: ۳۲۸)

انہی احادیث کے پیش نظر فقہائے کرام نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کو مستحب قرار دیا ہے۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف موجودہ دور کے غیر مقلدین فرض نماز کے بعد اجتماعی طور پر دعائیں لگنے کو صحیح سمجھتے کوئی اسے بدعت و حرام قرار دے کر ختم کر دیتا ہے کوئی رسم اور تقیہ کہتا ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث ابولبرکات احمد صاحب لکھتے ہیں:

”قصہ مختصر، مروجہ دعا ایک رسم ہے یا ایک تقیہ ہے جس کا ثبوت سنت رسولؐ یا اسوۂ رسولؐ میں، خلفائے راشدین کی سیرت میں، ائمہ اربعہ کے فتویٰ میں یا محدثین کی کتابوں کے ابواب میں موجود نہیں ہے وقتاً فوقتاً اور کبھی کبھی والی بات بھی غلط ہے کیونکہ نبیؐ سے ایک مرتبہ بھی اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے تو پھر کبھی کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔“

(فتاویٰ برکاتیہ ۹۸)

ایک غیر مقلد محمد ابو عبد السلام نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کے خلاف ایک رسالہ لکھا ہے جس کے ٹائٹل پیج پر جلی حروف سے لکھا ہے ”فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا مانگنا بدعت و حرام ہے۔“

ملاحظہ فرمائیے:

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام سے قولاً و عملاً ثابت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگی ہیں۔ انفراداً بھی اجتماعاً بھی۔ مزید یہ کہ اس پر اسلاف کا تعامل و توارث بھی موجود ہے جو بجائے

خود ایک مستقل دلیل ہے لیکن موجودہ دور کے غیر مقلدین اس عمل کو رسم، تقیہ، بدعت اور حرام قرار دے رہے ہیں۔

فیصلہ قارئین کے سر ہے وہ بتلائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام اور اسلام کے تعامل سے ثابت کسی عمل کو بدعت و حرام قرار دینا کیا اس کو عمل بالحدیث کہتے ہیں۔ آیایہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

عورت و مرد کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے

☆ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً اذا جلست المرأة في الصلوة وضعت فخذيها على فخذيها الاخرى فاذا سجدت الصقت بطنها في فخذيها كاستر ما يكون لها وان الله تعالى ينظر اليها ويقول يا ملائكتي اشهدكم اني قد غفرت لها،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکا لے اس طرح کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

(کنز العمال ج ۷: ۵۴۹)

☆ عن ابي اسحق عن الحارث عن علي رضي الله عنه وارضاه قال اذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذيها۔

جب حارث فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۹، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲)

☆ عن ابراهيم قال اذا سجدت المرأة فلتزق بطنها
بفخذيهها ولا ترفع عجيزتها ولا تجافي كما يجافي
الرجل،

حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے
چپکالے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دور
رکھتا ہے۔

(بیہقی ج ۲: ۲۲۲)

☆ عن مجاهد انه كان يكره ان يضع الرجل بطنه على
فخذه اذا سجد كما تضع المرأة،

حضرت مجاہدؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں
پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۲۷۰)

☆ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا
تقبل صلوة الحائض الا بخمار۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالغہ عورت
کی نماز اور ہنسی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

(ترمذی ج ۱: ۸۶، ابوداؤد ج ۱: ۹۳)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث اور اقوال فقہاء کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مرد و عورت کی
نماز میں کوئی فرق نہیں، یہ فرق کرنا مداخلت فی الدین ہے، العیاذ باللہ۔
چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

”شریعت محمدی میں مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں بلکہ جس طرح مرد نماز پڑھتا
ہے اسی طرح عورت کو بھی پڑھنی چاہیے۔“

(دستور امتقی ۱۵۱)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

”عورت اور مردوں کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں..... پھر اپنی طرف
سے یہ حکم لگانا کہ عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں اور مرد زیر ناف، اور عورتیں سجدہ کرتے وقت زمین پر
کوئی اور ہیئت اختیار کریں اور مرد کوئی اور..... یہ دین میں مداخلت ہے یاد رکھیں کہ تکبیر تحریمہ
سے شروع کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے تک عورتوں اور مردوں کے لئے ایک ہیئت اور شکل کی
نماز ہے۔ سب کا قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ، استراحت، قعدہ اور ہر ہر مقام پر پڑھنے کی دعائیں
یکساں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر و اناث کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں بتایا۔“

(صلوۃ الرسول ۱۹۰-۱۹۱)

قارئین محترم ذرا چشم بصیرت سے دیکھئے کہ یہ مداخلت فی الدین کا فتویٰ کس پر لگ رہا
ہے؟ کیا اللہ کے نبی دین میں مداخلت کرتے تھے؟ گئی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین خود دین میں
مداخلت کرتے ہیں من پسند حدیث کو مانتے ہیں چاہے وہ من گھڑت ہی کیوں نہ ہو اور اپنے
موقف کے خلاف احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ مرد و عورت کی نماز میں فرق کرنے کو مداخلت فی الدین قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

غیر مقلدین سے ایک سوال:

اگر غیر مقلدین کے نزدیک مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر مندرجہ ذیل چیزوں کی عورتوں کو اجازت ملنی چاہیے۔

- ۱۔ وہ اگر اپنی مسجد الگ بنانا چاہیں تو بنالیں۔
- ۲۔ اس میں وہ مؤذن، امام و خطیب بھی بننا چاہیں تو بنیں۔
- ۳۔ انہیں اذان دینے کی اجازت ہونی چاہیے۔
- ۴۔ اقامت کی اجازت ہونی چاہیے۔
- ۵۔ عورتوں کی امامت کی اجازت ہونی چاہیے۔
- ۶۔ مردوں کی طرح عورت کو بھی آگے ہو کر امامت کرانی چاہیے درمیان میں کھڑے ہونے کی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔
- ۷۔ مردوں کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیے اور سب سے پیچھے صف باندھنے کی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔
- ۸۔ اونچی آواز سے قرأت اور اونچی آواز سے آئین کہنے کی اجازت ہونی چاہیے۔
- ۹۔ انہیں بھی ننگے سر نماز پڑھنے اور نیز کہنیاں اور تنخے کھول کر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

۱۰۔ ان کے لئے بھی جماعت میں شرکت ضروری ہونی چاہیے۔

۱۱۔ ان پر بھی جمعہ و عیدین کی نماز واجب ہونی چاہیے۔

لیکن غیر مقلدین حضرات عورتوں کو ان امور کی اجازت نہیں دیتے بلکہ مرد و عورت میں فرق کرتے ہیں ہمیں بتلایا جائے کہ ان امور میں فرق کرنا مداخلت فی الدین نہیں تو فقہاء نے جن امور میں فرق بیان کیا ہے ان میں فرق کرنا مداخلت فی الدین کیوں ہے؟

احناف حامی حدیث و سنت

نابالغ کی امامت جائز نہیں

☆ عن ابن عباس قال نهانا امير المؤمنين عمر أن نوم

الناس في المصحف و نهانا أن يؤمننا إلا المحتلم۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں امیر المؤمنین حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ہم لوگوں کو امامت کروائیں قرآن

میں دیکھ کر اور اس بات سے بھی کہ ہماری امامت کرائے نابالغ۔

(کنز العمال ج ۸: ۲۶۳)

☆ عن الشعبي قال لا يؤم الغلام حتى يحتلم،

حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۳۳۹)

☆ عن مجاهد قال لا يؤم غلام حتى يحتلم،

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۲۳۹)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام آثار صحابہ و تابعین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نابالغ کی امامت جائز ہے اور وہ بالغوں کی موجودگی میں امام بن سکتا ہے۔ اور بلوغت کے اعتبار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

”صحیح ست امامت طفل نابالغ نیست دلیل بر اعتبار بلوغ۔“

نابالغ بچے کی امامت صحیح ہے اور بلوغت کے اعتبار کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(عرف الجاوی ۳۷)

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

”جواب اور بڑی عمر والے لوگوں کے ہوتے نابالغ لڑکا امام بنے تو جائز ہے بشرطیکہ سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو۔“

(دستور الفتی ۱۲۷)

ملاحظہ فرمائیے:

صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، عظام اور ائمہ مجتہدین فرما رہے ہیں کہ نابالغ لڑکا بالغ ہونے تک امام نہ بنے، اس کی امامت صحیح نہیں اور غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نابالغ کی امامت صحیح ہے۔

احناف حامی حدیث و سنت

امام بہترین شخص ہونا چاہیے

☆ عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجعلوا ائمتكم خياركم فانهم وفدكم فيما بينكم و بين ربكم۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے امام اپنے میں سے بہترین لوگوں کو بناؤ کیونکہ امام تمہارے نمائندے ہوتے ہیں تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج ۳: ۹۰)

☆ عن جابر بن عبد الله فہ حدیث طویل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا لا تؤمن من امرأة رجلا ولا يؤمن اعرابی مهاجراً ولا يؤمن فاجر مؤمناً الا ان يقهره بسلطان يخاف سيفه وسوطه۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار نہ امامت کرے کوئی عورت کسی مرد کی اور نہ گنوار مہاجر کی اور نہ فاجر (بدکار بدعتی) مومن کی لیکن جب ڈر ہو بادشاہ کے کوڑے یا تلوار کا۔

(ابن ماجہ ۷۷)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

مذکورہ احادیث اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک رافضی، خارجی، معتزلی، مرزائی سب کے پیچھے نماز جائز ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”فتجوز امامة الرافضی والخارجی والمعتزلی والمقلد“۔

رافضی، خارجی، معتزلی اور مقلد کی امامت جائز ہے۔

(نزل الابرار ج ۱ ص ۹۷)

موصوف ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

”میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتداء (نماز میں) جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی“۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۲: ۱۸۹)

ملاحظہ فرمائیے:

غور فرمائیے رافضی، خارجی، مرزائی صرف فاسق و فاجر ہی نہیں بلکہ کافر ہیں ان کے پیچھے نماز صحیح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ غیر مقلدین کے یہاں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

قارئین انصاف سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور پتہ چلے کہ امام

بے وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز کو لوٹائیں

☆ عن ابی ہریرۃ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الصلوۃ وکبر ثم اشعار الیہم فمکثوا ثم انطلق فاعتسل وکان رأسہ یقطر ماءً فصلی بہم فلما انصرف قال انی خرجت الیکم جنبا وانی نسیت حتی قمت فی الصلوۃ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے آپ نے تکبیر کہی پھر آپ نے صحابہ کرام کی طرف اشارہ کیا وہ اپنی جگہ ٹھہر گئے آپ تشریف لے گئے اور غسل کیا۔ آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا (واپس آکر) آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں تمہارے پاس جنابت کی حالت میں چلا آیا اور نہانا بھلایا گیا حتیٰ کہ نماز میں کھڑا ہو گیا۔

(ابن ماجہ ۸۷)

☆ عن عمرو بن دینار ان علی بن ابی طالب قال فی الرجل یصلی بالقوم جنبا قال یعیدو یعیدون،

حضرت عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی ہو یہ فرمایا کہ وہ خود بھی نماز لوٹائے اور لوگ بھی نماز لوٹائیں۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمد ۳۱)

☆ عَنْ اِبْرَاهِيمَ قَالَ اِذَا فَسَدَتْ صَلَوةُ الْاِمَامِ فَسَدَتْ صَلَوةُ مَنْ خَلْفَهُ -

حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

(کتاب الآثار ۳۱)

☆ عَنْ الثَّوْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ حَمَادًا يَقُولُ اِذَا فَسَدَ صَلَوةُ الْاِمَامِ فَسَدَ صَلَوةُ الْقَوْمِ،

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حمادؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدیوں کی بھی فاسد ہو جائے گی۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲۵۰: ۲۷)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر امام حالت جنابت یا بغیر وضوء کے نماز پڑھا دے یا کسی اور وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے تو فقط امام اپنی نماز لوٹائے۔ مقتدیوں کو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی امام کے ذمہ ہے کہ وہ مقتدیوں کو یہ بتائے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”وَ اِذَا ظَهَرَ حَدَثُ اِمَامِهِ اَوْ مَفْسَدُ آخِرِ رَأْيِ الْمُقْتَدِي

اَعَادَ الْاِمَامُ صَلَوةً وَلَا يَعْبُدُ الْمُقْتَدِي وَلَا يَلْزَمُ عَلَيَّ الْاِمَامِ اَخْبَارُ الْقَوْمِ اِذَا اَمَّهُمْ وَهُوَ مُحَدَّثٌ اَوْ جَنْبٌ اَوْ فَاقِدٌ لِّشَرْطٍ“۔

اور جب ظاہر ہو جائے امام کا بے وضوء ہونا یا امام کی طرف سے نماز فاسد کرنے والی کسی اور چیز کا ہونا مقتدی نہ لوٹائے اور امام کے ذمہ نہیں ہے کہ اگر وہ مقتدیوں کو بغیر وضوء کے یا جنابت کی حالت میں یا کسی اور شرط کے نہ پائے جانے کی صورت میں نماز پڑھا دے تو وہ مقتدیوں کو بتلائے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔

(نزل الابرار ج ۱۰: ۱۱)

ملاحظہ فرمائیے:

جو مقلدین غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اگر غیر مقلد امام نے بے وضو یا حالت جنابت میں نماز پڑھا دی اور بتلانا ضروری نہ سمجھتے ہوئے مقتدیوں کو بتلایا بھی نہیں تو مقلدین کی نماز کا کیا بنے گا؟

احناف حامی حدیث و سنت

نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرأت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

☆ عن رفاعۃ بن رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقص هذا الحديث قال فيه فتوضاً كما امرک اللہ ثم
تشہد فاقم ثم کبر فان کان معک قرآن فاقرأہ والا فا
حمد اللہ عزوجل وکبرہ وھللہ الحدیث،

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث (اعرابی کی
نماز والی) بیان کی۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے
فرمایا کہ جیسے تجھے اللہ نے حکم دیا ہے ویسے وضو کر پھر اذان کہہ پھر اقامت کہہ پھر تکبیر
(تخریمہ) کہہ پھر اگر تجھے کچھ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھ ورنہ پھر اللہ عزوجل کی حمد کر اور اس
کی تکبیر و تہلیل کر (یعنی الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ
کہہ)

(ابوداؤد ج: ۱۲۵، ترمذی ج: ۶۶)

☆ عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال جاء رجل الى النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی لا استطیع ان آخذ من
القرآن شیئاً فعلمنی ما یجزئنی منه فقال قل سبحان

اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا
قوة الا باللہ۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ میں قرآن پاک سے کچھ حاصل کرنے کی (یعنی
زبانی یاد کرنے کی) استطاعت نہیں رکھتا لہذا آپ مجھے کچھ سکھائیں جو میرے لئے
کافی ہو۔ آپ نے فرمایا تم کہہ لو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا
اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ۔

(ابوداؤد ج: ۱۲۱، نسائی ج: ۱۰۷، مسند احمد ج: ۳: ۳۵۳)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قرآن میں دیکھ کر قرأت کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا صحیح ہے، بلکہ نماز کے دوران اگر قرآن پاک ہاتھوں میں اٹھائے رکھے اور ورقے بھی بدلتا رہے تب بھی نماز صحیح ہے، چنانچہ نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:

”ولا بأس ان يقرأ من المصحف ولو حمله باليد واليدان او قلب اوراقه سواء كان في الفرائض او النوافل وكذا لك لا بأس ان يفتح على امامه من المصحف“

(نماز کے دوران) قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ قرآن پاک کو ایک یا دونوں ہاتھوں سے اٹھا رکھا ہو اور ورقے بدلتا رہے، فرائض اور نوافل اس میں یکساں ہیں ایسے ہی قرآن پاک میں سے دیکھ کر اپنے امام کو لقمہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(نزل الابرار ج: ۱۰: ۱۱۰)

مزید لکھتے ہیں:

”وكذا لا يكره ان يقرأ الامام فيها من المصحف يقلب الاوراق باصبعه“

اور ایسے ہی مکروہ نہیں ہے کہ امام نماز میں قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت کرے اور اپنی انگلی سے اوراق بدلتا رہے۔

(نزل الابرار ج: ۱: ۱۳۱)

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرورت کے باوجود جس کا حکم نہیں دیتے۔ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس سے منع فرماتے ہیں تابعین و تبع تابعین جس کو صحیح نہیں سمجھتے وہ غیر مقلدین کے یہاں بنا کراہت صحیح ہے، نماز چاہے جاتی ہے تو جاتی رہے۔ قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

جان بوجھ کر کلام کرے یا بھولے سے

☆ عن عبد الله بن مسعود قال كنا نسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلوة قبل ان تأتي ارض الحبشة فيرد علينا فلما رجعنا سلمت عليه وهو يصلي فلم يرد على فاخذني ما قرب وما بعد فجلست حتى قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوة فقلت له يا رسول الله قد سلمت عليك وانت تصلي فلم ترد على السلام فقال ان الله قد يحدث من امره ما يشاء وانه مما احدث ان لا تكلموا في الصلوة -

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرزمین حبشہ آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے دوران سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، جب ہم حبشہ سے واپس آئے تو میں نے آپ کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا مجھے قریب و بعید کی فکروں نے آگھیرا، میں بیٹھ گیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی، میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو جب کہ آپ نماز پڑھ

رہے تھے سلام کیا تھا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا؟ آپ نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ میں جو چاہتا ہے نئے احکام نازل فرما دیتا ہے اور ان نئے احکام میں سے یہ حکم بھی ہے کہ تم نماز میں باتیں نہ کرو۔

(مسند حمیدی ج ۵۲: ۱۵، ابوداؤد ج ۱۳۳: ۱۱، نسائی ج ۱۳۷: ۱۱)

☆ عن زيد بن ارقم قال كنا نتكلم في الصلوة يكلم الرجل صاحبه وهو الى جنبه في الصلوة حتى نزلت وقومو الله قنيتين فامرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام.

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ ایک شخص دوسرے شخص سے جو اس کے پہلو میں ہوتا نماز میں باتیں کر لیا کرتا تھا حتیٰ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ”کھڑے ہو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی کے ساتھ“ تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات سے منع کر دیا گیا۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۶۰، مسلم ج ۱ ص ۲۰۴ واللفظ لمسلم)

☆ قال ابو عيسى حديث زيد بن ارقم حديث حسن صحيح والعمل عليه عند اكثر اهل العلم قالوا اذا تكلم الرجل عامداً في الصلوة او ناسياً اعاد الصلوة وهو قول الثوري وابن المبارك (الخ)

حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اکثر اہل علم کا عمل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی نماز میں عمداً بھول کر کلام کرے تو نماز دوبارہ پڑھے، یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبد اللہ بن مبارک کا قول ہے۔

(ترمذی ج ۹۲: ۱)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے دوران بھولے سے یا نماز کی بھول کے متعلق بات چیت کرنے سے کچھ نہیں ہوتا نماز صحیح رہتی ہے۔

چنانچہ نواب نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں:

”وکلام سہی مفید صلوٰۃ نیست“

”بھول کر بات چیت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔“

(عرف الجادی ۲۳)

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

”امام اور مقتدی اگر نماز کی بھول کی بابت کچھ گفتگو کر لیں تو بھی نماز میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوتا۔“

(دستورالمتقی ۱۱۳)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر نماز میں بھول ہو جائے اور نماز میں اس کی اطلاع نہ ہو سکے نماز ختم ہونے کے بعد معلوم ہو کہ کوئی غلطی ہوئی اس کے متعلق تحقیق کے طور پر جو گفتگو ہو نماز میں اس سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا نماز کی تکمیل کے بعد سجدہ ہو کر لیا جائے۔ جس طرح ذوالیدین کی حدیث سے ظاہر ہے۔“

(رسول اکرم کی نماز ۱۰۳)

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمے ہیں کہ نماز میں بات چیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ تم نماز میں بات چیت نہ کرو، نماز میں بات چیت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ صحابہ کرام فرما رہے ہیں کہ ہمیں آیت کریمہ ”وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ“ نازل ہونے کے بعد بات چیت سے منع کر دیا گیا تھا۔

۱۶۔ عن طائوس الوتر واجب یعاد الیہ اذا نسی،

حضرت طاؤسؒ سے مروی ہے کہ وتر واجب ہیں اگر بھولے سے رہ جائیں تو قضاء پڑھے جائیں گے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳: ۸)

احناف حامی حدیث و سنت

وتر کی تین رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے پڑھنی چاہئیں

حضرت ابوسعیدؓ بن عبد الرحمنؓ بن عوف سے مروی ہے انہوں نے سعید بن ابی سعید مقبریؓ کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین و طویل ہوتی تھیں، پھر چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین و طویل ہوتی تھیں پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(بخاری ج: ۱، ۱۵۴، مسلم ج: ۱، ۲۵۴، نسائی ج: ۱، ۱۹۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو پہلے آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین رکعات وتر پڑھتے۔ پھر دو رکعت (سنت) فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے۔

(نسائی ج: ۱، ۱۹۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے۔ تینوں رکعتوں میں (قصار) مفصل کی نو سورتیں پڑھتے تھے، ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھتے سب سے آخری سورۃ قل هو اللہ احد ہوتی تھی۔

(ترمذی ج: ۱، ۱۰۶)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربك الا على قل يا ايها الكفرون اور قل هو اللہ احد پڑھا کرتے تھے ہر سورۃ ایک رکعت میں۔

(ترمذی ج: ۱، ۱۰۶)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر (کی پہلی رکعت) میں سبح اسم ربك الا على دوسری رکعت میں قل يا ايها الكفرون تیسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری رکعت ہی میں پھیرتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ سبحان الملك القدوس کہتے تھے۔

(نسائی ج: ۱، ۱۹۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے پھر جب تمہارا فارغ ہو کر جاتے کا ارادہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لو یہ تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی، حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ وتر تین رکعات ہی پڑھتے ہیں۔

(بخاری ج: ۱، ۱۳۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم ہر دو رکعت میں قعدہ کرو تو التحیات للہ (آخر تک) پڑھو۔

(نسائی ج: ۱، ۱۳۰)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تین وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے:

☆ عن عمر بن الخطاب انه اوتر بثلاث ركعات لم يفصل بينهما بسلام،

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تین رکعات وتر پڑھے اور تینوں رکعتوں میں سلام کے ذریعہ فصل نہیں کیا۔ (یعنی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرا)

(مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۲، ۲۹۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، وتر تین رکعات پڑھتے تھے:

☆ عن زادن ان علیا کان یوتر بثلاث من آخر اللیل قاعداً۔

حضرت زاذانؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے رات کے آخری حصہ میں بیٹھ کر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲: ۲۹۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے:

☆ عن عقبہ بن مسلم قال سألت ابن عمر عن الوتر فقال اتعرف وتر النهار قلت نعم صلوة المغرب قال صدقت و احسنت،

حضرت عقبہ بن مسلمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وُتروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم دن کے وتر جانتے ہو میں نے کہا جی ہاں نماز مغرب، آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا اور خوب کہا۔

(طحاوی ج ۱: ۱۹۲)

حضرت ابی بن کعبؓ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے:

☆ عن الحسن قال کان ابی بن کعب یوتر بثلاث لا یسلم الا فی الثالثة مثل المغرب،

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور سلام فقط تیسری رکعت میں پھیرتے تھے مغرب کی نماز کی طرح۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳: ۲۶)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آپ جتنے چاہیں وتر پڑھیں، دوسری رکعت پر قعدہ نہ کریں، وتر دو سلاموں سے پڑھنا افضل ہے اور دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ وتر پڑھنا (جیسا کہ احناف پڑھتے ہیں) منع ہے، تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں، تین رکعات وتر پڑھنا منع آیا ہے، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں۔

چنانچہ مولوی یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

”الغرض نماز وتر خواہ ایک رکعت پڑھیں خواہ تین خواہ پانچ خواہ سات بیچ میں کوئی قعدہ نہ کریں بلکہ آخری رکعت میں بیٹھیں اور صرف ایک تشہد سے وتر پڑھ کر سلام پھیریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر میں بیچ کا تشہد ثابت نہیں ہے بلکہ بیچ کا تشہد کرنے میں نماز مغرب سے مشابہت ہو جاتی ہے اس لیے جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔“

(دستور المتقی ۱۳۴)

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں:

”وحدیث ایتار بسمہ رکعت ضعیف بلکہ بغیر ثابت ست بلکہ ازاں ہی آمدہ پس احتیاط در ترک ایتار بسمہ رکعت باشد۔“

اور تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں بلکہ اس سے ممانعت آئی ہے پس احتیاط اس میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں۔

(عرف الجادی ۳۳)

ملاحظہ فرمائیے:

اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحاح ستہ کی جن احادیث میں تین رکعات وتر کا تذکرہ ہے وہ احادیث ہی نہیں ہیں اور العیاذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور ہزاروں لاکھوں بزرگان دین سب کے سب غیر ثابت اور غیر محتاط اور ممنوع چیز پر عمل کرتے رہے۔

احناف حامی حدیث و سنت

وتر میں دُعاء قنوت سارے سال واجب ہے اور دُعاء قنوت کے لئے

تکبیر کہنا اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے

اور دُعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے

☆ عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ انه سئل عن القنوت فقال حدثنا البراء بن عازب قال سنة ماضية،

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے قنوت وتر کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ ہمیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے فرمایا کہ یہ جاری و ساری سنت ہے۔ (اخرجه السراج بحوالہ آثار السنن ۲۰۷)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ وتر کی آخری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھتے پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور رکوع میں جانے سے پہلے دُعاء قنوت پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴: ۳۰۷)

حضرت طارق بن شہاب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی، جب آپ دوسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی پھر دُعاء قنوت پڑھی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

(طحاوی ج ۱: ۱۷۱)

☆ قال عبد العزيز وسأل رجل انسا عن القنوت أبعد الركوع أو عند فراغ من القراءة قال لا بل عند فراغ من القراءة۔

حضرت عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے یا قرأت سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا قرأت سے فارغ ہو کر۔

(بخاری ج ۲: ۵۸۶)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الا على دوسری میں قل یا ایہا الکفرون، تیسری میں قل هو اللہ احد پڑھتے تھے اور دعائے قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

(نسائی ج ۱: ۱۹۱)

☆ عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر فیقنت قبل الرکوع،

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تو دعائے قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

(ابن ماجہ ۸۴)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین نہ تو دعائے قنوت کے جواز کے قائل ہیں، نہ دعائے قنوت پڑھتے وقت تکبیر کہنے کو صحیح سمجھتے ہیں، نہ تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنے کو صحیح قرار دیتے ہیں، البتہ عام دعاؤں کی طرح دعائے قنوت دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں، نیز ان کا کہنا ہے کہ دعائے قنوت رکوع کے بعد مستحب ہے۔

چنانچہ مقلدین کے مجتہد العصر عبد اللہ روپڑی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”قنوت سے پہلے تکبیر کہنے کی بابت حدیث میں کچھ تصریح نہیں آئی اور سلف کا اس میں اختلاف ہے بہتر ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس کی بابت دلیل کی رو سے پوری تشفی نہ ہو، ہاں ہاتھ اٹھانا دعا میں بیشک ثابت ہے اور دعائے قنوت بھی ایک دعا ہے تو اس وجہ سے اس میں بھی ہاتھ اٹھا سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ بہت سے سلف کا عمل بھی اس پر ہے (قیام اللیل) البتہ جس طریقے سے حنفیہ ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ تکبیر تحریر کی طرح رفع یدین کر کے ہاتھ باندھ لیتے ہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا اور اسی طرح رکوع سے پہلے دعائے قنوت کا ثابت کرنا اور اسی پر حصر کرنا یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ پہلے پیچھے دونوں طرح ثابت ہے پس دونوں پر عمل چاہیے۔“

(فتاویٰ الہدایت ج ۱: ۶۳۲)

فتاویٰ علماء حدیث میں ایک سوال کے جواب میں اس طرح تحریر ہے۔

”صحیح حدیث سے صراحتاً ہاتھ اٹھا کر یا باندھ کر قنوت پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ دعا ہونے کی حیثیت سے ہاتھ اٹھا کر پڑھنا اولیٰ ہے رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے، بخاری

شریف میں رکوع کے بعد ہے اگر پہلے پڑھ لے تب بھی جائز ہے کیونکہ بعض روایات میں قبل
الرکوع بھی آیا ہے ہاتھ اٹھا کر باندھ لینے کا کوئی ثبوت نہیں۔“

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۳: ۲۰۶)

عبدالرحمن مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں:

”يجوز القنوت في الوتر قبل الركوع وبعده والمختار

عندی کو نہ بعد الركوع“۔

وتر میں قنوت رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے، میرے نزدیک مختار و
پسندیدہ یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۱: ۲۳۳)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

ملاحظہ فرمائیے:

لیکن غیر مقلدین۔۔۔ ان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے بالکل خلاف رکوع

سے اٹھ کر دعائے قنوت پڑھنا مستحب اور مختار و پسندیدہ عمل ہے۔ غور فرمائیے کیا حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام اور صحابہ کرام سے صحیح احادیث سے ثابت شدہ عمل کے خلاف کوئی عمل مستحب ہو سکتا ہے؟

ہرگز نہیں لیکن غیر مقلدین کو اس سے کیا غرض انہیں صرف اپنی سوچ کے مطابق عمل کرنے سے

مطلب ہے۔ صحیح ہو یا غلط، قارئین کرام اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کا یہ طرز عمل اختیار

کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

فجر کی سنتیں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی پڑھنی جائز ہیں

☆ عن عائشة قالت لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم على شيء من النوافل اشد تعاهداً منه على ركعتي الفجر،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی نفل کی اتنی زیادہ پابندی اور حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی۔

(بخاری ج ۱: ۱۵۶، مسلم ج ۱: ۲۵۱)

☆ عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تدعوهما وان طردتكم الخيل،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔

(ابوداؤد ج ۱: ۱۷۸)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے ایک ستون کی اوٹ میں فجر کی دو رکعت سنتیں ادا کیں۔

(معجم طبرانی کبیر ج ۹: ۲۷۷)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے ہوں اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو (پہلے) وہ پڑھ لو اگرچہ تمہارا خیال ہو کہ تم سے پہلی رکعت فوت ہو جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲: ۲۵۱)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنتیں ادا کرنا (بلا کسی تفصیل کے) ناجائز ہے رسول خدا کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

”اور کیا ان لوگوں کا جماعت کی موجودگی میں سنتیں پڑھنا رسول خدا کی نافرمانی نہیں ہے جب کہ حضور انور نے لاصلوٰۃ فرما کر ہر نماز کی نفی فرمادی ہے۔“

(صلوٰۃ الرسول ۴۲)

جماعت غریب اہل حدیث کے مفتی عبدالستار ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں،

سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیے۔

سوال: زید کہتا ہے جب صبح کی نماز ہو رہی ہو تو کوئی نماز نہیں، بکر کہتا ہے کہ جو شخص مسجد میں صبح کے وقت آئے اور نماز ہو رہی ہو تو اس کو چاہیے پہلے صبح کی سنتیں پڑھ لے پھر نماز میں ملے اس کا قول صحیح ہے،

جواب: زید کا قول صحیح ہے بکر کا غلط ہے بلکہ غلط ہے، حدیث شریف میں ہے، اقیمت

الصلوٰۃ فلا صلوة الا المكتوبة یعنی جس وقت فرض نماز کی تکبیر

ہو جائے اس وقت کوئی نماز نہیں ہوتی بموجب حدیث ہذا ہر وہ شخص جو صبح کے فرض

ہوتے ہوئے سنتیں پڑھے خدا اور رسول کا نافرمان ہے۔ جیسا کہ آج کل احناف کی

جملہ مساجد میں خصوصاً فجر کے وقت یہی طریقہ رائج ہے۔ یہ سراسر نبی علیہ السلام کی

نافرمانی ہے۔ اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے۔ ومن يعص الله ورسوله

ويتعد حدوده يدخله ناراً خالداً فيها وله عذاب مهين۔“

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ۳۰)

ملاحظہ فرمائیے:

لیکن غیر مقلدین بلا سوچے سمجھے فتوے دے رہے ہیں کہ یہ ناجائز ہے رسول خدا کی نافرمانی ہے۔ کیا صحابہ کرام اور تابعین عظام کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین و ارشادات نہ تھے؟ کیا ان ستیوں کو احادیث کی سمجھ نہ تھی؟ کیا یہ صحابہ و تابعین رسول خدا کے نافرمان تھے؟ کیا یہ سب ناجائز کام کرتے تھے نقل کفر کفر نہ باشد کیا یہ سب جہنمی ہیں؟

قارئین کرام ذرا سوچئے یہ فتوے کس پر لگ رہے ہیں کون ان فتوؤں کی زد میں آ رہا ہے؟ کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں کہ صحابہ و تابعین ایک عمل کو جائز سمجھ کر کریں اور اُسے بے دھڑک ناجائز کہہ دیا جائے۔

قارئین محترم اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے

☆ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الصلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس وعن الصلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

(بخاری ج: ۸۲، مسلم، ج: ۲۷۵، واللفظ للمسلم)

☆ عن ابن عباس قال سمعت غیر واحد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منهم عمر بن الخطاب وكان احبهم الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الصلوۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس وبعد العصر حتی تغرب الشمس، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ کرام سے کہ جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ کرام سے کہ جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

(بخاری ج: ۸۲، مسلم، ج: ۲۷۵، واللفظ للمسلم)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر فجر کی سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھنے سے رہ جائیں تو فرضوں کے فوراً بعد ادا کر لی جائیں۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر یہ سنتیں جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہوں تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں۔“
(دستور المستقی ۱۰۴)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر آپ ایسے وقت مسجد میں پہنچیں کہ جماعت کھڑی ہوگئی ہو اور سنتیں آپ نے نہ پڑھی ہوں تو پھر جماعت کے پاس سنتیں مت پڑھنی شروع کر دیں کیونکہ جماعت کے ہوتے ہوئے پاس کوئی نماز نہیں ہوتی آپ جماعت میں شامل ہو جائیں اور فرض پڑھ کر سنتیں پڑھ لیں۔“
(صلوۃ الرسول ۳۵۱)

ملاحظہ فرمائیے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی جائے اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر کسی کی سنتیں رہ جائیں تو وہ انہیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے، خود آپ کا معمول بھی یہی ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام اسی پر عمل پیرا ہیں لیکن غیر مقلدین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل اور صحابہ کرام و تابعین کے عمل کے سامنے ہوتے ہوئے بھی یہ کہتے ہیں کہ فجر کے فرضوں کے بعد سنتیں پڑھنے سے روکنے کی کوئی ضرورت نہیں فرضوں کے بعد سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔

قارئین کرام اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود کسی عمل کو اختیار کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مسنون نہیں ہے

☆ عن طائوس قال سئل عن عمر بن عمر عن الرکعتین قبل المغرب فقال ما رأیت احدا علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیہا ورخص فی الرکعتین بعد العصر حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ یہ دیکھا کہ کسی نے بھی عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دی ہو۔

(ابوداؤد ج ۱: ۱۸۲)

حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ حدیث نقل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب سے پہلے نماز پڑھو، تیسری بار آپ نے فرمایا جو چاہے اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت بنا لیں۔

(بخاری ج ۱: ۱۵۷)

انہی احادیث و آثار کے پیش نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل پڑھنا سنت نہیں ہیں۔ بلکہ اگر کوئی انہیں سنت سمجھ کر پڑھے گا تو ایسی صورت میں یہ مکروہ ہوں گے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود انہیں سنت سمجھ کر پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

دوسرے اگر کوئی ان نفلوں میں لگ کر مغرب کی نماز میں تاخیر کرے گا تو تاخیر مغرب کی وجہ سے بھی یہ مکروہ ہوں گے۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل پڑھنا سنت ہے، صرف یہی نہیں بلکہ ان نفلوں کو سنت نہ سمجھنے والا ظالم اور بدعتی ہے، چنانچہ عبدالرحمن مبارک پوری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”قبل نماز مغرب دو رکعت سنت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کو اذان اور اقامت کے درمیان پڑھنا چاہیئے..... مغرب کی اذان ختم ہونے کے ساتھ ہی دو دفعہ درود پڑھنا چاہیئے۔ اللھم رب هذا الدعوت التامہ آخر تک پڑھنا چاہیئے پھر سنت شروع کرنی چاہیئے اور مغرب کی سنتیں فجر کی سنت کی طرح ہلکی پڑھنی چاہیئے۔“

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۴: ۲۳۲)

دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے شیخ الحدیث مولوی احمد اللہ صاحب رقمطراز ہیں:

”مغرب کے پہلے سنتیں پڑھنے والے کو کوئی روکے یا اس کو سنت نہ سمجھے وہ ظالم اور بدعتی ہے۔“

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۴: ۲۳۵)

ملاحظہ فرمائیے:

قارئین کرام غور فرمائیے یہ غیر مقلدین کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے؟ کیا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان نوافل کو سنت سمجھنے سے نہیں روکا؟ عجیب بات ہے یہ حضرات فتویٰ لگاتے ہوئے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اس کی زد میں کون کون آسکتا ہے؟ شان اجتہاد میں جو منہ میں آیا اُگل دیا۔

قارئین فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی بہت ترغیت دیتے تھے، لیکن اس سلسلہ میں کوئی تاکید حکم نہیں دیتے تھے، آپ فرماتے تھے جس نے رمضان (کی راتوں میں) میں ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور معاملہ اسی طرح رہا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں بھی اسی طرح رہا۔

(مسلم ج ۱: ۲۵۹)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تمہارے لئے اس میں قیام کو سنت قرار دیا ہے۔ سو جس شخص نے رمضان میں روزے رکھے اور قیام کیا ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے کہ جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔

(نسائی ج ۱: ۲۳۹)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ درمیان رات میں گھر سے تشریف لے گئے آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی جب صبح ہوئی تو لوگوں نے (بچھلی رات کی نماز کا) آپس میں تذکرہ کیا چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ تعداد ہو گئی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ وہی نماز لوگوں نے بھی پڑھی، صبح ہوئی تو پھر

چرچا ہوا اور تیسری رات لوگوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی، جب چوتھی رات آئی تو مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہو گئی۔ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لئے ہی تشریف لائے جب نماز ادا کر لی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنایان کی اور فرمایا تمہارا یہاں آنا مجھ پر مخفی نہیں تھا لیکن میں ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔

(بخاری ج: ۲۶۹، مسلم ج: ۲۵۹)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے پورے مہینے ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی۔ یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو (تیسویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ تنہائی رات گزر گئی۔ جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی (یعنی چوبیسویں رات میں) پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی۔ (یعنی پچیسویں رات میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس رات کے باقی حصے میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز (عشاء) پڑھے پھر اپنے گھر واپس جائے تو پوری رات نماز پڑھنے والا شمار کیا جائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چار دن رہ گئے تو آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی (یعنی چھبیسویں رات میں) جب تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی

(یعنی ستائیسویں رات میں) اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے فلاح رہ جائے گی۔ حضرت جبیر بن نفیر کہتے ہیں میں نے عرض کیا فلاح رہ جانے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سحری مراد ہے، پھر باقی ایام میں آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔

(ابوداؤد ج: ۱۹۵)

☆ عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۲۹۳، بیہقی ج: ۲۹۶،

معجم طبرانی کبیر ج: ۱۱۳، مسند عبد بن حمید ج: ۲۱۸)

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما

کے دو خلافت میں تراویح ۲۰ رکعات پڑھی جاتی تھیں

حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک میں ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے، کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا تو ایک گروہ اس کی اقتداء کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری کی (اقتداء میں جمع کر دوں تو بہت اچھا ہو، پھر آپ نے اس کا عزم کر لیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا، پھر میں ایک دوسری رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے ہمراہ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نئی چیز بہت اچھی ہے اور وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو وہ افضل ہے اس نماز سے جو تم پڑھ رہے ہو آپ کی مراد اس سے رات کے آخری حصے میں قیام کرنا تھا اور لوگ شروع رات میں قیام کرتے تھے۔

(بخاری ج: ۱، ۲۶۹)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رمضان میں رات کو لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ تو رکھتے ہیں لیکن اچھی طرح قرأت نہیں کر سکتے اگر تم رات کو ان پر قرآن پڑھا کر دو تو اچھا ہو، حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین پہلے ایسے نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا مجھے بھی معلوم ہے تاہم یہ ایک اچھی چیز ہے۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات پڑھائیں۔

(کنز العمال ج: ۸، ۳۰۹)

حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر اکٹھا کر دیا، آپ انہیں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔

(ابوداؤد ج: ۱، ۲۰۲، سیر اعلام النبلاء ج: ۱، ۴۰۰)

جامع المسانید والسنن للحافظ ابن الکثیر ج: ۱، ۵۵)

☆ عن يحيى بن سعيد ان عمر بن الخطاب امر رجلا يصلي بهم عشرين ركعته،

حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۲، ۳۹۳)

☆ عن عبد العزيز بن رفيع قال كان ابي بن كعب يصلي بالناس في رمضان بالمدينة عشرين ركعة ويوتر بثلاث، حضرت عبد العزيز بن رفیع فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے تھے اور وتر تین رکعات۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۲، ۳۹۳)

حضرت ابن ابی ذئب بواسطہ حضرت یزید بن خصیفہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ (صحابہ کرام) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو خلافت میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے، حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تراویح میں مثنیٰ سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دو خلافت میں لوگ شدت قیام کی وجہ سے اپنی لائٹیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج: ۲، ۴۹۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو خلافت میں بھی تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں:

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قراء حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح پڑھائے حضرت ابو عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج: ۲، ۴۹۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے:

حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہم کو رمضان میں نماز پڑھاتے تھے۔ جب فارغ ہو کر واپس ہوتے تو ابھی رات رہتی تھی، امام اعش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر۔

(مختصر قیام اللیل للمروزی ۱۵۷)

تراویح کے بیس رکعات ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع:

حضرت محمد بن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان المبارک میں لوگ تیس رکعات پڑھا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھائے اور یہ اجماع کی مانند ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۲: ۱۶۷)

حضرت سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ اور حضرت عبد اللہ

بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ ۲۰ رکعات تراویح کے قائل تھے:

حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم ۲۰ رکعات کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی، حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، یہی حضرت سفیان ثوری اور حضرت عبد اللہ بن مبارک کا قول ہے۔

(ترمذی ج ۱: ۱۶۶)

حضرت امام ابو حنیفہ ۱۵۰ھ کا مسلک:

حضرت امام فخر الدین حسن بن منصور اور جندی (المعروف قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب اور امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک وہی ہے جو امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے نقل کی ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں قیام کرنا (تراویح پڑھنا) سنت (مؤكدہ) ہے اس کا ترک مناسبت نہیں، ہر مسجد والوں کے لئے ان کی مسجد میں ہر رات وتر کے علاوہ بیس رکعتیں پڑھانی جائیں، پانچ تروکے دس سلاموں کے ساتھ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۱: ۱۱۲)

حضرت امام مالک م ۱۶۹ھ کا مسلک:

حضرت قاضی ابن رشد مالکی (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام نے ان رکعات کی تعداد کے اختیار کرنے میں جو کہ لوگ رمضان المبارک میں پڑھتے ہیں اختلاف کیا ہے پس حضرت امام مالک نے اپنے ایک قول کے مطابق اور حضرت امام ابو حنیفہ حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری نے وتر کے علاوہ ۲۰ رکعات پڑھنے کو اختیار کیا ہے، اور ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام مالک ۳۶ رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے۔

(بدایۃ المجتہد ج ۱: ۱۵۲)

حضرت امام شافعی م ۲۰۴ھ کا مسلک:

امام ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے قیام رمضان (تراویح) کے بارے میں اختلاف کیا ہے ان میں سے بعض وتر سمیت اکتالیس رکعتوں کے قائل ہیں یہی اہل مدینہ کا قول ہے اور اسی پر اہل مدینہ کا عمل ہے اور اکثر اہل علم ۲۰ رکعات (تراویح) کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی، حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے یہی حضرت سفیان ثوری، حضرت عبد اللہ بن مبارک اور حضرت امام شافعی کا قول ہے، حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی پایا ہے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں کہ وہاں (سب) بیس رکعتیں ہی پڑھتے ہیں۔

(ترمذی ج ۱: ۱۶۶)

حضرت امام احمد بن حنبل م ۲۴۱ھ کا مسلک:

امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ (امام احمد بن حنبل) کے نزدیک تراویح میں بیس رکعتیں مختار و پسندیدہ ہیں، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں

اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چھتیس رکعتیں ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہی امر قدیم بھی ہے انہوں نے اہل مدینہ کے فعل سے تعلق کیا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں اکٹھا کیا تو وہ لوگوں کو بیس رکعتیں ہی پڑھاتے تھے۔

(المغنی لابن قدامة ج ۲: ۱۶۷)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جنہی متوفی ۵۶۱ھ کا فرمان:

☆ ”وصلوة التراويح سنة النبي صلى الله عليه وسلم
وهي عشرون ركعة يجلس عقب كل ركعتين ويسلم فهي
خمس ترويحات كل اربعة منها ترويحة“
نماز تراویح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔۔۔۔۔ اور یہ بیس رکعتیں ہیں ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے اس طرح پانچ ترویحے ہوں گے۔ ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک ترویحہ۔

(غنیۃ الطالبین مترجم ۳۹۳، ۳۹۶)

امام ابو حامد الغزالی الشافعیؒ متوفی ۵۰۵ھ کا فرمان:

☆ ”التراويح وهي عشرون ركعة وكيفيتها مشهورة وهي
سنة مؤكدة“

تراویح بیس رکعتیں ہیں جن کا طریقہ مشہور و معروف ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہیں۔

(احیاء علوم الدین ج ۱: ۲۰۱)

غیر مقلدین کے امام تقی الدین ابن تیمیہ الحرامیؒ جنہی متوفی ۷۲۸ھ کا فرمان:

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں (صحابہ تابعین) کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین و تر پڑھاتے تھے۔ لہذا بہت سارے علماء نے اسی کو سنت قرار دیا ہے۔ کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیس رکعتیں حضرات انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں پڑھائی تھیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲: ۱۱۲)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار، اجماع امت اور اقوال ائمہ مجتہدین اور امت کے تقریباً تیرہ سو سالہ عمل کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تراویح آٹھ رکعات ہی سنت ہیں، بیس رکعات سنت نہیں ہیں، بیس یا بیس سے زیادہ رکعات متعین کرنے میں بدعت کا خوف ہے، بلکہ بیس رکعات پڑھنا ہی بدعت۔ چنانچہ

حکیم صادق سیالکوٹیؒ صاحب لکھتے ہیں:

”یہ بات مہر نیمروز کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ رسول اللہ کی سنت پاک تو آٹھ رکعت تراویح ہی ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا سنت نہیں ہے بلکہ نافلہ عبادت ہے۔“

(صلوٰۃ الرسول ۳۸۵)

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

’البتہ بیس یا تیس رکعت کی تعداد معین اور خاص کرنا درست نہیں کیونکہ اس عمل کے بدعت ہو جانے کا خوف ہے۔‘

(دستور الحق ۱۳۲)

غیر مقلدین کے ڈاکٹر محمد بشیر لکھتے ہیں:

”ہمارے جن علماء نے آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہا ہے وہ ان لوگوں کی تراویح کو کہا گیا ہے جو آٹھ سے زیادہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر پڑھتے ہیں اگر نفل سمجھ کر پڑھیں تو پھر ہمارا کوئی عالم ان پر بدعت کا فتویٰ نہیں لگاتا“

(الجابان ۱۶)

عبدالجلیل سامرووی صاحب اپنے ہم مشرب علماء پر برتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”بڑا تعجب تو مجھے یہ ہر علماء مدرسہ رحمانیہ کے مدرسین پر ہے کہ وہ باوجود ان باتوں سے واقف ہوتے ہوئے رسالہ محدث میں زیادہ آٹھ پر درست لکھتے ہیں اور نوافل قرار دے کر باعث اجر بھی تسلیم کرتے ہیں الی اللہ المستکفی..... رہا ۲۰ کو سنت عمری بدعت عمری کہنا اصلاً غلط ناقابل مسوع ہے۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ۲۰ رکعت نہ ہی فعل عمل سے وارد اور نہ ہی امر فاروق سے ثابت پھر زبردستی حضرت عمرؓ کے متھے تھوپنا کیا انصاف سے مراحل دور نہیں اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔“

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ۱۹-۲۰)

ملاحظہ فرمائیے:

یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالجہد یہ کہ ان کے نزدیک بیس رکعات تراویح پڑھنا سنت تو کجا انہیں سنت سمجھ کر پڑھنا بدعت ہے، حالانکہ بیس رکعات تراویح خیر القرون میں خلفاء راشدین کے حکم سے پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، خلفاء راشدین نے بیس پر مواظبت فرمائی۔ عہد فاروقی میں بیس رکعات پر اجماع ہوا جیسا کہ پیچھے گزرا، تمام صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ بیس رکعات تراویح ہی پڑھتے پڑھاتے رہے اور ان ائمہ مجتہدین کے کروڑوں تبعین اور مقلدین جن میں جبال علم اور تقویٰ و طہارت اور اتباع سنت میں ممتاز مقام رکھنے والے اکابر علماء و اولیاء شامل ہیں سب تراویح بیس رکعات ہی پڑھتے پڑھاتے رہے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس سے امت مسلمہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھ رہی ہے۔

غیر مقلدین کی غنیۃ الطالبین میں تحریف:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ چونکہ حنبلی مسلک کے بزرگ ہیں، اس

لیے آپ بھی تراویح کے بیس رکعات ہونے کے قائل ہیں چنانچہ آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”غنیۃ الطالبین“ میں یہی لکھا ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ عرصہ سے یہ کتاب مترجم اور غیر مترجم دونوں طرح چھپ رہی ہے۔ دونوں میں مسئلہ موجود ہے، اس وقت ہمارے سامنے غنیۃ الطالبین عربی اور عربی اردو مترجم دو مقامات کی چھپی ہوئی موجود ہیں۔ ایک مکتبہ مصطفیٰ البابی (مصر) کی اور دوسری مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور کی دونوں میں یہ عبارت موجود ہے ملاحظہ فرمائیے:

”وہی عشرون رکعة یجلس عقب کل رکعتین ویسلم
فہی خمس ترویحات کل اربعة منها ترویحة وینوی فی کل
رکعتین اصلی رکعتی الترویاح المسنونة اذا کان فردا او اذا کان
اماما او ما موما ویستحب ان یقرأ“۔ (الح)

(غنیۃ الطالبین ۳۹۶، طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، وغیرہ)

(الطالبین ج ۲: ۱۶، طبع مکتبہ مصطفیٰ البابی البعلبک)

ترجمہ:

اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے پانچ تروٹے ہیں ہر چار کا نام ترویح ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت (مسنون) تراویح کی نیت کرتا ہوں اگر تنہا پڑھے خواہ امام کے ساتھ پڑھے اور مستحب ہے کہ (غنیۃ الطالبین مترجم طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور) کراچی کے غیر مقلدین نے غنیۃ الطالبین کا ترجمہ کر کے جب چھاپی تو اس میں طرح کا تصرف کیا ایک تو یہ کہ انہوں نے اس میں تحریف کی اور عشرون (بیس) کو احدى (گیارہ) بنا دیا کیونکہ یہ لوگ بیس تراویح کے قائل نہیں ہیں و ترسمیت گیارہ کے قائل ہیں۔

دوسرے انہوں نے اس کتاب میں خیانت کی کہ فہی خمس ترویحات

لے کر اؤمامو مانگ ساری عبارت نکال دی، دو وجہ سے پہلی وجہ تو یہ کہ اس میں بیس رکعات کی صراحت تھی جو غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے دوسری وجہ یہ کہ اس میں زبان سے ترویج کی نیت کا تذکرہ ہے اور غیر مقلدین زبان سے نیت کرنے کو بدعت سمجھتے ہیں۔

غیر مقلدین کی مطبوعہ غنیۃ الطالبین ملاحظہ فرمائیے:

”وہی احدى عشرة مع الوتر رکعة مع الوتر یجلس عقب کل رکعتین ویسلم یتستحب ان یقرأ۔ (الخ)

اور ترویج کی وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے اور مستحب ہے کہ“

(غنیۃ الطالبین ۵۹۱، مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل)

بنس روڈ کراچی تاریخ طبع ۳۰ دسمبر ۱۹۵۹)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آٹھ رکعات والی حدیث اور غیر مقلدین کا اس پر عمل:

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان المبارک میں کیسی ہوتی تھی۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ چار رکعتیں پڑھتے نہ پوچھ کہ وہ کیسی حسین اور کتنی دراز ہوتی تھیں پھر چار رکعت پڑھتے نہ پوچھ کہ وہ کیسی حسین اور کتنی دراز ہوتی تھیں۔ پھر آپ تین رکعات ادا فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

(بخاری ج ۱: ۱۵۴، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان)

وغیرہ ۲۶۹، باب فضل من قام رمضان ۵۰۴)

غیر مقلدین حضرات ترویج آٹھ رکعت سنت ثابت کرنے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث بڑے شد و مد اور زور و شور سے پیش کرتے ہیں اور بیس رکعت ترویج کی تمام احادیث و آثار کو اس کے مخالف بتا کر رد کر دیتے ہیں، ذیل میں ہم دو چیزوں کا جائزہ لیں گے۔ اول یہ کہ اس حدیث مبارک کا ترویج سے تعلق بھی ہے یا نہیں؟ دوم یہ کہ غیر مقلدین خود بھی اس حدیث پر عامل ہیں یا نہیں؟

پہلی چیز:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تعلق ترویج سے قطعاً نہیں ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ:

ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے ترویج مراد نہیں لیں ورنہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی نہ کوئی امام تو آٹھ رکعات ترویج کا قائل ہوتا حالانکہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی آٹھ رکعات ترویج کا قائل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ نے ترمذی شریف میں ترویج کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ذکر کئے لیکن آٹھ رکعات کے متعلق کوئی قول ذکر کرنا تو درکنار اشارہ تک نہیں کیا۔

دوسری وجہ:

اکثر محدثین کرام مثلاً امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ملک، امام عبدالرزاق، امام ابوعوانہ، امام بن خزیمہ، امام دارمی، امام ابونصر مروزی، رحمہم اللہ وغیرہم نے اس حدیث کو اپنی اپنی احادیث کی کتابوں میں قیام اللیل (تہجد) کے تحت ذکر کیا ہے۔ باوجود یہ کہ ان محدثین نے اپنی کتابوں میں قیام رمضان (ترویج) کا باب بھی قائم کیا ہے۔ یہ اس کتاب کی کھلی

دلیل ہے کہ ان محدثین کے نزدیک اس حدیث سے مراد تہجد کی نماز ہے تراویح کی نہیں،

بعض محدثین مثلاً امام بخاری، امام محمد وغیرہ نے اس حدیث کو قیام رمضان میں بھی ذکر کیا ہے، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں کہ انہوں نے اس سے مراد تراویح ہی لی ہیں (اور جو اس کا دعویدار ہے اس کے ذمہ تراویح کا قائل نہیں۔ بلکہ ان کے اسلوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تہجد جیسا کہ غیر رمضان میں پڑھے جاتے ہیں ویسے ہی رمضان میں بھی۔

تیسری وجہ:

تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو رمضان کی راتوں میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، چنانچہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

”سمیت الصلوة فی الجماعۃ فی لیالی رمضان

التراویح“

رمضان کی راتوں میں نماز باجماعت کا نام تراویح ہے۔

(فتح الباری ج ۴: ۲۵۰)

۱۔ اور جس نماز کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ہے وہ نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے ظاہر ہے کہ یہ تہجد ہی کی نماز ہو سکتی ہے نہ کہ تراویح کی کیونکہ تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہیں۔

ایک اہم نکتہ:

۲۔ پھر تراویح ایک سلام سے دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں جبکہ اس حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔

۳۔ اس حدیث میں گیارہ رکعات تنہا پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جماعت کے ساتھ جبکہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین دن پڑھی تھیں وہ جماعت کے ساتھ پڑھی تھیں۔ ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق

تراویح سے نہیں تہجد سے ہے۔

چوتھی وجہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسلمہ کا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی کیفیت سے متعلق تھا تعداد سے متعلق نہیں تھا۔ یعنی حضرت ابو سلمہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا تھا کہ یہ بتائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں جو رات کو نماز پڑھتے تھے اس کی کیا کیفیت تھی؟ کیا انداز تھا؟ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی رات کی نماز میں معمول کی رکعات ذکر کر کے نماز کی کیفیت بیان فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی عمدگی اور اچھائی کا کیا ذکر وہ تو پوچھو ہی مت، اگر حضرت ابوسلمہ کا سوال نماز کی رکعات کی تعداد کے متعلق ہوتا تو اول تو وہ لفظ کم سے سوال کرتے کیونکہ عدد مقولہ کم سے ہے نہ کہ کیف سے دوسرے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں انکے سوال کے مطابق تعداد رکعات بتلا کر بس کر دیتیں آگے یہ فرماتیں کہ ان کے حسن و درازی کا تو سوال ہی نہ کر۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا ہی کہ ان کے حسن و درازی کا تو سوال ہی نہ کر یہ بتلا رہا ہے کہ ابو سلمہ کا سوال کیفیت ہی کے بارے میں تھا تعداد کے بارے میں نہیں۔

پانچویں وجہ:

بہت سے آثار صحیحہ سے ثابت ہے (جیسا کہ پیچھے گزرا) کہ خلفاء راشدین کے دور میں تراویح بیس رکعات پڑھی پڑھائی جاتی رہیں اس زمانہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حیات تھیں اگر آپ کی مذکورہ حدیث میں تراویح کا ذکر ہوتا تو ناممکن تھا کہ وہ خاموشی سے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں بیس تراویح پڑھتے پڑھاتے دیکھتی رہتیں اور یہ نہ کہتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آٹھ رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ تم لوگ بیس رکعات کیوں پڑھتے ہو۔ لیکن کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ کسی بھی صحابی کا بیس رکعات پڑھنے والوں کو روکنا یا ان پر اعتراض کرنا ثابت نہیں۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسری چیز:

غیر مقلدین حضرات جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرتے ہیں، بنظر انصاف دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس حدیث پر عمل نہیں کرتے، بل کرنا تو کجا اس حدیث کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ

۱۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز چار چار رکعات کر کے پڑھتے غیر مقلدین دو دو رکعت کر کے پڑھتے ہیں۔

۲۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز اکیلے پڑھتے تھے کیونکہ اس حدیث میں آپ کے نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے پڑھانے کا نہیں، لیکن غیر مقلدین سارے مہینے یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

۳۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز گھر میں پڑھتے تھے (کیونکہ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا، یہ سوال وجواب ظاہر ہے گھر ہی کی بات ہے کیونکہ حضر میں آپ کا سونا گھر ہی میں ہوتا تھا۔ لیکن غیر مقلدین سارے رمضان یہ نماز مسجد میں پڑھتے ہیں۔

۴۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز پڑھ کر سو جاتے تھے، سو کر اٹھ کر وتر ادا فرماتے تھے لیکن غیر مقلدین حضرات تراویح کے فوراً بعد سونے سے پہلے ہی وتر ادا کر لیتے ہیں۔

۵۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر اکیلے ادا فرماتے تھے۔

لیکن غیر مقلدین حضرات جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

۶۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے سال وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے، لیکن غیر مقلدین اکثر ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اور جب کبھی تین پڑھتے بھی ہیں تو دو مسلمانوں سے پڑھتے ہیں۔

تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے:

موجودہ دور کے غیر مقلدین کے سامنے جب یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تہجد کا ذکر ہے تراویح کا نہیں، تو وہ جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں۔ انکو الگ الگ سمجھنا غلط ہے۔ جو نوافل رمضان سے پہلے تہجد کہلائے جاتے ہیں، انہیں کو رمضان میں تراویح کہا جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک رات میں تراویح اور تہجد پڑھنا ثابت نہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب رقمطراز ہیں:

بعض لوگ تراویح اور تہجد کو الگ الگ دو نمازیں سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اس کی کوئی دلیل حدیث میں نہیں ملتی۔“

(رسول اکرمؐ کی نماز ۹۸)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

”رسول اللہ نے لوگوں کو تراویح کی نماز مع وتر پڑھائی اور اس کے بعد آپ نے تہجد ہرگز نہیں پڑھی اور نہ ہی وتر پڑھے معلوم ہوا کہ آپ کا قیام لیل (تہجد) رمضان میں قیام رمضان (تراویح) سے بدل گیا یعنی حضور جو تہجد اور وتر غیر رمضان نیند سے اٹھ کر پڑھتے تھے رمضان میں وہی تہجد اور وتر تراویح کے نام سے نیند سے قبل بعد عشاء پڑھ لیتے تھے۔“

اس پر آمادہ کیا تھا جو میں نے کی۔

(مسلم ج ۱: ۳۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان المبارک کی اس رات میں جو نماز صحابہ کرام کے ساتھ پڑھی تھی وہ اور تھی اور وہ نماز جو گھر جا کر پڑھی تھی وہ اور تھی، صحابہ کرام کے ساتھ جو نماز پڑھی تھی وہ تراویح تھی جو اس سے فارغ ہو کر حجرہ مبارکہ میں جا کر تنہا پڑھی تھی وہ تہجد تھی کیونکہ آپ کا معمول تھا کہ آپ تہجد اپنے حجرہ مبارکہ ہی میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

☆ ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل فی حجرته“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اپنے حجرہ مبارکہ ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

(بخاری ج ۱: ۱۰۱)

حضرت قیس بن طلق فرماتے ہیں کہ (ہمارے والد) طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لائے اور شام کو ہمارے ہاں ہی روزہ افطار کیا، آپ نے اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے پھر آپ اپنی مسجد میں چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ جب وتر باقی رہ گئے تو ایک صاحب کو آگے کر دیا اور فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے جائز نہیں۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے پہلی نماز جو وتر سمیت پڑھی تھی وہ تراویح تھی اور دوسری نماز جو آپ نے اپنی مسجد میں جا کر پڑھی تھی وہ تہجد تھی۔

(ابوداؤد ج ۱: ۲۰۳)

حضرت امام بخاریؒ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے:

رمضان کی چاند رات حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ کے یہاں ان کے شاگرد و اصحاب اکٹھے ہو جاتے آپ انہیں نماز تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے ایسے ہی ختم قرآن تک سلسلہ چلتا رہتا اور سحر کے وقت (تہجد میں) نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کی وقت ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے۔

(ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری ج ۲: ۲۵۳)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

”امام حاکم ابو عبد اللہ نے بسند روایت کیا ہے مقسم بن سعید سے کہ محمد بن اسماعیل بخاری جب رمضان کی پہلی رات ہوتی تو لوگ ان کے پاس جمع ہوتے وہ نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن کو ختم کرتے پھر سحر کو نصف سے لے کر تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین راتوں میں ختم کرتے اور دن کو ایک ختم کرتے اور افطار کے وقت ختم ہوتا تھا۔“ (الخ)

(تیسر الباری ج ۱: ۲۹)

تقریباً یہی بات عبد السلام مبارکپوری صاحب نے سیرت البخاری ص ۷۸ پر لکھی ہے۔

غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

میاں صاحب کے سوانح نگار فضل حسین بہاری لکھتے ہیں۔

”(میاں صاحب) لیالی رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید کا بحالت قیام ہر سال

سنتے ایک تو نمازِ عشاء کے بعد تراویح میں جس کے امام تھے حافظ احمد عالم، فقیہ، محدث، جو آپ کے شاگرد رشید تھے تین سپارے روزانہ سناتے ترتیل و تجوید کے ساتھ دوسرا ختم سنتے نمازِ تہجد میں جس کے امام ہوتے حافظ عبدالسلام سلمہ (آپ کے بڑے پوتے)“

(الحیاء بعد المأمة ۱۳۸)

غیر مقلدین بتلائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی ہیں اور ان کے بقول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تراویح کے بعد تہجد نہیں پڑھی تو مذکورہ بالا ان احادیث کا کیا جواب ہوگا۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تراویح پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اور نماز بھی پڑھی ہے، بالخصوص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ نے تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھی ہے نیز یہ بھی بتلائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک چیز ہیں تو حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ حضرت امام مالکؒ، حضرت امام بخاریؒ ان کے علاوہ دیگر بزرگان دین اور غیر مقلدین کے شیخ الکلمیاء نذیر حسین صاحب، تراویح کے بعد تہجد کیوں پڑھتے تھے کیا یہ سب غلط کام کرتے تھے؟ العیاذ باللہ۔

تراویح اور تہجد کے درمیان فرق:

(۱) تہجد کی مشروعیت قرآن کریم سے ہوئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

☆ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ

اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے یہ خاص آپ کے لیے ایک زائد چیز ہے۔ تراویح کی مشروعیت حدیث سے ہوئی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا اور فرمایا

☆ ”شَهْرُ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَسُنَّتَ لَكُمْ قِيَامَهُ“

رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے جس کے روزے کو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیا ہے اور اس کے قیام (تراویح) کو میں نے تمہارے لئے مسنون کیا ہے۔

(ابن ماجہ ۹۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد ہمیشہ اخیر رات میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت مسروقؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

☆ ”مَتَى كَانَ يَقُومُ قَالَتْ كَانَ يَقُومُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ“

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس وقت اٹھا کرتے تھے آپ نے فرمایا جب کہ مرغ کی اذان سنتے تھے،

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۲)

اس کے برعکس نمازِ تراویح آپ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور علماء امت نے ہمیشہ شروع رات میں پڑھی ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تراویح کو اہتمام کے ساتھ جماعت کثیرہ کے ساتھ ادا فرمایا لیکن تہجد آپ ہمیشہ اکیلے پڑھا کرتے تھے ہاں اگر کوئی از خود شامل ہو جاتا تو اس کی شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

(۴) تراویح وہ نماز ہے جو عشاء کے بعد سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور تہجد وہ نماز ہے جو سو کر اٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔

(۵) تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن سننا خلفاء راشدین کی سنت ہے لیکن تہجد میں قرأت قرآن کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔

(۶) تہجد کی وتر کے ساتھ کم از کم سات رکعات اور زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعات مسنون ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی قیس رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا چار اور تین کے ساتھ، چھ اور تین کے ساتھ دس اور تین کے ساتھ آپ کی وتر کی رکعتیں نہ سات سے کم ہوتی تھیں نہ تیر سے زیادہ۔

(ابوداؤد ج: ۱، ۱۹۳، طحاوی ج: ۱، ۱۹۶)

اس روایت میں تہجد اور وتر دونوں پر وتر کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وتر کے علاوہ تہجد کی کبھی چار رکعتیں پڑھیں، کبھی چھ، کبھی آٹھ اور کبھی دس۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تہجد کی رکعات کم زیادہ ہوتی رہتی ہیں حتیٰ طور پر متعین نہیں۔ اس کے برعکس تراویح کی کم از کم بیس رکعات مسنون ہیں۔

(۷) تراویح سال بھر میں صرف ایک مہینے پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن تہجد بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے۔

(۸) تراویح کے بعد وتر کا جماعت کے ساتھ پڑھنا خلفاء راشدین کی سنت ہے لیکن اگر وتر تہجد کے بعد پڑھیں تو ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا صحیح نہیں۔

(۹) نماز تراویح دیگر نمازوں کی طرح اسلام کے ظاہری شعار میں داخل ہے۔ لیکن نماز تہجد اسلام کے ظاہری شعار میں داخل نہیں۔

(۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے والوں سے فرمایا۔

☆ ”والتی تنا مون عنها افضل من التي تقومون“

جس نماز کو سوتے رہ کر گزار دیتے ہو (تہجد) وہ اس نماز سے بہتر ہے جو پڑھ کر سوتے ہو (یعنی تراویح) اس سے بھی تہجد اور تراویح کا فرق واضح ہے

(بخاری ج: ۱ ص ۲۶۹)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب

کے نزدیک بھی تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں ایک نہیں:

ثناء اللہ امرتسری صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

سوال: ”جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخرات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ”پڑھ سکتا ہے۔ تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔“

(فتاویٰ ثنائیہ ج: ۱ ص ۴۳۱)

احناف حامی حدیث و سنت

جو نمازیں قضا ہو گئی ہوں بلا عذر یا کسی عذر

کی وجہ سے انکار ادا کرنا ضروری ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے۔

(مسلم ج: ۱ ص ۲۳۱)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے موقع پر جس دن خندق کھودی جا رہی تھی سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے، عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھی عصر نہیں پڑھی، ہم مقام بطنان میں پہنچ کر ٹھہرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، ہم نے بھی اس نماز کے لئے وضو کیا آپ نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی پھر مغرب اس کے بعد ادا فرمائی۔

(بخاری ج: ۱ ص ۸۳، مسلم ج: ۱ ص ۲۲۷)

حضرت ابو عبیدہ رحمۃ اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا غزوہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازیں پڑھنے سے روک رکھا یہاں تک کہ رات کا اتنا حصہ چلا گیا جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پس ظہر پڑھی پھر

اقامت کہی تو عصر پڑھی پھر اقامت کہی تو مغرب پڑھی پھر اقامت کہی تو عشاء پڑھی۔

(ترمذی ج: ۱ ص: ۲۳)

کیونکہ نماز نہ پڑھنے کی صورت میں بندہ پر اللہ کا ایک قرض باقی رہے گا اور ظاہر ہے کہ قرض ادائیگی کے بغیر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا لہذا نماز بھی جب تک پڑھ نہ لے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی اور پڑھے یا قضاء، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

☆ ”فاقضوا الله فهو احق بالوفاء“

اللہ کا قرض ادا کرو وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

(نسائی ج: ۲ ص: ۲۰۲)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

☆ ”فدين الله احق ان يقضى“

اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُسے ادا کیا جائے۔

(بخاری ج: ۱ ص: ۲۶۲)

فوت شدہ نماز کی قضاء کے ضروری ہونے پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ

علامہ محمد بن عبد الرحمن شافعیؒ لکھتے ہیں:

☆ ”واتفقوا على وجوب قضاء الفوائت“

فقہاء نے فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے واجب ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

(رحمۃ اللامۃ ص: ۴۶)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت لیکن:

ان تمام احادیث اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جو نمازیں جان بوجھ کر نہ پڑھی ہوں ان کی قضا نہیں صرف توبہ واستغفار کافی ہے، چنانچہ یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر کوئی دیدہ دانستہ نمازیں چھوڑ دے اور پھر ان کی قضا کرنا چاہے تو اس قسم کی نمازوں کی قضا حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ ایسے آدمی کے لئے توبہ واستغفار کافی ہے۔“
(دستور المستقیم ص: ۱۳۹)

”بلوغ کے بعد اگر نمازیں تھوڑی ہوں جو آسانی سے ادا ہو سکتی ہوں تو کر لی جائیں اگر زیادہ مدت کی ہوں جن کو ادا کرنا مشکل ہو تو یہی کافی ہے۔“
(فتاویٰ الہدیت ج: ۱ ص: ۳۱۵)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب
ترک صلوٰۃ کی متعدد صورتیں بنا کر لکھتے ہیں:

”پہلی صورت جس میں کسی عذر کے بغیر پہل انگیزی سے نماز ترک ہوئی عدا ترک میں شامل ہے اس کے لئے کوئی قضا نہیں، یہ چیز من ترك الصلوٰۃ متعمداً میں شامل ہے۔ اس کا توبہ نصوح کے علاوہ کوئی علاج نہیں۔“

(رسول اکرم کی نماز ص: ۱۱۵)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث صحیحہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی کی نماز فوت ہو جائے کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر اس کی قضا ضروری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی ادائیگی کا حکم فرما رہے ہیں اس پر

اجماع امت بھی ہے۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب عمد افوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں ہے۔ صرف توبہ استغفار کافی ہے۔

احناف حامی حدیث و سنت

سجدہ سہو واجب ہے اور وہ (قعدہ اخیرہ میں) سلام پھیر

کر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد التحیات پڑھ کر سلام پھیرا جاتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم سے کسی کو جب اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ صحیح کے لئے سوچ و چار کرے اور اس پر اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے۔

(بخاری ج: ۱ ص: ۵۸)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے۔

(مسند احمد ج: ۱ ص: ۲۰۵، نسائی ج: ۱ ص: ۱۳۰، ابوداؤد ج: ۱ ص: ۱۳۸)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر سہو کے لئے دو سجدے ہیں سلام پھیرنے کے بعد۔

(ابوداؤد ج: ۱ ص: ۱۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا، پھر بیٹھے بیٹھے دو سجدہ سہو کئے پھر سلام پھیرا۔

(نسائی ج: ۱ ص: ۱۳۹)

حضرت عمرو بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی تو آپ کو سہو ہو گیا، آپ نے دو سجدہ سہو کئے پھر التحیات پڑھی

پھر سلام پھیرا۔

(ابوداؤد ج: ۱ ص: ۱۳۹، ترمذی ج: ۱ ص: ۹۰)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے سے پہلے

کرنا چاہیے اور سجدہ سہو کے بعد تشہد بھی نہیں ہے۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

”سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد، درود اور دعا پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائیں پھر اٹھ کر جلسے میں بیٹھ کر دوسرہ سجدہ کریں اور پھر اٹھ کر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں حدیث مذکور میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کا حکم ہے اس لئے سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے سے قبل کرنے چاہئیں۔“

(صلوٰۃ الرسول ۳۱۳)

مولوی خالد گرجا کھی صاحب لکھتے ہیں:

”سہو یعنی نماز میں بھول جانے سے دو سجدے نماز کے بعد سلام سے پہلے ادا کرنے ہوتے ہیں۔“

(صلوٰۃ النبی ۳۵)

مزید لکھتے ہیں:

”لیکن جو احناف میں رائج ہے کہ ایک طرف سلام پھیر کر پھر سہو کے سجدے کرنے کے بعد التحیات پڑھنا تو یہ سنت سے ثابت نہیں۔“

(صلوٰۃ النبی ۳۵۲)

ملاحظہ فرمائیے:

لیکن غیر مقلدین اس قدر احادیث کی موجودگی میں بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ سجدہ سہو سلام سے پہلے ہی کرنا چاہیے اور سجدہ سہو کے بعد التحیات نہیں پڑھنی چاہیے کہ سنت سے ثابت

نہیں۔ یہ ہے عمل بالحدیث کے دعویداروں کا علم و عمل۔

قارئین کرام اب فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہولاً لازم نہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے ہے اس پر سجدہ سہو نہیں ہے، اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر اور جو اس کے پیچھے ہے اس پر سجدہ سہو ہے وارا اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے اس کو امام کافی ہے۔

(دار قطنی ج: ۱: ۳۷۷)

حضرت ابراہیم تخمی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم امام کے پیچھے بھول جاؤ اور امام محفوظ رہے تو تم پر سجدہ سہولاً لازم نہیں ہے اور اگر امام بھول جائے اور تم محفوظ رہو تو تم پر بھی سجدہ سہو ہوگا اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو تم بھی سجدہ نہ کرو اور اسی طرح اگر سارے مقتدی بھی بھول جائیں تو کسی پر بھی سجدہ سہو نہیں ہوگا اور اگر امام بھول جائے تو سب پر ہوگا۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام ابی یوسف ۳۷)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

احادیث کے خلاف غیر مقلدین کے نواب صاحب کا کہنا ہے کہ اگر مقتدی کو نماز میں سہو ہو جائے تو اس پر بھی سجدہ سہو واجب ہے اور اس سے سجدہ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

”واگر خود مؤتمر اور پس امام سہو نفس خود گرد و بروی جود سہا بنا بردخول در اس سہو واجب باشد بوجہ بتاول اولہ سجود از برائے مؤتمر و لیلی بر سقوط سجود سہو خوش بکمر و ہمراہ امام نیامدہ۔“

اگر مقتدی کو امام کے پیچھے خود اپنی طرف سے سہو ہو جائے، تو اس پر سجدہ سہو اس سہو میں داخل ہونے کی بناء پر واجب ہوگا۔ کیونکہ سجدہ سہو کے دلائل مقتدی کو بھی شامل ہیں اور مقتدی سے امام کی ہمراہی میں خود اپنے سہو سے سجدہ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں آئی۔

(بدور الاحلہ ۶۸)

ملاحظہ فرمائیے:

حدیث و آثار اور اجماع امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ مقتدی پر کو اپنے سہو سے سجدہ سہولاً لازم نہیں آتا۔ لیکن غیر مقلدین کے نواب صاحب فرما رہے ہیں کہ نہیں صاحب اس پر سجدہ سہولاً لازم ہے اور اس سے سجدہ سہو ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

احناف حامی حدیث و سنت

سجدہ تلاوت کے لئے وضو شرط ہے بے وضو سجدہ تلاوت جائز نہیں

☆ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل
صلوة بغیر طہور،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ
(آپ نے فرمایا) کوئی نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی۔

(ترمذی ج ۱: ۱۳)

☆ عن نافع عن عمر انه قال لا یسجد الرجل (سجدة
التلاوة) الا وهو طاهر،

حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے
فرمایا کوئی شخص بھی سجدہ تلاوت طہارت کے بغیر نہ کرے۔

(بیہقی ج ۲: ۳۲۵)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان دونوں احادیث مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سجدہ تلاوت وضو کے
بغیر بھی جائز ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ سجدہ وضو کے ساتھ کرنا بہتر ہے لیکن بے وضو بھی جائز اور درست ہے۔“

(دستورالمتقی ۱۲۳)

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:

”وتجوز علی غیر وضوء، وتستحب الطہارة لها“

اور سجدہ تلاوت بغیر وضوء کے بھی جائز ہے البتہ اس کے لئے طہارت مستحب ہے۔

(نزل الابرار ج ۱: ۱۳۶)

احناف حامی حدیث و سنت

کتنی مسافت پر قصر کرنا چاہیے

☆ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسافر

المرأة ثلثة ايام الامع ذی محرم،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

نہ سفر کرے عورت تین دن کا محرم کے بغیر۔

(بخاری ج: ۱ ص: ۱۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی

بھی عورت کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن کا سفر کرے اپنے محرم کے بغیر۔

(مسلم ج: ۱ ص: ۴۳۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حلال نہیں ہے کسی بھی ایسی عورت کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین دن

یا تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر کرے مگر اس حال میں کہ اس کا باپ یا بیٹا، یا شوہر یا بھائی یا کوئی

محرم اس کے ساتھ ہو۔

(مسلم ج: ۱ ص: ۴۳۴)

☆ عن عمر قال تقصر الصلوۃ فی مسیرۃ ثلث لیل،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین رات کی مسافت (کے سفر) میں نماز قصر کی

جائے۔

(کنز العمال ج: ۸ ص: ۲۳۴)

☆ وکان ابن عمر وابن عباس یقصران ویفطران فی اربعۃ

برد وهو ستة عشر فرسخا،

(حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ) حضرت عبداللہ بن عمر اور

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نماز میں قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے

۴ برد پر جو ۱۲ فرسخ کے ہوتے ہیں۔

(بخاری ج: ۱ ص: ۱۳۷)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مسافت قصر ۳ میل یا نو میل

ہے۔

چنانچہ ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

”مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری بستی کو جائے اس کی کم سے

کم حد بحکم حدیث شریف تین میل ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱: ۶۳۰)

غیر مقلدین کے مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں:

”نماز قصر تین یا نو میل پر کر سکتا ہے۔“

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ۵۷)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ نو میل پر قصر درست ہے۔“

(رسول اکرم کی نماز ۱۰۶)

ملاحظہ فرمائیے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال سے مسافت قصر کی تحدید ۴ = ۱۶ فرسخ = ۴۸ میل ثابت ہو رہی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے کم مسافت کے سفر پر قصر سے منع بھی فرما رہے ہیں، صحابہ کرام اور ائمہ عظام اسی پر عمل پیرا ہیں۔

لیکن غیر مقلدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے باوجود اور صحابہ و تابعین کے فیصلہ کے خلاف کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب مسافت قصر تین میل یا نو میل ہے اور زیادہ صحیح نو میل ہے۔

قارئین غور فرمائیے اور ذرا سوچئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ و تابعین وغیرہ کی بات زیادہ صحیح ہے یا غیر مقلدین کی؟ اور پھر فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی

نیت نہ کر لے اس وقت تک قصر کریگا

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن

ٹھہرنے کا پختہ ارادہ فرمالیتے تو گھوڑے سے زین اتار دیتے اور چار رکعت ادا کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲: ۲۵۵)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم

سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب تم پندرہ دن اقامت کا ارادہ کر لو تو پھر نماز پوری

پڑھو۔

(جامع المسانید ج ۱: ۴۰۴)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ چار روز کی اقامت کی نیت کر لینے سے

قصر ختم ہو جائے گا اور پوری نماز پڑھے گا۔

چنانچہ ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

”محدثین کے نزدیک بحکم بحدیث تین روز کی نیت اقامت کرنے پر قصر کرنا جائز ہے

چار روز کی کرے گا تو قصر جائز نہ رہے گا۔“

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱: ۶۰۱)

ملاحظہ فرمائیے:

مذکورہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرنے سے قصر ختم ہوتا

ہے۔ لیکن غیر مقلدین کے نزدیک چار دن کی اقامت کی نیت سے قصر ختم ہو جاتا ہے اور نماز پوری

پڑھنی پڑتی ہے۔ قارئین فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ

اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔

(بخاری ج ۱: ۱۲۳)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ایاسؓ اپنے والد سلمہ بن اکوع رضی

اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ ادا

کرتے جب کہ سورج ڈھل جاتا پھر ہم سایہ تلاش کرتے ہوئے لوٹتے۔

(مسلم ج ۱: ۲۸۳)

حضرت ابو القیس عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج ڈھل جاتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲: ۱۰۸)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے کے وقت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲: ۱۰۸)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲: ۱۰۹)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور غیر مقلدین کے فقیہ نواب وحید الزماں کا کہنا ہے کہ جمعہ کا وقت تو سورج کے نیزہ بھر بلند ہو جانے سے ہی شروع ہو جاتا ہے،

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

’وقد ورد ما يدل على انها تجزئ قبل الزوال‘۔

الخ

اور تحقیق ایسی حدیث بھی آئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمعہ زوال سے

پہلے جائز ہے،

(الروضة الندية ج ۱: ۱۳۷)

(کچھ آگے چل کر آپ نے جمعہ کے زوال سے پہلے جائز ہونے کو حق قرار دیا

ہے)۔

نواب نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں:

نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو نماز ظہر کا ہے البتہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے۔

(النهج المقبول في شرائع الرسول ۲۸)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں:

جمعہ کا وقت اس وقت سے شروع ہو جاتا ہے جب کہ سورج ایک نیزہ کے برابر بلند ہو جائے (یعنی عید کی نماز کے اول وقت سے اور ظہر کے اخیر وقت تک رہتا ہے۔

(نزل الارار ج ۱: ۱۵۲)

ملاحظہ فرمائیے:

صحیح احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی نماز کا وقت زوال کے بعد ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ زوال سے پہلے جمعہ جائز نہیں، لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب حق یہ ہے کہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور آفرین ہے نواب وحید الزماں صاحب پر جن کے نزدیک جمعہ کا وقت صبح اشراق کے وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔
قارئین کرام آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

جمعہ کی دو اذانیں مسنون ہیں

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیسری اذان (جمعہ کی پہلی اذان) کا حکم دیا چنانچہ زوراء پر وہ اذان کہی گئی اور پھر یہ ایک مستقل سنت بن گئی۔

(بخاری ج: ۱، ۱۲۵، ابوداؤد ج: ۱، ۱۵۵، نسائی ج: ۱، ۱۵۶)

حدیث مذکور سے ثابت ہو رہا ہے کہ عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ میں سے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوتی تھی جو امام کے سامنے منبر کے پاس دی جاتی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ کے حکم سے ایک اذان اور دی جانے لگی، یہ اذان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں دی جاتی تھی، صحابہ کرام میں سے کسی۔ بھی اس پر اعتراض نہیں کیا، چنانچہ یہ اذان باجماع صحابہ رائج ہو گئی اور ہر زمانے میں اس پر عمل ہوتا رہا، کسی امام اور کسی فقیہ و مجتہد نے اس سے اختلاف نہیں کیا اور اختلاف کر بھی کیسے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، یہ اذان چونکہ خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی ہے اس لئے یہ ان کی سنت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق اس پر عمل ضروری ہے۔ پہلے یہ اذان زوراء پر دی جاتی تھی بعد میں مسجد میں دی جانے لگی، آج بھی تمام اسلامی ممالک میں یہ اذان مسجد ہی میں دی جا رہی ہے، حج پر جانے والے خوش نصیب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں یہ اذان مسجد حرام کے اندر اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر دی جاتی ہے۔

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

حدیث مبارک، اجماع امت، تعامل و توارث امت کے خلاف، جو غیر مقلدین میں رکعات تراویح کو بدعت قرار دیتے تھے انہوں نے جمعہ کی اس اذان کو بھی بدعت قرار دیا، ان غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ یہ اذان چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے یہ سنت نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین یہ اذان نہیں دیتے بلکہ اس کے مسجد میں دیئے جانے کو بدعت قرار دیتے ہوئے اس سے روکتے ہیں۔

چنانچہ مولوی محمد صاحب جو ناگزرمی لکھتے ہیں:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے بعد کے دو غلیفوں کے زمانہ میں تو اس دوسری اذان کا وجود بھی نہ تھا ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایجاد ہوئی جو وقت معلوم کرنے کے لئے زوراء بازار کی بلند جگہ کہلوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں پس ہمارے زمانے میں مسجد میں جو دو اذانیں ہوتی ہیں وہ صریح بدعت ہیں اور کسی طرح جائز نہیں۔“

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ۸۵)

مولوی عبید اللہ صاحب مدرس مدرسہ زبیدیہ لکھتے ہیں:

”جمعہ کی نماز کے واسطے مسجد میں ایک ہی اذان کا ثبوت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دوسری اذان خارج عن المسجد ثابت ہے پس اسی اذان پر اختصار کرنا چاہیئے اور دوسری اذان نہ کہنا چاہیئے۔“

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ۸۵)

مولوی عبدالرحمن صاحب مدرس مدرسہ میاں صاحب دہلوی رقمطراز ہیں:

”اب مسجد میں دو اذانیں کہنا بدعت ہے۔“ (الخ)

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ۸۷)

غیر مقلدین کے ترجمان رسالہ ”الاعتصام“ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

”جمعہ کے روز ایک اذان کا خطبہ کے وقت ہونا مسنون ہے دو اذان کی ضرورت نہیں..... لہذا اذان عثمانی جس کو پہلی اذان کہا جاتا ہے اس کو مسجد میں کہلوانا بدعت ہے۔“

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۲: ۱۷۹)

جماعت غرباء والحمدیٹ کے امام اؤل عبدالوہاب صاحب

صدری کے سوانح نگار ابو محمد میاں نوالی لکھتے ہیں:

”مساجد احناف والحمدیٹ میں جمعہ کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں۔ جیسا کہ آج کل احناف کے ہاں مروج ہے، مولانا موصوف عبدالوہاب صاحب ناقل نے پہلی اذان جو مسجد میں خطبہ سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ہوتی تھی اسے ثقہ دلائل سے بدعت ثابت کر کے موقوف کا فتویٰ صادر فرمایا اور دوسری اذان عند جلوس الامام علی المنبر کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا آج اکثر مساجد والحمدیٹ میں اس طریقہ نبوی پر عمل ہو رہا ہے۔“

(مجموعہ رسائل مکمل نماز و ہدایہ النبی ۲۱)

ملاحظہ فرمائیے:

جمعہ کی پہلی اذان جو خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی، جس پر تمام صحابہ کرام نے اجماع کیا، جو چودہ صدیوں سے تمام ممالک اسلامیہ میں بلا تکبیر دی جا رہی ہے جس سے کسی امام اور کسی فقیہ و مجتہد نے اختلاف نہیں کیا آج وہ اذان مسجد میں ہونے کی وجہ سے غیر مقلدین کے دور میں بدعت ہو گئی اگر خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کا عمل بھی بدعت ہے، اور جس عمل پر ساری امت کا توارث و تعامل ہے وہ بھی بدعت ہے، تو پھر غیر مقلدین بتلائیں کہ سنت کو نسا عمل ہوگا؟ نیز اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ چودہ صدیوں سے ساری امت بدعت پر عامل رہی اور آج بھی حرمین شریفین کے ائمہ و خدام اس اذان کو مسجد میں کہلوا کر بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں؟

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحمدیٹ۔

احناف حامی حدیث و سنت

خطبہ جمعہ کے درمیان نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا مکروہ ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس حد تک ہو سکے صفائی کرے، پھر تیل لگائے یا خوشبو ہو تو وہ لگائے پھر جمعہ کے لئے جائے تو دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھے پھر جتنی نماز اس کیلئے مقدر ہے پڑھے، پھر جب امام خطبہ کے لئے نکل آئے تو خاموش رہے تو ایسے شخص کے اس جمعہ سے اس جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(بخاری ج ۱: ۱۲۳)

حضرت عطاء غفرلہ سانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مہدی ہذلی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے تھے کہ جب مسلمان جمعہ کے دن غسل کر کے مسجد آئے اس طرح سے کہ کسی کو ایذا نہ دے، پھر اگر دیکھے کہ امام ابھی (خطبہ کے لئے) نہیں نکلا تو جتنی چاہے نماز پڑھتا رہے، اور اگر دیکھے کہ امام نکل آیا ہے تو بیٹھ جائے اور خاموشی سے خطبہ سننے لگے یہاں تک کہ امام خطبہ و نماز سے فارغ ہو جائے تو اس جمعہ کے اس کے سارے گناہ معاف نہ ہوئے تو دوسرے جمعہ کے لئے یہ کفارہ جائے گا۔

(مسند احمد ج ۵: ۷۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا کہ خاموش رہ اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا تھا تو تم نے لغو و بیکار کام لیا۔

(بخاری ج ۱: ۱۲۷)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ دوران خطبہ آنے والوں کو نماز پڑھنی جائز ہے بلکہ دو رکعتیں پڑھنی تو ضروری ہیں۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

”اثناء خطبہ میں جو لوگ آئیں انہیں ہلکی سی دو رکعتیں بیٹھنے سے بیشتر پڑھ لینی ضروری ہیں۔“

(دستور امتی ۱۶۳)

یہ مسئلہ تمام غیر مقلدین کا متفقہ ہے جو ان کی فتوؤں کی کتابوں میں درج ہے۔

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ کے دوران خاموش رہنے کا حکم دے رہے ہیں حتیٰ کہ کسی دوسرے کو ”خاموش رہ“ کہنے سے بھی منع فرما رہے ہیں جو کہ امر بالمعروف ہے، نیز آپ دوران خطبہ نماز پڑھنے اور کلام کرنے سے روک رہے ہیں۔

لیکن اس سب سے قطع نظر غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ خطبہ کے دوران آنے والے شخص کو دو رکعتیں ضرور پڑھنی چاہئیں۔

قارئین محترم فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

احادیث مبارکہ اور اقوال محدثین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جس دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں اس دن جمعہ کی نماز کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور جمعہ کی نماز میں رخصت ہوتی ہے چاہے کوئی پڑھے یا نہ پڑھے۔

میاں نذیر حسین صاحب سے ایک سوال ہوا کہ:

”اگر اتفاق سے عید و جمعہ دونوں ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو اس میں جمعہ کا پڑھنا رخصت ہے یا نہیں۔ زید ایسے دنوں میں جمعہ نہیں ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک سنت مردہ کو زندہ کرتا ہوں یہ کہنا کیسا ہے؟

اس سوال کے جواب میں آپ کے شاگرد مولوی عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں:

• ”جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جائیں تو اس دن اختیار ہے جس کا جی چاہے جمعہ پڑھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ پڑھے اور ایسے دنوں میں زید جو نماز ادا نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہوں سو اس کا یہ کہنا اچھا ہے۔“

(فتاویٰ نذیریہ ج: ۱ ص: ۵۷۳)

نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

اور جب جمعہ اور عید ایک ہی دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ میں رخصت ہوگی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ رخصت تمام لوگوں اور امام کے لئے عام ہے۔

(عرف الجادی ۴۳)

احناف حامی حدیث و سنت

کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو اس دن جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوتی اس کا پڑھنا فرض ہی رہتا ہے

ابو عبید رحمۃ اللہ کہتے ہیں پھر میں عید کی نماز کے لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا یہ اتفاق سے جمعہ کا دن تھا آپ نے بھی خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا فرمایا لوگو یہ ایسا دن ہے جس میں تمہارے لئے دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ اہل عوالیٰ میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہے وہ انتظار کرے اور جو واپس جانا چاہے میری طرف سے اسے اجازت ہے۔

(بخاری ج: ۲ ص: ۸۳۵، مؤطا امام مالک ۱۶۵)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عیدین اور

جمعہ کی نماز میں سبح اسم ربك الا على اور هل انتك حدیث الغاشیہ پڑھتے تھے بسا اوقات عید اور جمعہ ایک ہی دن اکٹھے ہو جاتے تو بھی آپ دونوں نمازوں میں یہی سورتیں پڑھتے تھے۔

(ترمذی ج: ۱ ص: ۱۱۹، نسائی ج: ۱ ص: ۱۷۸)

نواب وحید الزباں صاحب رقمطراز ہیں:

اور جمعہ کی عید کے دن رخصت ہے۔ شہر والوں اور غیر شہر والوں سب کے لئے اگر چاہیں تو عید اور جمعہ دونوں پڑھ لیں، چاہیں تو صرف عید پڑھ لیں اور جمعہ نہ پڑھیں البتہ ظہر کے ساقط ہونے میں اختلاف ہے حق بات یہ ہے کہ اس دن ظہر نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

(نزل الابرار ج: ۱ ص: ۱۵۵)

ملاحظہ فرمائیے:

جمعہ کی فرضیت لیس قطعی سے ثابت ہے جس میں کسی دن کی کوئی تخصیص نہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلا عذر جمعہ چھوڑنے پر سخت وعید بیان فرماتے ہیں، آپ کے زمانے میں اگر جمعہ وعید ایک دن اکٹھے ہوتے تھے تو آپ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے، البتہ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں (گاؤں دیہات والے) انہیں آپ جانے کی اجازت دے دیتے تھے، شہر والے سب آپ کے ساتھ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے۔

لیکن غیر مقلدین اس سب سے قطع نظر کر کے جمعہ کی نماز کو رخصت قرار دیتے ہیں جس کا مطلب ہے کوئی پڑھ لے تو بھی ٹھیک نہ پڑھے تو بھی ٹھیک، بلکہ ان کے نزدیک اس دن جمعہ نہ پڑھنا مردہ سنت کو زندہ کرنا ہے، ولا حول ولا قوة الا باللہ۔

قارئین محترم قرآن کریم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کے مقابلہ میں اپنی مرضی

اور رائے پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامی حدیث و سنت

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین

کرنا چاہیئے باقی میں نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز

جنازہ پڑھتے تھے تو پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے تھے۔

(ترمذی ج: ۱ ص: ۲۰۶، دارقطنی ج: ۲ ص: ۷۵، بیہقی ج: ۴ ص: ۳۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

(دارقطنی ج: ۲ ص: ۷۵)

حضرت ولید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ کو دیکھا ہے

وہ جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر (پہلی) تکبیر کہتے تھے پھر باقی تکبیروں میں رفع

یدین نہیں کرتے تھے اور آپ چار تکبیریں کہتے تھے

(معصف ابن ابی شیبہ ج: ۳ ص: ۲۹۶)

غیر مقلدین باغی حدیث و سنت

لیکن:

ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا چاہیئے، ان کے نزدیک نہ صرف یہ کہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

چنانچہ مولوی عبید اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

”تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع قول یا فعلی یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے البتہ بعض صحابہ سے ضرور ثابت ہے اس موقوف روایت و نیز بعض ضعیف احادیث کی رو سے تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کرنا جائز ہے۔ بدعت یا ممنوع نہیں۔“

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۲: ۵۰)

شاء اللہ مارتسری صاحب رقمطراز ہیں:

”جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۲: ۵۰)

ملاحظہ فرمائیے:

لیکن غیر مقلدین بجائے اس کے کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں ترک رفع کے قائل ہوتے وہ ہر تکبیر میں رفع یدین کرنے کو مستحب قرار دے رہے ہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

فکر غیر مقلدین

مشہور ہے کہ کسی شیعہ نے اپنے شیعہ ذاکر سے پوچھا یہ تو بتلائیے ہمارا مذہب کیا ہے؟ ذاکر نے جواب دیا کہ اہل سنت جو کریں اس کا الٹ کرنا ہمارا مذہب ہے۔ شاید غیر مقلدین نے بھی اسی روش کو اپنالیا ہے اور ہر اس مسئلہ کی مخالفت کرنا جہاد سمجھنے لگے ہیں جو اہل سنت کے ہاں مفتی بہا ہے اور اہل سنت کا اس پر عمل ہے۔

مثلاً:

۱۔ یہ لوگ گدڑی پر مسح کو بلا وجہ بدعت کہتے ہیں حالانکہ گدڑی پر مسح احادیث سے ثابت ہے۔

۲۔ عام نائٹن اور سوتی جرابوں پر لوگوں کو دکھلا کر مسح کرتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں۔

۳۔ دوران نماز زبردستی پاؤں سے پاؤں ملاتے ہیں حالانکہ کسی بھی مرفوع حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں۔

۴۔ چیخ کر آمین کہنے کو سنت سمجھتے ہیں حالانکہ شریعت میں چیخنا منع آیا ہے بالخصوص مسجد میں۔

۵۔ عورت و مرد کی نماز میں فرق کو بدعت کہہ کر مٹانا کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ متعدد احادیث میں فرق موجود ہے۔

۶۔ عورتوں کے جمعہ وعیدین کے لئے میدان اور مساجد میں آنے پر زور دیتے ہیں۔

حالانکہ صحابہ و تابعین زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع کرتے تھے۔

۷۔ آٹھ رکعت تراویح کی ترویج و تبلیغ کو جہاد سمجھتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ و تابعین میں (۲۰)

رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور اہل سنت کے ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی بیس (۲۰) رکعات سے کم تراویح کا قائل نہیں۔

۸۔ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیروں کو ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں، جب کہ چھ تکبیریں کہنا صحیح آثار سے ثابت ہے۔

۹۔ فجر کی رہ جانے والی سنتوں کو فجر کی نماز کے فوراً بعد ادا کر لینے پر زور دیتے ہیں حالانکہ متعدد احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔

۱۰۔ رکوع میں جاتے اٹھتے رفع یدین نہ کرنے سے نماز کو ناقص بلکہ فاسد تک کہہ دیتے ہیں

حالانکہ نہ یہ کسی حدیث میں ہے اور نہ ہی اہل سنت میں سے کسی امام کا یہ مسلک ہے۔

مآخذ و مراجع

۱۔	القرآن الکریم	
۲۔	صحیح البخاری:	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری رحمۃ اللہ علیہ۔
۳۔	صحیح مسلم:	ابو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ۔
۴۔	سنن ابی داؤد:	ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی رحمۃ اللہ علیہ۔
۵۔	سنن نسائی:	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمۃ اللہ علیہ۔
۶۔	سنن ابن ماجہ:	ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی رحمۃ اللہ علیہ۔
۷۔	جامع ترمذی:	محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ۔
۸۔	جاء الحق:	مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
۹۔	دستور المستفی فی احکام النبی:	محمد یونس دہلوی۔ (قدیمی کتب خانہ کراچی)
۱۰۔	رحمۃ الامۃ فی اختلاف الامۃ:	ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن الشافعی (مکتبہ امدادیہ)۔
۱۱۔	رسول اکرمؐ کی نماز:	محمد اسماعیل السلفی، اسلامک پبلشنگ ہاؤس۔
۱۲۔	الروضة الندیة شرح الدرر البھیة:	سید صدیق حسن خان نواب۔ دار نشر الکتب الاسلامیہ۔
۱۳۔	الحیات بعد الممات:	فضل حسین بہاری۔ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ پل۔

نمازِ احناف		346	وغیر مقلدین کافر ق
۱۴-	الحظہ فی ذکر الصحاح الستہ:	سید صدیق حسن خان نواب۔ اسلامک اکیڈمی۔	
۱۵-	جامع المسانید:	ابو یوسف محمد بن محمود الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ۔	
۱۶-	تیسر الباری ترجمہ و شرح	وحید الزماں حیدر آباد۔ نعمانی کتب خانہ۔	
	صحیح البخاری:		
۱۷-	آثار السنن:	محمد بن علی الیموی رحمۃ اللہ علیہ۔	
۱۸-	اثبات آئین بالجہر (مشمولہ استیصال التقليد):	مولوی نور حسین گرجا کھی۔	
۱۹-	اختلاف امت کالمیہ:	حکیم فیض عالم صدیقی۔	
۲۰-	اہل حدیث کے دس مسئلے:	ابو یحییٰ امام خان نوشہروی۔	
۲۱-	احیاء علوم الدین:	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ۔	
۲۲-	بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد:	ابو الولید محمد بن احمد محمد بن احمد بن رشید القرطبی المالکی۔	
۲۳-	بدور الالہ من ربط المسائل بالادلۃ:	سید صدیق حسن خان نواب۔	
۲۴-	تحفۃ الاحوذی:	عبد الرحمن مبارک پوری۔	
۲۵-	حاشیۃ الطحاوی علی مرافی الفلاح:	احمد بن محمد بن اسماعیل الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ۔	
۲۶-	سیر اعلام النبلاء:	ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمۃ اللہ علیہ۔	
۲۷-	سیرت البخاری:	عبد السلام مبارک پوری۔	

نمازِ احناف		347	وغیر مقلدین کافر ق
۲۸-	شعب الایمان:	ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ۔	
۲۹-	صدیقہ کائنات:	حکیم فیض عالم صدیقی۔	
۳۰-	صلوۃ الرسول:	حکیم صادق سیالکوٹی۔	
۳۱-	صلوۃ النبی:	خالد گرجا کھی۔	
۳۲-	غنیۃ الطالبین مترجم اردو عربی:	الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ۔	
۳۳-	فتاویٰ اہل حدیث:	حافظ عبد اللہ روپڑی۔	
۳۴-	فتاویٰ برکاتیہ:	ابو البرکات احمد۔	
۳۵-	فتاویٰ ثنائیہ:	ثناء اللہ امرتسری۔	
۳۶-	فتاویٰ ستاریہ:	ابو محمد عبدالستار دہلوی۔	
۳۷-	فتاویٰ علماء حدیث:	ابو الحسنات علی محمد سعیدی۔	
۳۸-	فتاویٰ قاضی خان:	فخر الدین حسن بن منصور الحنفی رحمۃ اللہ علیہ۔	
۳۹-	فتاویٰ نذیریہ:	میاں نذیر حسین دہلوی۔	
۴۰-	حزقۃ لعینین:	فی اثبات رفع الیدین	
۴۱-	کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ:	بروایت ابی یوسف القاضی رحمۃ اللہ علیہ۔ بروایت الامام محمد بن حسن الشیبانی۔	
۴۲-	کتاب الام:	ابو عبد اللہ محمد بن ادریسی الشافعی۔	
۴۳-	کتاب القراءة:	ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمۃ اللہ علیہ۔	

۳۳-	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال:	العلامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی رحمۃ اللہ علیہ۔
۳۵-	لغات الحدیث (اردو)	وحید الزماں حیدر آبادی۔
۳۶-	المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث:	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف بالحاکم رحمۃ اللہ علیہ۔
۳۷-	مسند ابی یعلیٰ الموصلی:	الحافظ احمد بن علی المتقی التمیمی رحمۃ اللہ علیہ۔
۳۸-	مسند:	الامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔
۳۹-	المصنف:	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ۔
۵۰-	المصنف:	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمۃ اللہ علیہ۔
۵۱-	المغنی:	ابو محمد بن عبد اللہ احمد بن محمد بن قدامہ الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ۔
۵۲-	نزل الابرار من فقہ النبی المختار:	وحید الزماں حیدر آبادی۔
۵۳-	نوی شرح مسلم:	محمی الدین ابو زکریا سیوطی بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ۔
۵۴-	ہدیۃ الہدی:	وحید الزماں حیدر آبادی۔
۵۵-	ہدی الساری مقدمہ فتح الباری:	احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

ملنے کے مراکز

- ★ مکتبہ سیفیہ، مرکزی آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف لاہور
- ★ مکتبہ محمدیہ سیفیہ، آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف لاہور
- ★ مرکز اسلامی المبارک ملتان روڈ عبدالحکیم
- ★ بیکن بکس گول باغ گلگشت ملتان
- ★ رضا پبلک ہائی سکول جلال پور چوک شجاع آباد
- ★ احد کالج آف کامرس لیہ روڈ کوٹ ادو
- ★ ایم اکبر آئرن سٹوراڈہ بن بوسن ملتان
- ★ آستانہ عالیہ گیلانیہ محمدیہ سیفیہ پرانا ملتان روڈ شجاع آباد
- ★ المبارک ایسوسی ایٹس F-بلاک مارکیٹ شاہد کن عالم کالونی ملتان۔

جامعہ انوار مدینہ محمدیہ سیفیہ کا اندرونی منظر